العلماء الربانیین فی نجوۃ سید المرسلین رحمۃ للعالمین

تصحیحات علیٰ ارفع الدرجات

مع ایک فتویٰ و رسالہ

کا علمی و تحقیقی جائزہ

تصنیف لطیف
شیخ الحدیث والتفسیر
مفتی نذیر احمد سیالوی

جامعہ محمدیہ معینیہ
جڑانوالہ روڈ فیصل آباد
041-8544971

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ.... [النحل ۱۶:۱۲۵]

تصریحات بجواب ارفع الدرجات الخ

مع

ایک فتویٰ ورسالہ کا علمی و تحقیقی جائزہ

(جلد ثانی)

تصنیف

شیخ الحدیث والتفسیر علامہ مفتی نذیر احمد سیالوی دامت برکاتہم العالیہ

جامعہ محمدیہ معینیہ جڑانوالہ روڈ..... فیصل آباد

فون نمبر: 041-8544971

نام کتاب: تصریحات (جلد ثانی) بجواب ارفع الدرجات الخ

مع... ایک فتویٰ ورسالہ کا علمی وتحقیقی جائزہ

مصنف: مفتی نذیر احمد سیالوی دامت برکاتہم العالیہ

کمپوزنگ: حضرت مولانا ریاض احمد سعیدی زید مجدہ

ناشر: جامعہ محمدیہ معینیہ

اشاعت: مارچ 2014ء

تعداد: 1100

صفحات 272

ملنے کے پتے

جامعہ محمدیہ معینیہ عمر ٹاؤن 214 رب ڈھڈی والا شرقی

جڑانوالہ روڈ فیصل آباد سٹی فون نمبر: 041-8544971

مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی مسجد گلبرگ۔ فیصل آباد

مکتبہ نوریہ رضویہ نزد حضرت داتا دربار۔ لاہور

مکتبہ قادریہ نزد حضرت داتا دربار۔ لاہور

اہل السنۃ پبلی کیشنز شاندار بیکری والی گلی، منگلا روڈ۔ دینہ۔ ضلع جہلم

ان شاء اللہ تعالیٰ اہل سنت کے اکثر کتب خانوں پر دستیاب ہو گی

فون نمبرز: 0333-8377392, 0300-8092933,

0301-03127035947

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھدیہ عقیدت

بارگاہ سید الانبیاء والمرسلین شفیع المذنبین محبوب رب العالمین

حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ

علیہ التحیۃ والثناء وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

بتوسل حجۃ الواصلین برہان الکاملین شمس العارفین

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ العزیز

وسیدی وسندی وشیخی شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ العزیز

بامید شفاعت روز جزا

ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

فقیر نذیر احمد سیالوی عفی عنہ

فہرست مضامین

''جلالی سوال جمالی جواب'' کا علمی و تحقیقی جائزہ 206

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

قال اللہ تعالیٰ:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ ...... ۔[اٰل عمران ۳:۱۱۰]

و قال اللہ تعالیٰ:

....فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ....[النساء ۴:۵۹]

و قال اللہ تعالیٰ:

.....وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ......

[الحشر ۵۹:۷]

و قال اللہ تعالیٰ:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ....[النحل ۱۶:۱۲۵]

و قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: الدین النصیحۃ۔

و قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: کنت نبیا و اٰدم بین الروح والجسد۔

اسلام سراپا خیر خواہی سے عبارت ہے:

اُمتِ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے بہترین امت ہونے کی ایک اہم وجہ، ازراہ خیر خواہی نیکی کی دعوت دینا اور بدی سے روکنا ہے اس لئے ہر شخص پر اپنی استطاعت کے مطابق اس فریضہ کی ادائیگی لازم وضروری ہے۔ اور اس عمل صالح میں حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ دعوت حق دینا اور سراپا خیر خواہی کے جذبہ سے قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنے تنازعات کا حل تلاش کرنے اور تعلیمات مصطفویہ کو حرف آخر سمجھنے کی اپیل کرنا ہر خادم دین کی اہم ذمہ داری ہے اور جسے دعوتِ حق دی جائے اس کا اس خیر خواہی کی قدر کرتے ہوئے خندہ پیشانی سے حق کو قبول کر لینا اور اپنی غفلت کا اعتراف کرنا، کسی قسم کی ہتک اور توہین نہیں ہے بلکہ باعث عزت وشرف اور اخلاص کی علامت ونشانی ہے اور اس کے برعکس اپنے آپ کو عقل کل سمجھنا یا اعتراف خطا کو اپنی توہین خیال کرنا، دنیا اور آخرت میں خسران اور نقصان کا سبب ہے۔

جب ہم خطا سے معصوم نہیں ہیں تو جو لوگ ہماری رائے سے اتفاق نہ کریں ان سب کو اپنا دشمن تصور کر لینا، دانشمندی کے خلاف ہے۔ اس لئے حسن ظن کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی بات پر غور کرنا اور اگر وہ بات حق ہو تو اسے قبول کرنا لازم وضروری ہے۔

اور ایک غلطی کو درست ثابت کرنے کے لئے مزید غلطیاں کرتے جانا کسی بھی صاحب عقل ودانش کی شان کے لائق نہیں ہے اور اخلاص کے تقاضوں کے بھی بالکل خلاف ہے۔ مسئلہ نبوت کے بارے میں تحقیقات اور نظریہ کی صورت میں پیش کئے جانے والے نئے نظریات وعقائد کی شرعی حیثیت کیا ہے اور ان میں کیسی بے احتیاطی واقع ہوئی ہے اس کا

بیان اوران میں پیش کردہ شبہات ومغالطات کا ازالہ،فقیر راقم الحروف نے ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ ''اور'' تصریحات جلد اول'' میں کر دیا ہے اور اس کے ساتھ صاحبِ تحقیقات ونظریہ اوران کے مؤیدین پر اتمام حجت کر چکا ہے۔

اوراس کے بعد اس بارے میں مزید کسی تحریر کی ضرورت محسوس نہیں کر رہا تھا کہ چند اوراق میں ایک فاضل کا پمفلٹ تحقیقات کے دفاع میں ''محاکمہ عطائیہ'' کے نام سے سامنے آیا تو اس کے شبہات کا ازالہ بھی ضروری سمجھا اوراس کے علاوہ '' ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات''،معرض وجود میں آئی ہے جس پر مصنف کا نام مع القاب اس طرح درج ہے: شیخ الحدیث علامہ قاضی عبدالرزاق بھترالوی حطاروی مدظلہ العالی۔

اوراس کے آخر میں ایک فاضل کا فتوی بھی شامل ہے اور فاضل مفتی کا نام مع القاب مستفتی نے بایں الفاظ لکھا ہے: حضرت علامہ استاذ العلماء مصلح اہل سنت شیخ القرآن والحدیث مفتی علی احمد سندیلوی دامت برکاتہم القدسیہ۔

اورفقیر راقم الحروف نے''محاکمہ عطائیہ کا منصفانہ جائزہ'' کے آخر میں ذکر کیا ہے کہ اگر یہ دونوں فاضل ''نبوتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ''اور''تصریحات'' کے مطالعہ کے بعد بھی اپنے موقف پر مصر ہوں گے تو فقیر ان کے شبہات کے ازالہ کی کوشش بھی کرے گا تو توفیق الٰہی سے اسی وعدہ کو وفا کرنے کے لئے زیر نظر تحریر میں ان فاضلان کے شبہات کے ازالہ کی کوشش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اورانہیں قبول حق کی توفیق بخشے،آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی اکرم الاولین والآخرین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: کتاب مذکور کے مصنف علام فاضل محقق کی دینی خدمات قابل تحسین ہیں البتہ ''ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات'' کے بارے میں انہیں اپنے موقف پر نظر ثانی کرنا لازم اور ضروری ہے۔اور فقیر راقم الحروف نے اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃ ،الحدیث پر عمل کرتے ہوئے کچھ گزارشات سپرد قلم کی ہیں اس لئے کہ حقائق کی طرف توجہ دلانا اور قبول حق کی دعوت دینا ضروری ہے۔

کیا ''تحقیقات'' کے جواب میں لکھی گئی سب کتب میں راہ حق کی تلاش نہیں ہے؟

فاضل محقق نے اپنی کتاب ''ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات'' اور فاضل مفتی کے فتوی پر کتاب کے آخر میں اظہار تشکر کے ضمن میں لکھا ہے:

چند کتب استاذی المکرم کے عقیدے ونظریے کے خلاف لکھی ہوئی دیکھیں سب میں حقائق کو مسخ کیا گیا ہے۔راہ حق کی تلاش نہیں بلکہ فتنہ وفساد برپا کرنا ہے۔(ص 207)

الجواب:

گزارش یہ ہے کہ تحقیقات سے اتفاق نہ کرنے والے یا اس کے جواب میں لکھنے والے ہر شخص کو دشمن تصور نہ کیا جائے ،عین ممکن ہے کہ کسی نے ازراہ خیر خواہی لکھا ہو اور حقائق کو مسخ کرنا اور فتنہ وفساد برپا کرنا اس کا مقصد نہ ہو بلکہ اس کا مقصد صاحب تحقیقات اور ان

کے مؤیدین کو اپیل کرنا ہو کہ غور وفکر تو کرلیں کہ حقائق کی روشنی میں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ واقعی طور پر اس میں ایسی بے احتیاطی ہے جس کی اسلام میں گنجائش ہی نہیں ہے یا کم از کم اہل سنت کے اجماعی عقائد کے خلاف ہے تو اس سے رجوع اور قبول حق اور اپنی تحریر نہ ہونے کی صورت میں اس سے براءت کا تحریری اعلان واظہار تو کردیں اور مؤیدین اپنی تائید سے رجوع کرلیں۔اور یہ بات تو خوب واضح ہے کہ ایسی اپیل اور مشورہ تو حقیقی خیر خواہی ہے۔

کیا ''ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات'' میں واقعی طور پر تحقیقات کی تشریح وتوضیح ہے؟

فاضل محقق نے لکھا ہے:

راقم نے بالمشافہہ استاذی المکرم سے اس مسئلہ میں گفتگو نہیں کی تھی البتہ آپ سے تین سال پڑھتے ہوئے آپ کے عقائد ونظریات اور عقائد صحیحہ پر پختگی سے واقف ہونے کی وجہ سے تشریح تحقیقات میں جو ذکر کیا، تا آخر۔(ص206)

الجواب:

فاضل محقق کا حسن ظن بے محل نہیں ہے اس لئے کہ اساتذہ کرام سے حسن ظن ہی مخلص اور وفادار تلامذہ کا شعار ہے لیکن اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وفاداری سب سے مقدم ہے۔اور یہ بات بھی واضح رہے کہ تحقیقات کے حوالے سے بالمشافہہ گفتگو ہونے یا نہ ہونے سے اصل مسئلہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا اس لئے کہ معاملہ کسی ذات کا یا اس کے زبانی بیانات کا نہیں ہے بلکہ موضوع سخن دراصل وہ تحریر ہے جو اس ذات کے نام سے منظر عام پر آئی ہے اور ''تشریح تحقیقات'' درحقیقت، تحقیقات کی تشریح نہیں ہے بلکہ ''کوثر الخیرات''، ''تنویر الابصار'' اور زمانہ طالب علمی کے محفوظ کئے ہوئے افادات کی روشنی

میں سینہ زوری اور تحکم سے تحقیقات کو ان کے مطابق کرنے کی ایک غیر منصفانہ کوشش ہے جو درحقیقت تغییرِ تحقیقات اور تبدیل تحقیقات ہے نہ کہ تشریح تحقیقات جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب واضح ہو جائے گا۔ اس لئے حقائق سے آگاہی اور احقاق حق و ابطال باطل کے لئے ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ'' اور'' تصریحات جلد اول'' و''محاکمہ عطائیہ کا منصفانہ جائزہ'' کا ایک دفعہ نظر انصاف کے ساتھ اول تا آخر ضرور مطالعہ کریں اور اس کے بعد اپنی خداداد دینی بصیرت کو بروئے کار لاتے ہوئے حق کی تحریری وضاحت کریں تاکہ خلق خدا کا بھلا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کچھ بعید نہیں ہے کہ آپ کے ذریعے بہت سارے لوگوں کو غور و فکر کی توفیق نصیب ہو جائے اور حق قبول کر لیں۔

کیا تحقیقات و نظریہ میں پیش کئے جانے والے عقائد ''الیواقیت والجواہر'' کے مطابق ہیں؟

فاضل محقق نے لکھا ہے:

راقم نے استاذی المکرم کے عقائد کا موازنہ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب (**الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر**) سے کیا ہے تو برابر پایا کوئی فرق سمجھ نہیں آیا۔ جو عقائد اکابر علماء کرام کے ہیں وہی استاذی المکرم کے ہیں۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص12)

اللہ تعالیٰ کا ان گن مرتبہ شکر ہے کہ راقم نے اپنا رسالہ ''ارفع الدرجات'' ترتیب دیا تو اس میں استاذی المکرم مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی کے عقائد و نظریات آپ کی کتب سے اخذ کر کے ''**الیواقیت والجواھر**'' کی عبارات کی مطابقت ثابت کی۔

(ارفع الدرجات، ص206)

الجواب:

''تحقیقات ونظریہ'' اور ''ہدایۃ المتذ بذب'' میں مسئلہ نبوت سے متعلقہ تحریر سے پہلی کتب مبارکہ میں ان کے عقائد واقعی طور پر حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر) والے ہی درج ہیں۔ اور بلاشبہ ان کتب میں عقائد اہل سنت کی حقیقی ترجمانی ہے لیکن ''تحقیقات ونظریہ'' میں تو بعض قطعیات اسلام اور ضروریات دین کا انکار کیا گیا ہے اور بعض کا سرے سے انکار نہیں ہے لیکن ان کے ضروریات دین سے ہونے کا انکار ضرور ہے۔ (جس کی تفصیل فقیر کی پہلی کتب میں مذکور ہے)

اور ایسے عقائد کا ''الیواقیت والجواہر'' میں درج شدہ عقائد کے برابر ہونا تو ناممکن ہے۔ اور اگر فاضل محقق اپنے دعویٰ کو سچا سمجھتے ہیں تو فقیر راقم الحروف کا فاضل محقق سے جواب طلب سوال یہ ہے کہ الیواقیت والجواہر میں کہاں لکھا ہوا ہے کہ قرآن کریم کی چند آیات مقدسہ کے نزول کے بعد بھی کچھ عرصہ تک حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا بالفعل تحقق اور ثبوت نہیں ہوا تھا اور ورقہ بن نوفل سے ملاقات کے وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نبی ہونا علمائے اسلام میں اختلافی امر ہے اور ورقہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کا واقعہ حصول نبوت سے پہلے تھا؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ جبکہ تحقیقات میں عبارات صریحہ میں یہ ظلم عظیم لکھا ہوا ہے۔ آپ تصدیق کرلیں کہ فقیر نے کوئی بات خلافِ واقع تو نہیں لکھی۔

اور الیواقیت والجواہر میں کونسے مقام پر لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد از نزول نبی نہیں ہوں گے کیونکہ اگر آپ نزول کے بعد بھی نبی ہوں گے تو حضور سید المرسلین صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان خاتم النبیین ختم ہو جائے گی؟

اور حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی نص قطعی الدلالۃ ''وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ'' [الصافات ۳۷:۱۲۳] کی مخالفت کرتے ہوئے کب لکھا ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام کی نبوت علماء اسلام میں اختلافی ہے اور آپ صرف جمہور اہل اسلام کے نزدیک نبی ہیں باقی اہل اسلام ان کی نبوت کے منکر ہیں؟

اور الیواقیت والجواہر میں کہاں لکھا ہوا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد انبیاء سابقین کی شریعتیں منسوخ ہوگئیں تو ان کا منصب نبوت اور مرتبہ نبوت بھی ختم ہو گیا اور وہ صرف مقام ولایت پر فائز ہیں؟ جبکہ نظریہ نامی رسالہ میں ان عقائد کی تبلیغ کی گئی ہے۔ جب ایسی سنگین بے احتیاطی ہی سرزد ہو چکی ہے تو اس سے کم درجہ کی بے احتیاطی نہ ہونے کی کیا ضمانت ہے؟

اور الیواقیت والجواہر میں کس مقام پر لکھا ہوا ہے کہ

[1] عالم ارواح میں نبی ہونے سے پیدا ہوتے ہی نبی اور رسول ہونا لازم نہیں آتا؟

[2] اگر آپ نبی اور رسول تھے تو تبلیغ فرماتے؟

[3] معلوم ہوا کہ دعوائے نبوت اور اظہار معجزہ کے بغیر نبوت ثابت نہیں ہوتی؟

[4] جب تبلیغی احکام اور بندوں کے لئے سفارت وساطت متحقق نہیں ہوئی تو آپ کے اس دور میں نبی ہونے کا دعویٰ کیونکر قابل تسلیم ہوگا؟

[5] اگر آپ وقت ولادت سے نبی تھے تو پھر چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز فرمانے جانے کا کیا مطلب ہوگا؟

[6] اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آغاز ولادت سے ہی نبی ہوتے یا عالم ارواح والی نبوت دائم اور مستمر ہوتی؟

[7] کسی مذہب پر بھی پہلی وحی سے قبل آپ کو نبی تسلیم کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی نہ محدثین کے مذہب پر نہ علمائے کلام کے مذہب پر؟

[8] صحیح بات تو یہ ہے کہ دعویٔ نبوت اور تبلیغ سے قبل نبوت کا عقیدہ رکھنا عقل و خرد کے تقاضوں سے بھی دور ہے؟

[9] حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قبل از بعثت کے عرصہ میں بھی عالم ارواح والی نبوت سے بالفعل اور خارج میں نبی ماننا دین و مذہب اور منصب نبوت و خلافت کے ساتھ بدترین مزاح اور استہزاء کرنا ہے؟

جبکہ تحقیقات میں یہ ساری کرم فرمائی موجود ہے۔

اور فقیر راقم الحروف پورے وثوق سے کہتا ہے کہ فاضل محقق اگر تحقیقات و نظریہ کی حامی اور مؤید پوری جماعتِ محققین کو بھی اپنی مدد کے لئے ساتھ ملالیں تو بھی اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک بھی یہ مضامین ''الیواقیت والجواہر'' سے نہیں دکھا سکتے۔ تو پھر کم از کم انہیں اس چیز کا اعتراف کر لینا چاہیے کہ انہوں نے جو تحقیقات میں پیش کردہ عقائد و نظریات کو الیواقیت والجواہر میں بیان کردہ عقائد کے برابر پانے کی بات کی ہے وہ سراسر غلط بیانی اور دھاندلی ہے، حقائق واقعیہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب تو فاضل محقق کو الیواقیت والجواہر اور تحقیقات و نظریہ کے درمیان فرق بوجہ اتم بالیقین سمجھ آ گیا ہوگا۔ لہذا اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں قبول حق کا تحریری طور پر فوری اعلان اور اظہار کرنا چاہیے۔ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔

کیا اہل علم نے مفروضہ قائم کیا ہے کہ کوثر الخیرات اور تنویر الابصار میں بیان کردہ عقائد سے تحقیقات میں انحراف ہے؟

فاضل محقق نے لکھا ہے:

نمبر 1: اہل علم نے اپنی طرف سے مفروضہ یہ قائم کیا ہے کہ استاذی المکرم پہلے اپنے عقائد سے منحرف ہو گئے ہیں اور نیا عقیدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس سال تک نبوت کے مطلق انکار کا گھڑ لیا ہے۔ یہ مفروضہ قائم کرنے والے کچھ سنجیدہ علماء کرام ہیں (تا) اگرچہ استاذی المکرم کے عقائد ونظریات سمجھنے میں انہوں نے گہری نظر سے مطالعہ نہیں کیا۔ اپنی طرف سے ہی مفروضہ قائم کر دیا کہ آپ اپنی پہلی کتب اور پہلے عقائد سے منحرف ہو گئے، ایسا بہتان سنجیدہ علماء کی شان کے لائق نہیں۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص 17)

نمبر 2: جو علماء کرام سنجیدہ ہیں ان کی خدمت میں درخواست یہ ہے:

پہلے استاذی المکرم کی تینوں کتب تنویر الابصار، کوثر الخیرات اور تحقیقات کا مطالعہ کریں آپ کے عقائد دیکھیں اپنی طرف سے مفروضہ قائم کر کے یہ ثابت نہ کریں کہ آپ نے اپنی پہلی کتب سے انحراف کر کے نیا عقیدہ قائم کر لیا۔ یہ بہتان عظیم ہے علماء کی شان کے لائق نہیں۔ (ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص 21)

الجواب:

کیا یہ مفروضہ ہے یا حقیقت واقعیہ ہے؟ اس بارے میں حقیقی صورت حال سے آگاہی کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ فاضل محقق کے لئے اب دو ہی راستے ہیں۔

اگر تو فاضل محقق کے نزدیک تحقیقات ونظریہ واقعی انہی کی تصنیف ہے تو پھر خدام

دین کی طرف سے بہتان نہیں ہے کیونکہ انہوں نے توحقیقت واقعیہ بیان کی ہے اس لئے کہ تحقیقات ونظریہ میں تو عبارات صریحہ میں یہی نظریہ اور عقیدہ پیش کیا گیا ہے تصدیق کے لئے راقم الحروف کی پیش کردہ عبارات وتصریحات اصل کتاب سے نکال کرتسلی کرلیں کہ واقعی طور پرقبل از بعثت کے چالیس سال تک نبوت کا مطلقاً انکار اور نفی ہے یا بہتان ہے۔(اورعبارات مذکورہ اکثر بلفظہ نقل کی ہیں) البتہ فاضل محقق کا خدام دین پر یہ بہتان ضرور ہے کہ انہوں نے ایک مفروضہ قائم کر کے صاحب تحقیقات پر بہتان باندھا ہے۔

اور اگر فاضل محقق کے نزدیک تحقیقات ونظریہ ان کی تصنیف نہیں ہے۔اور ممکن ہے کہ حقیقتِ حال سے باخبر دوسرے لوگوں کو بھی اس رائے سے اختلاف نہ ہو۔لیکن جب ایک تحریران کے نام سے چھپی ہے اور انہوں نے تردید نہیں کی تو خدام دین ان کو بری الذمہ کیسے قرار دے سکتے ہیں لہذا فاضل محقق کا الٹا خدامِ دین کو بہتان باندھنے والے قرار دینا سراسر دھاندلی ہے۔ بلکہ فاضل محقق کی ڈبل زیادتی ہے کہ تحقیقات تصنیف بھی انہی کی قرار دیتے ہیں اور افتراء و بہتان کا مرتکب الٹا دوسروں کوٹھہراتے ہیں۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اور عبارت نمبر 2 میں فاضل محقق نے تحقیقات سے اتفاق نہ کرنے والوں کو پھر وہی انعام دیا ہے کہ وہ بہتان عظیم کے مرتکب ہورہے ہیں۔اور تینوں کتب کا مطالعہ کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ گزارش یہ ہے کہ یہ مشورہ اچھا ہے لیکن سبھی ایسے نہیں ہیں جنہوں نے مذکورہ کتب کا مطالعہ کئے بغیر ہی تشویش کا اظہار کیا ہے۔اس لئے ان کے حق میں یہ مشورہ بے محل ہے۔

تنبیہ: واضح رہے کہ مسئلہ نبوت کے بارے میں عقیدہ کے بیان میں صاحب تحقیقات کی پہلی کتب کا حوالہ بھی بے محل ہے کیونکہ ان پر کسی کو اعتراض نہیں ہے اس لئے کہ ان میں عقیدۂ اہل سنت کی حقیقی ترجمانی ہے۔ مسئلہ تو تحقیقات ونظریہ کا ہے کیونکہ ان میں عرصہ خاص میں مطلقاً نفی نبوت اور انکار نبوت کی تصریحات بکثرت موجود ہیں بلکہ بعض ضروریات دین کا ہی انکار کیا گیا ہے تو کیا اس پر تشویش کا اظہار اور اصلاح کی کوشش اور قبول حق کی دعوت دینا فریضہ نہیں ہے؟

کیا تحقیقات ونظریہ کی حامی جماعت کے علاوہ تمام لوگ ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں؟ کیا قرآن کریم کی چند آیات مقدسہ کے نزول کے بعد بھی جو لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے حصولِ نبوت کو علماء اسلام میں اختلافی مسئلہ قرار دیں۔ اور ''وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ'' [الصافات ۳۷: ۱۲۳] نص قرآنی قطعی الدلالت کا خلاف کرتے ہوئے حضرت الیاس علیہ السلام کی نبوت علماء اسلام میں اختلافی بتائیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کے بعد بدستور منصب نبوت ورسالت پر فائز ہونا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان خاتم النبیین کے منافی قرار دیں اور انہیں صرف مرتبہ ولایت پر فائز مانیں۔ صرف انہی محققین نے تحقیقات ونظریہ کو سمجھا ہے اور جو طالب علم ان عقائد باطلہ کو قطعیاتِ اسلام اور ضروریات دین کے خلاف اور منافی سمجھتا ہو اور ان محققین کو ظلم عظیم کے ارتکاب اور تائید سے توبہ اور انابت الی اللہ اور قبول حق کی اپیل کرے، اسے تحقیقات ونظریہ کے سمجھنے میں ناکام سمجھا جائے گا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

گزارش یہ ہے کہ تحقیقات ونظریہ سے اتفاق نہ کرنے والوں کو بہتان عظیم کا مرتکب ٹھہرانے کی بجائے خود تحقیقات ونظریہ کا مطالعہ کرنے کی زحمت اٹھالیں ورنہ کل اللہ تعالیٰ کے

حضور کوئی عذر مسموع نہ ہوگا اس لئے کہ اتمام حجت کا فریضہ ادا کر دیا گیا ہے۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

فاضل محقق کا اعتراف کہ تحقیقات کو غیر متنازع بنانے کے لئے اس میں کانٹ چھانٹ کی ضرورت ہے

فاضل محقق نے لکھا ہے:

اس دلدل سے نکلنے کے لئے تحقیقات کی نئی ترتیب میری گزارشات کے مطابق دی جائے تو بہتر ہے۔ اگر مجھے اجازت دی جائے تو عربی عبارات آپ کی تمام باقی رکھتے ہوئے اردو کی کانٹ چھانٹ اور شرح کے ساتھ کتاب کو غیر متنازع ترتیب دے دوں۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص 21)

الجواب:

گزارش یہ ہے کہ صاحب تحقیقات کی صلاحیتوں اور تبحر علمی سے کون بے خبر ہے اپنے تو اپنے بیگانے بھی معترف ہیں اور اس شورش سے پہلی کتب میں بفضلہٖ تعالیٰ انتہائی متانت اور مضامین پر مغز ہیں اور حسنِ نظم اس شان کا جیسے موتی پرو دیئے گئے ہیں۔ جبکہ تحقیقات کے بارے میں فاضل محقق کو خود اعتراف ہے کہ اس میں کئی اعتبارات سے اصلاح کی ضرورت ہے تو آخر اس کا کیا پس منظر ہے؟

یہ بھی تو فاضل محقق کو اچھی طرح معلوم ہے اور اس کو بیان کرنا بھی ضروری تھا تو اس پر پردہ ڈالنے کی کیا وجہ ہے؟ اور یہ تحقیقات نامی کتاب جن صفات سے موصوف و متصف ہے اس کا ایک حد تک اندازہ تو ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ'' اور ''تصریحات جلد اول'' کے مطالعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

اور فاضل محقق کا تحقیقات کی اصلاح کے لئے اجازت طلب کرنا تو ان کی طاعت شعاری ہے ورنہ اس مسئلہ میں کافی محققین نے اپنی تحقیق کے جوہر دکھائے ہیں جس کے نتیجہ میں قطعیات اسلام اور ضروریات دین و اجماع امت کے خلاف نظریات پر مشتمل تحقیقات ونظریہ معرض وجود میں آیا ہے اور بلا شبہ ان محققین میں ایسے بھی ہیں جنہیں کلام الٰہی سے عبارت النص کا مفہوم ومعنی بھی مستحضر نہیں ہے ورنہ حضرت الیاس علیہ السلام کی نبوت کو اہل اسلام میں اختلافی مسئلہ قرار نہ دیا جاتا۔

اور اگر فاضل محقق کا یہی موقف ہے کہ تحقیقات ونظریہ واقعی طور پر شیخ الحدیث صاحب کی تصنیف ہے تو فاضل محقق سے جواب طلب سوال یہ ہے کہ یہ کتابیں تو اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ ان کا مصنف قطعیات اسلام اور ضروریات دین اور کلام الٰہی سے عبارت النص کے مفہوم ومعنی سے بھی بے خبر ہے جبکہ شیخ الحدیث صاحب بحر العلوم تھے تو ایسی تحریر ان کے قلم سے کیسے معرض وجود میں آ گئی؟

اور اگر فاضل محقق اس سوال کے جواب میں کسی دوسرے طالب العلم کو مطمئن کرنا تو درکنار خود ہی کو مطمئن نہ کر سکیں تو پھر واضح الفاظ میں حقیقت حال کیوں بیان نہیں کر دیتے تاکہ اس نظریاتی تباہی سے لوگ بچ سکیں؟ اور کتاب میں تبدیلیاں کر کے ان کے شایان شان کتاب کو بنانے کی کوشش میں کیوں لگے ہوئے ہیں؟

فقیر راقم الحروف، شیخ الحدیث صاحب کو بھی بری الذمہ نہیں سمجھتا جس کی وضاحت پہلی کتب میں کی جا چکی ہے۔

وضاحتی خط کی حقیقی صورت حال کا بیان:

فاضل محقق رقمطراز ہیں:

استاذی المکرم کا وضاحتی خط:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کب عطا ہوئی:

(شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب مدظلہ کی طرف سے وضاحت)

تا آخر۔ (ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص22-23)

نوٹ: خط کی مکمل عبارت کتاب مذکور سے ملاحظہ کریں۔

الجواب:

نمبر1: انصاف کی درخواست ہے کیونکہ یہ وضاحتی خط ''ہدایۃ المتذبذب'' کے بارے میں ہے جو کہ تحقیقات کے معرض وجود میں آنے سے پہلے کا ہے اس لئے اس خط کو تحقیقات کی صورت میں امت مسلمہ پر کئے جانے والے ظلم عظیم کی وضاحت قرار دینا سراسر دھاندلی ہے۔

نمبر2: اس خط میں چالیس سال تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عنداللہ نبی قرار دیا ہے جبکہ تحقیقات اور نظریہ میں عنداللہ نبی ہونے کی وضاحت یہ کی ہے کہ عنداللہ نبی ہونے سے حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہونا مراد نہیں ہے بلکہ نبوت عطا کرنے کی قضا اور تقدیر مراد ہے یا چونکہ مستقبل میں نبوت عطا کی جانی تھی اس لئے مجازاً نبی کہا گیا ہے۔ ملاحظہ کریں تحقیقات اشاعت اول ص207-208، نظریہ ص29۔

نمبر3: فاضل محقق اس وضاحتی خط کے بارے میں شاید حالات وواقعات سے پوری طرح آگاہ نہیں ہیں۔ اس خط میں نصف سے بھی کم حصہ شیخ الحدیث صاحب کی طرف

سے ہے اور باقی خط ،سوال سے لے کر آخر تک اور کچھ عبارت پہلے حصہ کے درمیان میں شیخ الحدیث صاحب کی تحریر ہر گز نہیں ہے بلکہ بعض دوسرے فضلاء کی کرم فرمائی ہے اور یہ اضافہ جات اس میں قسط وار شامل کئے گئے ہیں۔

نمبر 4: کیا فاضل محقق اس وضاحت کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں؟ اگر فاضل محقق اس کو درست سمجھتے ہیں تو اس میں علامہ سالمی کی عبارت کے پہلے حصہ میں ہے۔اجمعنا جمیعًا علی انه لایجوز الایمان قبل الوحی والدعوٰی و لا یسمی نبیا ۔اس پر ہم سب کا اجماع ہے کہ وحی اور دعوی (نبوت) سے پہلے ایمان لانا جائز نہیں اور نہ ہی (اس عرصہ میں) آپ کو نبی پکارا جائے گا۔

تو فاضل محقق سے جواب طلب سوال یہ ہے کہ کیا آپ اس اجماع کو تسلیم کرتے ہیں؟ کیا وحی نبوت اور دعویٰ نبوت سے پہلے زمانہ میں عالم ارواح والی نبوت سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر آپ کا ایمان ہے یا نہیں؟

کیا عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسم نبی سے موسوم کرنا اور کہنا کہ آپ اس دورانیہ میں بھی نبی تھے، جائز ہے یا نہیں؟ اگر قبل از بعثت کے عرصہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر فاضل محقق کا ایمان ہے تو پھر یہ وضاحتی خط اور اس میں دعویٰ اجماع فاضل محقق کے نزدیک معتبر نہ ہوا۔

اور اگر عرصہ چالیس سال تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر فاضل محقق کا ایمان نہیں ہے اور اس دورانیہ کے احوال کے بارے میں آپ کا نام نبی سے ذکر کرنا جائز نہیں سمجھتے تو اپنے عقیدہ کی تحریری وضاحت کریں؟

نیز جواب طلب سوال یہ ہے کہ اگر تمہید کی عبارت کا یہی معنی ہے جو اس خط میں بتایا

ہے کہ اس بات پر ہم سب کا اجماع ہے کہ وحی نبوت کے نزول اور دعویٰ نبوت سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر ہمارا ایمان لانا جائز نہیں ہے اور نہ ہی آپ کو نبی پکارا جائے گا۔

تو اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ قبل از بعثت مقدسہ کے عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی نہ ہونے پر اجماع امت ہے۔ تو کیا یہ سفید جھوٹ نہیں ہے؟ کیونکہ جمہور علما امت تو عرصہ مذکور میں عالم ارواح والی نبوت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔

نمبر 5: علامہ سالمی کی تمہید کی جو عبارت پیش کی گئی ہے یہ سراسر دھوکا دہی ہے۔

الف: اس لئے کہ تمہید کی عبارت منقولہ خصوصیت سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہرگز نہیں ہے جبکہ عبارت کے پہلے حصہ کے ترجمہ سے یہ ظاہر کیا گیا کہ عبارت مذکورہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے بارے میں ہے،

ملاحظہ فرمائیں:

اس پر ہم سب کا اجماع ہے کہ وحی اور دعویٰ (نبوت) سے پہلے ایمان لانا جائز نہیں اور نہ ہی (اس عرصہ میں) آپ کو نبی پکارا جائے گا۔ (ص 23)

جبکہ عبارت کے دوسرے حصہ میں ہاتھ کی صفائی اور خیانت میں ترقی کی ہے وہ اس طرح کہ عربی عبارت میں بھی تھوڑا سا اضافہ کر کے اور پھر ترجمہ میں خوب خیانت کر کے یہ دھوکا دیا ہے کہ قاری اور ناظر سمجھے کہ یہ عبارت خصوصیت سے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے بارے میں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں کہ تمہید کی دوسری عبارت میں اصل الفاظ صرف یہ ہیں " لان النبی قبل الوحی وقبل ظهور النبوة یکون ولیا عند الناس وان کان نبیا عند الله تعالیٰ۔

تو اس میں لفظ ''النبی'' کے ساتھ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کا اضافہ اپنی طرف سے شامل کر کے لکھ دیا ہے'' لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ''تا کہ پڑھنے والے کا ذہن فوری طور پر اس طرف جائے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات ہو رہی ہے۔

اور پھر ترجمہ میں لفظ نبی کے بعد ''کریم'' کا اضافہ کر کے دھوکا دہی کے عمل میں اور اضافہ کیا گیا اور عبارت مذکورہ کو پورا پورا حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فِٹ کر دیا ہے، چنانچہ ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

نیز یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وحی اور ظہور نبوت سے پہلے عند الناس ولی تھے اگر چہ عند اللہ نبی تھے۔ (ص23)

ب: علامہ سالمی کے نزدیک عند اللہ نبی سے مراد یہ ہے کہ حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہیں البتہ لوگوں کو علم نہیں ہے۔

جبکہ صاحب تحقیقات ونظریہ کے نزدیک حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہرگز مراد نہیں ہے تو عبارت منقولہ میں صرف عند اللہ نبی کی تعبیر اور عنوان پائے جانے کی وجہ سے اس کو پیش کرنا دھوکا دہی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

علامہ سالمی کے نظریہ اور عقیدہ کے مطابق تمہید کی عبارت میں تحقیقات کے نظریہ کا رد بلیغ ہے۔ تفصیل ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر 6: یہ دعویٰ کہ میرا عقیدہ مقتدایان اہل سنت کے مطابق ہے۔

ان کے نام سے منظر عام پر آنے والی نئی تحقیق سے پہلے تو واقعی طور پر ایسا ہی تھا لیکن تحقیقات ونظریہ وغیرہ کے معرض وجود میں آنے کے بعد یہ دعویٰ خلافِ واقع ہے۔ ہاں البتہ اگر ان آفات سے براءت کا اظہار کر دیا جاتا تو پھر یہ دعویٰ حقیقت پر مبنی ہوتا۔

اب فاضل محقق بتائیں کہ وہ اس وضاحتی خط سے کیا سمجھانا چاہتے ہیں؟اور اُمید ہے کہ عبارتِ تمہید میں لفظی اور معنوی خیانت سے فاضل محقق سمجھ چکے ہوں گے کہ یہ وضاحتی خط میں کس کا کارنامہ ہے۔اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

کیا تحقیقات میں بالفعل نبوت تشریعی کی نفی کی ہے اور نبوت روحانی بالفعل ثابت کی ہے؟

فاضل محقق نے لکھا ہے:

الف: جب استاذی المکرم ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے بعد چالیس سال تک ''بالفعل نبوت'' کی نفی کرتے ہیں،اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے عرصہ میں انسانوں کو تبلیغ نہیں کی اور نہ ہی حلال وحرام کو بیان فرمایا اس سے مراد بالفعل نبوت تشریعی کی نفی ہے۔ (ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص128)

ب: آپ نے نبوت روحانی کو بالفعل ثابت کیا ہے اور چالیس سال کی عمر تک جسمانی کی بالفعل نفی کی ہے اور بالقوۃ ثابت کی ہے۔(کتاب مذکور ص148)

ج: نہ ہی آپ نے کہیں یہ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال تک نبوت سے خالی رہے آپ کو نبوت حاصل ہی نہ تھی۔اور نہ آپ نے یہ فرمایا: آپ کی نبوت آپ سے سلب کر لی گئی۔ (کتاب مذکور ص130)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: فاضل محقق سے جواب طلب سوال یہ ہے کہ عبارات منقولہ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اگر یہ حقائق واقعیہ ہیں تو پھر کم از کم ان طالب علموں کی تشویش واضطراب اور صاحب تحقیقات سے اختلاف کا اصل سبب کیا ہے جو دلی

طور پر ان کی قدر کرتے تھے اور ان کی مقبولیت اور عظمت و وقار سے جلتے نہیں تھے بلکہ زبردست خوشی محسوس کرتے تھے اور ان کا وجود اہل سنت کے لئے اللہ تعالیٰ کا عظیم انعام تصور کرتے تھے اور نفس الامری طور پر ان کے خیر خواہ تھے؟

اور ان کے لخت جگر کی کرم فرمائی سے بھی باخبر تھے جو ان کے آگے آہنی دیوار بنے ہوئے تھے اور جو چاہتے ان سے منسوب کئے جا رہے تھے اور حقائق سے آگاہی کی وجہ سے اصلاح کی بھرپور کوشش کرنے کے باوجود کوئی نتیجہ نہ ہونے کی وجہ سے اتمام حجت کرنے کے بعد شرعی حدود کو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاملہ میں کسی بھی نسبت اور تعلق اور سابقہ حسن عقیدت کی پرواہ کئے بغیر ''الحب للہ'' کے تقاضے کے مطابق پیچھے ہٹ گئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاملہ میں حقیقی صورت حال کا اظہار اور اعلان نہیں کیا جا رہا تھا، جبکہ اس خاموشی کی وجہ سے واللہ تعالیٰ اعلم کتنے ہی لوگوں کے نعمت ایمان سے محروم ہونے کا اندیشہ ہے

تحقیقات کے مطالعہ کے بعد فاضل محقق کا عبارات مذکورہ لکھنا باعث تعجب ہے کیونکہ یہ تو ارادۃً حقائق کو چھپانا اور سراسر دھاندلی ہے۔

کیا تحقیقات کے سمجھنے سے خدامِ دین کی عقلیں قاصر ہیں؟

کیا یہ صحیفۂ ہدایت اپنے حامیوں کے سوا کسی کو سمجھ نہیں آ سکتا؟

حقیقی صورت حال کا بیان:

الف: امید ہے کہ فاضل محقق کو اس بات سے اختلاف نہ ہوگا کہ نبوت بالفعل کا مطلب اور مفہوم و معنی جو تحقیقات میں بیان کیا گیا ہے وہی صاحب تحقیقات کی اصل مراد ہے اور اس کے خلاف کوئی وضاحت قابل اعتبار نہیں ہے۔ اور تحقیقات میں نبوت بالفعل کی

تفسیر نبوت کے خارج میں موجود و متحقق ہونے سے کی گئی ہے۔ ملاحظہ کریں:

محبوب کریم علیہ السلام عام ارواح میں بالفعل نبی تھے اور انبیاء علیہم السلام اس دیس میں آپ سے استفادہ فرماتے تھے۔ انبیاء علیہم السلام کی نبوت خارج میں موجود و متحقق نہیں تھی صرف علم الٰہی میں نبی تھے جبکہ آپ بالفعل اور خارج میں نبی تھے۔

(تحقیقات اشاعت اول ص26)

لہذا چالیس سال تک نبوت بالفعل کی نفی سے صاحب تحقیقات کی مراد یہ ہے کہ اس عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت خارج میں موجود و متحقق نہ تھی۔ اسی لئے تو تحقیقات میں، عرصہ خاص میں نبوت ورسالت کی مطلقاً نفی اور انکار کی گردان کی ہے۔

عالم ارواح والی نبوت بالفعل، عرصہ خاص میں بھی بالفعل اور خارج میں ثابت و موجود تسلیم کر کے صرف تبلیغ احکام کی نفی نہیں کی بلکہ تبلیغ نہ پائے جانے کی وجہ سے سرے سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی اور رسول ہونے کی نفی کی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

لہذا عالم ارواح میں نبی ہونے سے پیدا ہوتے ہی نبی ورسول ہونا لازم نہیں آتا۔

(تحقیقات اشاعت اول ص26)

اگر آپ نبی اور رسول تھے تو تبلیغ کرتے۔ (تحقیقات اشاعت اول ص25)

جب تبلیغی احکام اور بندوں کے لئے سفارت وساطت متحقق نہیں ہوئی تو آپ کے اس دور میں نبی ہونے کا دعویٰ کیونکر قابل تسلیم ہوگا؟ (تحقیقات اشاعت اول ص45)

کیا عبارات مذکورہ میں حقیقتاً منصب نبوت تسلیم کر کے صرف تبلیغ احکام کی نفی ہے یا سرے سے منصب نبوت رسالت کی نفی ہے؟

اگر بچپن سے ہی آپ منصب نبوت پر فائز ہوتے اور تین دفعہ شق صدر بھی ہو چکا تھا تو چالیس سال کے طویل عرصہ تک وہ مرتبہ ومقام کیوں حاصل نہ ہوا جو ابتدائے وحی

کے گیارہ سال بعد اور چوتھے شق صدر تقریباً اکیاون سال کی عمر میں ظہور پذیر ہورہا ہے۔

(تحقیقات اشاعت اول ص89)

کیا عبارت مذکورہ میں چالیس سال تک منصب نبوت پر فائز ہونا تسلیم کیا ہے؟

ب: اگر صاحب تحقیقات قبل از بعثت کے عرصہ میں نبوت روحانی (عالم ارواح میں عطا کی جانے والی نبوت) بالفعل ثابت وموجود تسلیم کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ مذکورہ عبارات میں کیا روحانی نبوت بالفعل ثابت کی گئی ہے یا عرصہ خاص میں حقیقتاً منصب نبوت ثابت وموجود ماننے سے صاف انکار ہے؟

کیا جس ہستی کے لئے روحانی نبوت بالفعل ثابت مانی جائے اس کے نبی ہونے کا دعویٰ ناقابل تسلیم قرار دیا جاتا ہے؟ نیز ملاحظہ فرمائیں:

آپ آغاز ولادت سے منصب نبوت پر فائز نہیں تھے بلکہ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ مرتبہ ومقام عطا فرمایا۔ (تحقیقات اشاعت ثانی ص185)

اور ان کے علاوہ متعدد تصریحات شروع میں بھی گزر چکی ہیں دوبارہ ملاحظہ کرلیں۔ کیا عبارت مذکورہ میں چالیس سال تک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حقیقتاً منصب نبوت پر فائز تسلیم کیا گیا ہے یا حقیقتاً نبوت سے خالی اور عرصہ خاص میں آپ کو نبوت حاصل ہی نہ ہونے اور آپ کے صرف ولی ہونے کا عقیدہ تعلیم دیا گیا ہے؟

جواب طلب سوال یہ ہے کہ عالم ارواح میں نبوت بالفعل تسلیم کرنے کے باوجود قبل از بعثت کے عرصہ چالیس سال تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہونے کا عبارات صریحہ کے ساتھ انکار کرنا اور صرف مقام ولایت پر فائز تسلیم کرنا اگر عالم ارواح والی نبوت کے سلب وزوال کا عقیدہ نہیں ہے تو کیا حقیقتاً منصب نبوت پر فائز

ماننے کا عقیدہ ہے؟

کیا فاضل محقق کے نزدیک تحقیقات کی عبارات مذکورہ اور ان کے علاوہ دوسری عبارات صریحہ کا مطلب و معنی یہ ہے کہ: چالیس سال عمر مبارک تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحانی نبوت بالفعل ثابت وموجود تھی، سلب نہیں ہوئی تھی، آپ نبوت سے خالی نہیں رہے؟ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

کیا یہ دن کو رات اور رات کو دن کہنے کے مترادف نہیں ہے؟ کیا یہ حق گوئی کا مظاہرہ ہے؟ تحقیقات تو دعوائے نبوت اور تبلیغ سے پہلے عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی ماننے کے عقیدہ کو ایمان تو درکنار عقل وخرد کے تقاضوں سے بھی دور بتاتی ہے اور منصب نبوت کے ساتھ بدترین مزاح اور استہزاء کرنا قرار دیتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہیے کہ بدترین کفریہ عقیدہ قرار دیتی ہے کیونکہ منصب نبوت کے ساتھ بدترین مزاح اور استہزاء کفر جلی ہے۔ اور عالم ارواح میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقتاً منصب نبوت پر فائز فرمائے جانے کے عقیدہ کو علماء شرع کے اجماع کے خلاف بتاتی ہے اور قبل از بعثت کے عرصہ میں عالم ارواح والے منصب نبوت سے بالفعل نبی ماننے کو تمام علمائے شریعت کے نزدیک سراسر جہالت قرار دیتی ہے۔

(تفصیل کیلئے ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ'' اور ''تصریحات جلد اول'' کا مطالعہ کریں)

جبکہ فاضل محقق نے محاکمہ یہ فرمایا ہے کہ صاحب تحقیقات چالیس سال تک کے عرصہ میں روحانی نبوت بالفعل ثابت وموجود تسلیم کرتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ

یہ انصاف کا خون کرنا نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اور اگر فاضل محقق خالی ان الفاظ کے نہ کہنے کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں تو یہ فضلاء کے شایان شان نہیں ہے۔ فاضل محقق

تو چالیس سال کی عمر مبارک تک کی بات کرتے ہیں جبکہ تحقیقات میں تو قرآن کریم کی چند آیات مقدسہ کے نزول کے بعد بھی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کے بالفعل تحقق اور ثبوت کو علمائے اسلام میں اختلافی مسئلہ قرار دیا ہے جو کہ کم از کم ایک ضروری دینی امر کے ضروریاتِ دین سے ہونے کا انکار تو ضرور ہے اور علمائے اسلام پر بہتان عظیم بھی ہے اور اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو ایک ضروری دینی امر کا سرے سے انکار ہے اور نظریہ والے رسالہ میں ظلم عظیم کا مختصر بیان بھی گزشتہ اوراق میں آ چکا ہے۔

اور فقیر نے فاضل محقق کی طرف نبوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دو نسخے ارسال کئے تھے ایک بذریعہ ڈاک اور دوسرا دستی جو کہ فاضل محقق کو موصول ہوا، اور انہوں نے وصولی کا خط بھی بندہ کو ارسال کیا۔

تو فاضل محقق نے صاحب تحقیقات سے استفسار کیوں نہ کیا کہ آپ کے نام پر چھپنے والی کتاب میں ضروریات دین کے انکار کو عین اسلام قرار دیا گیا ہے تو اہل اسلام پر یہ ظلم کیوں روا رکھا گیا ہے؟ بلکہ الٹا تحقیقات سے اتفاق نہ کرنے والوں کو اس کے سمجھنے سے عاجز و قاصر قرار دے دیا ہے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

اور اگر بالفرض تسلیم کر ہی لیا جائے کہ نبوت تشریعی کی نفی مراد ہے، تو جواب طلب سوال یہ ہے کہ بالفعل نبوت تشریعی کی نفی کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی ہے؟ کیا پورے عالم میں کسی عقل مند انسان کا بقائمی ہوش وحواس یہ عقیدہ ہوسکتا ہے کہ وقت پیدائش سے ہی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شریعت نازل ہوگئی تھی اور نزول قرآن کریم سے پہلے چالیس سال تک کے عرصہ میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شریعت کی تبلیغ فرماتے رہے ہیں اور جہاد کرتے رہے ہیں وغیرہ؟ جب سارے جہان میں کسی کا یہ عقیدہ ہی نہیں ہے تو کس کے رد

میں یہ کتاب لکھی گئی ہے؟اس بات کی وضاحت بھی تو کی جانی چاہیے۔یا پھر واضح الفاظ میں اعتراف کرلیا جائے کہ عرصہ خاص میں منصب نبوت پر فائز ہونے کی مطلقاً نفی کی ہے نہ کہ بالفعل نبوت تشریعی کی نفی کی ہے۔

علاوہ ازیں تحقیقات میں متعدد تصریحات ایسی بھی ہیں جن میں عرصہ خاص میں نبی ہونے کی مطلقاً نفی ہے اور بالفعل کا لفظ ذکر ہی نہیں کیا گیا بلکہ عرصہ مذکورہ میں صرف روحانی اور باطنی استعداد وصلاحیت ہونے کی وجہ سے اسے بالقوۃ نبوت سے تعبیر کرنے کی صراحت بھی موجود ہے۔تو کیا ایسی عبارات میں بھی فاضل محقق بالفعل نبوت تشریعی کی نفی مراد ہونا قرار دیں گے؟ کیا ان حقائق کے ہوتے ہوئے فاضل محقق کا یہ بیان انصاف کے تقاضوں کے خلاف نہیں ہے؟فقیر کی رائے یہ ہے کہ حقیقی خیر خواہی قبولِ حق کی دعوت دینے میں ہے۔

ضروری تنبیہ:

تحقیقات میں بالفعل اور عملی طور پر نبی ہونے اور فرائض نبوت کی ادائیگی کا مکلف ہونے کو محلِ کلام اور موضوعِ بحث قرار دینا سراسر دھوکا دہی، دھاندلی اور خلط مبحث ہے۔ کیونکہ تحقیقات سے اتفاق نہ کرنے والوں سے بلکہ پورے جہان سے کسی صاحب عقل وخرد کا جب یہ نظریہ اور عقیدہ ہوسکتا ہی نہیں کہ حضور سرورکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل از بعثت کے عرصہ میں بھی عملی طور پر نبی تھے یعنی آپ پر فرائض نبوت نازل ہو چکے تھے اور آپ ان کی ادائیگی کے مکلف تھے۔تو پھر یہ نظریہ محل کلام اور موضوعِ بحث اور متنازع فیہ امر کیسے بن گیا۔یہ تو معاصرین پر سراسر افتراء اور بہتان ہے۔

(تفصیل کے لئے ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کا مطالعہ فرمائیں)

سوال یہ ہے کہ جس نظریہ اور عقیدہ کا جہان میں کوئی شخص بقائمی ہوش وحواس قائل

ہی نہیں ہوسکتا تو اس نظریہ کی تردید میں کتاب لکھنا، زندگی کے قیمتی لمحات ضائع کرنا نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اور کتاب بھی ایسی جس میں علمی خیانتیں ،علمائے اعلام پر افتراء اور بہتان تضادات وتناقضات اور بعض قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین کی مخالفت تک کا ارتکاب کیا گیا ہے۔اور نظریہ وہ پیش کیا ہے جو اجماع امت کے خلاف ہے اور اس کی اسلام میں گنجائش ہی نہیں ہے۔

فاضل محقق اور تحقیقات کی عبارات کی اصلاح اور وضاحت

فاضل محقق رقمطراز ہیں:

مشورہ استاذی المکرم کی خدمت میں یہی ہے کہ اس قسم کی عبارات جن میں کسی قسم کا بھی اشتباہ پایا گیا ہے ان کی کانٹ چھانٹ کی جائے۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص165)

جب دیکھا کہ مسئلہ میں حق کی تلاش نہیں (تا) تو تحقیقات کی مکمل شرح لکھنے سے اجتناب کرتے ہوئے چند غلط فہمیوں سے پردہ اٹھا دیا ہے۔استاذی المکرم کو بھی بطور نمونہ چند عبارات کے تبدیل کرنے کا مشورہ دے دیا ہے (تا) ورنہ مخالفین کے جوابات بالتفصیل بھی دیئے جاسکتے تھے۔(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص199)

الجواب:

فاضل محقق نے تحقیقات کی چند عبارات کی اصلاح اور انہیں غیر متنازع بنانے کی کوشش تو کی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ دوسروں کے مشورہ سے قابل اعتراض عبارات کی تبدیلی سے کیا صاحب کتاب کی فکر بھی تبدیل ہونا لازم ہے؟ اگر تو واقعی طور پر فکر بھی تبدیل ہو جائے اور عبارات کی اصلاح ضروری سمجھی جائے اور اپنے قابل اعتراض افکار ونظریات سے رجوع

اور قبول حق کی وضاحت کردی جائے تو بلاشبہ یہ اخلاص کی علامت اور لائق تحسین ہے۔

اور اگر صرف اعتراضات سے بچنے کے لئے عبارات تبدیل کی جائیں اور نظریہ وعقیدہ پہلا ہی رکھا جائے تو یہ سراسر دھوکا دہی ہے۔کاش فاضل محقق نے عبارات تبدیل کرنے کی بجائے فکر اور نظریہ تبدیل کرنے کا مشورہ دیا ہوتا۔

فاضل محقق سے جواب طلب سوال یہ ہے کہ آپ کی اصلاح کردہ عبارات اور تحقیقات کی اصل عبارات میں الفاظ اور عبارات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ مضمون ومعنی میں واضح اور نمایاں فرق ہے یانہیں؟

جب فاضل محقق نے عبارات تبدیل کرکے واضح طور پر مضمون ہی تبدیل کردیا ہے اور تبدیلی بھی غیر معمولی ہے حتی کہ بعض مقامات میں نفی اور اثبات کی حد تک مضمون میں فرق اور تفاوت ہے۔تو کیا اس سے عملاً اس چیز کا اعتراف اور اقرار کرنہیں لیا کہ عقائد اہل سنت کی روشنی میں جس چیز کا اثبات ہے تحقیقات میں متعدد مقامات پر اس کی نفی کی گئی ہے اور جس چیز کی نفی چاہیے اس کا اثبات ہے،لہذا عبارات اور مضامین تبدیل کرنا ضروری ہیں؟

اور فاضل محقق نے عبارات میں تبدیلی کرکے دکھائی بھی ہے کہ ایسے ایسے اصلاح کردی جائے۔جبکہ تنویر الابصار اور کوثر الخیرات کے کسی ایک فقرہ کو بھی تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ تحقیقات کو ان کے مطابق کرنے کے لئے بھرپور کوشش کی ہے لیکن اس کے باوجود یہ بھی لکھ دیا ہے کہ:

آپ کے عقائد ونظریات آپ کی کتب میں مختلف نہیں صرف سمجھنے کی ضرورت ہے

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص154)انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

فاضل محقق نے آپ کے عقائد ونظریات کو سمجھا ہے تو تحقیقات کی عبارات اور

مضامین کو تبدیل کرنا بھی ضروری سمجھا اور ایک نمونہ بنا کر دکھایا۔اور جب دوسروں نے ان عبارات کو قابل اعتراض قرار دیا ہے اور قبول حق کی دعوت دی ہے تو ان معروضات دیکھنے کے لئے فاضل محقق کے پاس فرصت ہی نہیں ہے کہ جائزہ تو لینا چاہیے شاید کسی نے ازراہ خیر خواہی کچھ لکھا ہو۔

نیز سوال یہ ہے کہ تحقیقات کے اصل مضامین حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی "**الیواقیت والجواهر فی بیان عقائد الاکابر**" کے مطابق ہیں یا فاضل محقق کی بھرپور کوشش سے اصلاح شدہ مضامین؟ اگر تو تحقیقات کے اصل مضامین ہی سیدی امام عبدالوہاب شعرانی کے بیان کردہ عقائد کے مطابق ہیں تو پھر ان مضامین میں تبدیلی کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی ہے؟ اور اگر تبدیلی اور اصلاح کے بعد مضامین الیواقیت والجواہر کے مطابق ہوئے ہیں تو پھر تحقیقات کو الیواقیت والجواہر کے مطابق قرار دینا کیا خلافِ واقع اور سراسر دھاندلی نہیں ہے؟

ضروری وضاحت:

فاضل محقق کا یہ کہنا کہ: ورنہ مخالفین کے جوابات بالتفصیل بھی دیئے جاسکتے تھے۔

تو اس کے بارے میں فقیر راقم الحروف واضح کر دینا چاہتا ہے کہ فاضل محقق کی یہ خوش فہمی ، دراصل غلط فہمی اور خام خیالی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا قلم پیدا ہی نہیں کیا جو تحقیقات ونظریہ میں قطعیات اسلام اور ضروریات دین واجماع امت کے خلاف پیش کردہ عقائد ونظریات کا عین اسلام ہونا ثابت کر سکے۔ اس لئے فاضل محقق اکیلے ہی نہیں بلکہ تحقیقات کی حامی جماعت محققین کو اپنی مدد کے لئے ساتھ ملالیں اور یہ تمام لوگ اپنی زندگی کے آخری سانس تک سر توڑ کوشش کرلیں پھر بھی تحقیقات ونظریہ کا درست اور عقائد اہل سنت

کے مطابق ہونا ثابت نہیں کر سکتے۔

اس لئے ہمدردانہ اپیل ہے کہ آج وقت ہے کہ اس ظلم عظیم کی تائید سے رجوع کرلیں اور امت مسلمہ کو اس نظریاتی تباہی کی وادی میں دھکیلنے کی بجائے نکالنے کی کوشش کرلیں اور قبول حق کا تحریری وتقریری اعلان کردیں ورنہ کل قیامت کے دن کوئی عذر مسموع نہیں ہوگا۔ اللّٰھم ارزقنا حسن الخاتمۃ

اب فاضل محقق کی اصلاح کا کچھ نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

فاضل محقق اور تحقیقات کی پہلی عبارت کی اصلاح

فاضل محقق نے لکھا ہے:

استاذی المکرم کی کتاب سے ایک اقتباس: جس پر اعتراض کیا جارہا ہے، معمولی الفاظ کے ردوبدل سے تنازع ختم ہوسکتا ہے: ''الغرض جب نبی اور رسول کے واسطہ اور وسیلہ بنانے کی ضرورت یہ ہے کہ (تا) توجس ہستی پر وحی اور ملائکہ کا نزول ہی نہ ہوا ہو اور بندوں کیلئے واجب اور لازم عقائد اور اعمال کی تفصیلات سے خود ان کو بھی آگاہ نہ کیا گیا ہو تو بندے ان سے استفادہ اور استفاضہ کیسے کریں اور وہ ان کی رشد وہدایت کا سامان کیا کریں گے بلکہ وہ اپنے نبی اور رسول ہونے پر کسی کو مطلع ہی نہ کریں اور اس منصب کا اظہار ہی نہ کریں تو ان سے استفادہ واستفاضہ کا کیا امکان اور ان کو نبی بنانے کا کیا فائدہ''۔ (تحقیقات ص50)

آخری چند سطور کو یوں تحریر کردیا جائے تو بہتر ہے:

توجس ہستی پر وحی اور ملائکہ کا نزول ہی نہ ہوا ہو اور بندوں کے لئے واجب اور لازم عقائد اور اعمال کی تفصیلات سے ان کو آگاہ کرنے کا رب تعالیٰ نے حکم ہی نہ دیا ہو تو بندے ان سے تا حکم الٰہی استفادہ اور استفاضہ نہیں کر سکتے اور نہ وہ ان کو رشد وہدایت کی

راہ پر گامزن کر سکتے ہیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اپنے اس منصب کا اظہار کر سکتے ہیں۔ جب آپ اپنی نبوت کا اظہار ہی نہیں کریں گے تو ان سے استفاضہ واستفادہ نہیں کیا جا سکے گا۔ وحی کے آنے تک نبوت جسمانی کا تعلق نبوت روحانی سے نہیں ہو سکے گا۔

آسان لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ نبی تو آپ پہلے سے ہی چلے آ رہے ہیں لیکن اعلان نبوت آپ نے بعد میں کیا۔ اعلان نبوت تک نبوت روحانی آپ کو حاصل رہی۔ اعلان نبوت کے بعد نبوت جسمانی بھی حاصل ہوگئی۔ ''وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰى'' کے مطابق نور علی نور کی کیفیت حاصل ہوگئی۔ ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص 165-166)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

تحقیقات اور فاضل محقق کی عبارت مذکورہ بغور ملاحظہ کرلیں، کیا دونوں میں مضمون ایک ہے یا دونوں کے درمیان زمین وآسمان اور دن اور رات کا فرق ہے؟

تحقیقات بتاتی ہے: اور بندوں کے لئے واجب اور لازم عقائد اور اعمال کی تفصیلات سے خود ان کو بھی آگاہ نہ کیا گیا ہو۔

اور فاضل محقق کہتے ہیں: اور بندوں کے لئے واجب اور لازم عقائد اور اعمال کی تفصیلات سے ان کو آگاہ کرنے کا رب تعالیٰ نے حکم ہی نہ دیا ہو۔

تحقیقات بتاتی ہے: تو ان سے استفادہ واستفاضہ کا کیا امکان اور ان کو نبی بنانے کا کیا فائدہ۔

گزارش یہ ہے کہ عبارت مذکورہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ صاحب تحقیقات کے نزدیک بعثت مقدسہ سے پہلے عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نبی ہونا بے

فائدہ ہے۔ اور بے فائدہ فعل کا اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے صدور تو ناممکن ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے عرصہ مذکورہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی بنایا ہی نہیں۔ تو لوگوں کا اس عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے کا عقیدہ رکھنا گویا خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی بنانا ہے۔

اور یہ بات بھی خوب واضح ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے نبی نہیں بنایا اس کے نبی ہونے کا عقیدہ رکھنا سراسر گمراہی ہے۔ لہذا قبل از بعثت کے چالیس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی ماننے والے سراسر گمراہی میں مبتلا ہیں کیونکہ خود ہی نبوت تقسیم کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

یہ ہے تحقیقات میں پیش کردہ نظریہ اور عقیدہ جسے اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ تو جس ہستی پر (تا) اور ان کو نبی بنانے کا کیا فائدہ۔

نتیجہ کلام یہ ہے کہ تحقیقات کی عبارت مذکورہ میں قبل از بعثت کے عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے کا صاف انکار کیا گیا ہے۔

جبکہ فاضل محقق نے اس کے بدلے یہ لکھا ہے:

''تو ان سے استفاضہ واستفادہ نہیں کیا جاسکے گا۔ وحی آنے تک نبوت جسمانی کا تعلق نبوت روحانی سے نہیں ہو سکے گا۔''

غور فرمالیں اس عبارت میں عرصہ مذکور میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا انکار نہیں بلکہ اقرار ہے۔

اور آخری حصہ میں جو لکھا ہے کہ: آسان لفظوں میں یوں کہا جاسکتا، تا آخر۔

اس میں قبل از بعثت کے عرصہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی صراحت کردی ہے۔

جب تحقیقات کی عبارت اور فاضل محقق کی عبارت کے مضمون میں اس قدر تفاوت

اوراختلاف ہے کہ تحقیقات میں جس چیز کی نفی کی گئی ہے فاضل محقق نے اسے ثابت کیا ہے اور فاضل محقق نے یہ تمام کوشش اس لئے کی ہے کہ مضمون قابل اعتراض نہ رہے تو پھر فاضل محقق کو واضح الفاظ میں اس بات کا اعتراف کرلینا چاہیے کہ جس قدر نفی اور اثبات میں فرق ہے اتنا ہی سیدی عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی الیواقیت والجواہر وتنویر الابصار وکوثر الخیرات اورتحقیقات کے درمیان فرق ہے۔تحقیقات میں پیش کردہ نئے نظریات کا حال تو یہی ہے۔

اورتحقیقات کو پہلی تین کتابوں کے مطابق بتانا دین میں خیانت اورعوام الناس کی گمراہی کا سامان کرنا ہے۔

فاضل محقق اورتحقیقات کی عبارت کی انوکھی اصلاح

گزارش یہ ہے کہ تحقیقات ونظریہ کی حمایت میں لکھنے والا کوئی شخص بھی شرعی حدود کی پاسداری ہرگز نہیں کرسکتا کیونکہ جن کتب میں بعض قطعیات اسلام اورضروریات دین و اجماع امت کی مخالفت کا ارتکاب ہی کرلیا گیا ہے ان کی حمایت اور شریعت مطہرہ کی رعایت،ان دونوں کا جمع ہونا ناممکن اورمحال ہے۔

فاضل محقق تحقیقات کی اصلاح کرتے کرتے خود ہی قطعیات اسلام اورضروریات دین کی مخالفت میں مبتلا ہوگئے اورانہیں احساس تک نہیں ہوا۔

فاضل محقق کی عبارت منقولہ کا آخری حصہ بغور ملاحظہ کریں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

اعلان نبوت تک نبوت روحانی آپ کو حاصل رہی۔اعلان نبوت کے بعد نبوت جسمانی بھی حاصل ہوگئی۔ ''وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى '' کے مطابق نورعلی نور کی کیفیت حاصل ہوگئی۔ (ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص166)

الجواب:

الف: جسمانی نبوت سے مراد: عالم اجسام میں عطا کی جانے والی نبوت ہے۔
جبکہ قرآن کریم کی پہلی وحی کے نزول کے ساتھ اس نبوت کا قطعی اور یقینی طور پر حاصل ہو جانا، با جماع علمائے امت ضروریات دین سے ہے اور اس کے بعد ایک لحظہ اور ایک آن کے لئے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نبوت کا حصول اور ثبوت و تحقق مؤخر ماننا ضروریات دین کے خلاف اور ظلم عظیم ہے۔

اور رو اللہ تعالیٰ اعلم پہلی وحی کے نزول سے کتنا وقت گزرنے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا۔

اور فاضل محقق نے قرآن کریم کی ابتدائی آیات مقدسہ کے نزول کے ساتھ نبوت جسمانی کا حاصل ہونا، تسلیم کرنے کی بجائے اعلان نبوت کے بعد اس کا حاصل ہونا بتایا ہے۔

ملاحظہ کریں: ''اعلان نبوت کے بعد نبوت جسمانی بھی حاصل ہوگئی، تا آخر۔''

اور اسے ''وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى '' کے مطابق نور علی نور کی کیفیت حاصل ہونا قرار دیا ہے۔

جبکہ حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ اعلان نبوت تک نبوت جسمانی کا حاصل ہونا مؤخر ماننا تو درکنار سورہ علق کی ابتدائی آیات کے نزول سے ایک لحظہ اور ایک آن کے لئے بھی نبوت کا حصول مؤخر ماننا با جماع علمائے امت ضروریاتِ دین کے خلاف ہے جس کی اسلام میں ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

اور فاضل محقق کے لئے یہ دراصل تحقیقات کی حمایت کی سزا ہے کہ انہیں احساس تک نہیں ہوا کہ میں ضروریات دین کے خلاف لکھ رہا ہوں۔ اور جس نظریہ کی اسلام میں

گنجائش ہی نہیں ہے اسے اصلاح عقائد کے طور پر پیش کررہا ہوں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ضروری تنبیہ:

الف: تحقیقات ونظریہ کی حمایت میں جو بھی لکھے گا وہ قطعیات اسلام اور ضروریات دین کی مخالفت کو بھی اعلیٰ درجہ کی تحقیق اور دین متین کی خدمت ہی سمجھے گا۔ اگر اپنے قلم سے ضروریات دین اور قطعیات اسلام کے خلاف نہ بھی لکھے تو تحقیقات ونظریہ چونکہ اس ظلم عظیم کے ارتکاب پر مشتمل ہیں لہذا انہیں درست سمجھنا اور ان کی حمایت کرنا ہی اس ظلم عظیم میں برابر شریک ہونا ہے۔

ب: اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ اعلان نبوت سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا ظہور ہوا ہے نہ کہ اعلان نبوت کے ساتھ آپ کو نبوت حاصل ہوئی تھی۔ جبکہ فاضل محقق نے لکھا ہے کہ: اعلان نبوت کے بعد نبوت جسمانی بھی حاصل ہوگئی۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

فاضل محقق اور تحقیقات کی دوسری عبارت کی اصلاح

فاضل محقق نے لکھا ہے: اس سے آگے استاذی المکرم کا ارشاد یہ ہے:

اس لئے محقق علمائے کرام نے نبی ورسول پر اپنی نبوت ورسالت کے اظہار و اعلان کو لازم اور ضروری ٹھہرایا اور ایسے منصب کے مالک کا اس کے متعلق نہ دعوی کرنا اور نہ گفتگو کرنا اور کلام، خلاف عقل ودانش قرار دیا ہے کیونکہ اس صورت میں باری تعالیٰ کا اس ہستی کو نبوت ورسالت عطا کرنا سراسر عبث اور بے فائدہ ہوکر رہ جائے گا اور اللہ تعالیٰ عبث اور بے فائدہ کام کرنے سے مبرا اور منزہ ہے لہذا چالیس سال تک اور عمر شریف کی تقریباً دوتہائی تک نبوت کے حصول کے باوجود آپ کو مہر بلب تسلیم کرنا آپ کے حق میں فرض کے

تارک ہونے اور اللہ تعالیٰ کے حق میں بے فائدہ اور عبث امر کے ارتکاب کا عقیدہ رکھنے کے مترادف ہے جو کہ اہل ایمان بلکہ ارباب عقل و دانش کی شان سے بعید ہے۔

(تحقیقات ص 50-51)

اس عبارت کو بھی کافی نشانہ بنایا جارہا ہے اگر اس میں ترمیم یا وضاحت کر دی جائے تو مناسب ہے ۔وضاحت کی صورت میں تو صرف ایک دو لفظوں کی زیادتی کی ضرورت ہے۔ نبی و رسول پر اپنی نبوت اور رسالت جسمانی (جس کا تعلق اجسام کی تبلیغ سے ہے) کے اظہار و اعلان کو لازم اور ضروری ٹھہرایا۔

بہتر اور شائستہ عبارت یوں ہونی چاہیے:

''اس لئے علمائے کرام نے نبی و رسول پر اس وقت اپنی نبوت و رسالت کے اظہار و اعلان کو لازم اور ضروری ٹھہرایا جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلان نبوت کی اجازت دے دی اور جب کہ عالم اجسام کی تبلیغ کی اجازت فرمادی گئی تو اس کے بعد آپ کا اپنی نبوت کا لوگوں کے سامنے دعویٰ نہ کرنا اور نہ ہی اپنی نبوت کے متعلق گفتگو و کلام کرنا عقل و دانش کے خلاف ہے کیونکہ اس صورت میں باری تعالیٰ کا اس ہستی کو نبوت و رسالت عطاء کرنا سراسر عبث اور بے فائدہ ہو کر رہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ عبث اور بے فائدہ کام کرنے سے مبرا اور منزہ ہے لہذا چالیس سال تک اور عمر شریف کے تقریباً دو تہائی تک عالم اجسام میں آپ کو اعلان نبوت کی اجازت نہ دینے کے باوجود آپ کی نبوت جسمانی کو تسلیم کرنا پھر آپ کو مہر بلب تسلیم کرنا آپ کے حق میں فرض کے تارک ہونے اور اللہ تعالیٰ کے حق میں بے فائدہ اور عبث امر کے ارتکاب کا عقیدہ رکھنے کے مترادف ہے جو کہ اہل ایمان بلکہ ارباب عقل و دانش کی شان سے بعید ہے۔''

ہاں! یہ بھی خیال رہے:

بات نبوت جسمانی کے متعلق ہو رہی ہے جس کے اعلان کی اجازت رب تعالیٰ نے آپ کو چالیس سال بعد عطاء کی۔ نفس نبوت جو آپ کو عالم ارواح میں حاصل ہوئی وہ جوں کی توں رہی۔ اس میں میری کوئی بات نہیں اور نہ ہی اس نبوت کا میں انکار کرتا ہوں۔ یہ لوگوں کی غلط فہمی ہے جنہوں نے مجھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مطلقاً نبوت کا چالیس سال تک منکر قرار دے کر یہاں تک کہہ دیا کہ مولوی اشرف تو قادیانیوں سے بھی آگے نکل گیا جس نے سرے سے نبوت کا بھی انکار کر دیا ہے، یہ بہتان عظیم ہے۔

راقم استاذی المکرم کے عقیدے سے بہت اچھی طرح واقف ہونے پر آپ کے دل کا ترجمان بن کر بات کر رہا ہے۔ ظاہر الفاظ کو تبدیل کا مشورہ بھی با تدبیر مشیر کا ہے۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص166-167-168)

الجواب:

تحقیقات کی عبارت مذکورہ کے حوالے سے ''نبوت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ''، میں ضرورت کے مطابق کلام کیا جا چکا ہے اور اب فاضل محقق کی تشریح تحقیقات کا نمونہ پیش کرنا مقصود ہے۔ تحقیقات کی عبارت اور فاضل محقق کی تشریح بغور ملاحظہ کر لیں۔

تحقیقات کی عبارت منقولہ سے واضح ہے کہ نزول قرآن کریم کے آغاز سے پہلے عرصہ میں عالم ارواح والی نبوت سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدستور نبی ہونے کا عقیدہ رکھنا آپ کے حق میں فرض کے تارک اور اللہ تعالیٰ کے حق میں بے فائدہ اور عبث کام کے ارتکاب کا عقیدہ رکھنے کے مترادف ہے جو کہ اہل ایمان کا عقیدہ ہونا تو در کنار ارباب عقل و دانش کی شان سے بھی بعید ہے کہ ایسا عقیدہ رکھیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ چالیس سال عمر مبارک تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقی نبی ہونے کا عقیدہ کسی مسلمان کا ہونا تو درکنار کسی دوسرے عقل مند آدمی کا بھی نہیں ہو سکتا۔ جبکہ فاضل محقق نے اس کی اصلاح کے لئے جو عبارت لکھی ہے وہ دوبارہ بغور ملاحظہ فرمالیں: بہتر اور شائستہ عبارت یوں ہونی چاہیے: تا آخر۔

اس میں فاضل محقق نے یہ بتایا ہے کہ اعلان نبوت اور تبلیغ کی اجازت کے بعد آپ کا اپنی نبوت کے بارے میں لوگوں سے گفتگو اور کلام نہ کرنا عقل ودانش کے خلاف ہے اور آپ کی عمر مبارک تقریباً دو تہائی تک عالم اجسام میں آپ کی نبوت جسمانی تسلیم کرنا پھر آپ کو مہر بلب تسلیم کرنا آپ کے حق میں فرض کے تارک اور اللہ تعالیٰ کے حق میں عبث اور بے فائدہ کام کرنے کا عقیدہ رکھنے کے مترادف ہے جو کہ اہل ایمان بلکہ ارباب عقل ودانش کی شان سے بھی بعید ہے۔

تحقیقات چالیس سال عمر مبارک تک مطلقاً نبوت کی نفی کرتی ہے اور فاضل محقق عرصہ مذکورہ میں نبوت جسمانی کی نفی کرتے ہیں جس کا سارے جہان میں کوئی شخص بقائمی ہوش وحواس قائل ہو ہی نہیں سکتا۔

تحقیقات قبل از بعثت کے عرصہ میں نبی ہونے کے باوجود اپنی نبوت کے بارے میں گفتگو اور کلام نہ کرنا خلاف عقل ودانش بتاتی ہے جبکہ فاضل محقق بعد از بعثت نبوت کے اعلان اور تبلیغ کی اجازت کے باوجود خاموشی کو خلاف عقل ودانش قرار دیتے ہیں۔ یعنی تحقیقات قبل از بعثت مطلقاً نبوت کی نفی کرتی ہے اور فاضل محقق بعد از بعثت نبوت جسمانی ثابت کرتے ہیں۔

اب فاضل محقق کی اس سے بعد والی عبارت: ہاں! یہ بھی خیال رہے:

بات نبوت جسمانی کے متعلق ہو رہی ہے، تا آخر۔ دوبارہ ملاحظہ کرلیں۔

الجواب:

گزارش یہ ہے کہ ایسی تشریح پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہی پڑھنا چاہیے۔

کب بات نبوت جسمانی کے متعلق ہو رہی ہے؟ یہ تو صاف غلط بیانی اور دھاندلی ہے۔ پورے جہان میں کسی عقل مند کا یہ عقیدہ نہیں ہوسکتا کہ بعثت مقدسہ والی نبوت عالم اجسام میں آپ کے ظہور مقدس اور جلوہ گر ہونے کے ساتھ ہی آپ پر نازل ہوگئی تھی اور آپ فرائض نبوت کی ادائیگی کے مکلف تھے۔

بات تو عالم ارواح والی نبوت کی ہو رہی ہے کہ آیا قبل از بعثت کے عرصہ میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس نبوت سے بدستور نبی ہی تھے؟ اور اگر اس کی بات ہی نہیں ہو رہی تھی تو پھر تحقیقات کی یہ عبارت:

عالم ارواح میں نبی ہونے سے پیدا ہوتے ہی نبی ورسول ہونا لازم نہیں آتا۔

(تحقیقات ص26)

اور دوسری تصریحات میں عالم ارواح والی نبوت تسلیم کرکے اور اس کا حوالہ دینے کے بعد عالم اجسام میں چالیس سال تک مطلقاً نبوت کی نفی اور انکار کرنے کا کیا معنی ہے؟

نیز جب عالم اجسام میں جلوہ گری کے ساتھ ہی عالم اجسام والی نبوت سے مشرف فرمائے جانے اور تبلیغ احکام وغیرہ فرائض نبوت کے نازل ہوجانے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان کی ادائیگی کا مکلف ہونے کا عقیدہ ہی کسی خادم دین کا نہیں ہوسکتا تو اس نبوت کو متنازع فیہ امر قرار دینا اور کہنا کہ بات نبوت جسمانی کے متعلق ہو رہی ہے کیونکر قابل تسلیم ہوسکتا ہے۔

فاضل محقق نے آخر میں لکھا ہے:

راقم استاذی المکرم کے عقیدے سے بہت اچھی طرح واقف ہونے پر آپ کے دل کا ترجمان بن کر بات کر رہا ہے۔

الجواب:

گزارش یہ ہے کہ ممکن ہے کسی دوسرے شخص کو بھی فاضل محقق کے اس بیان سے اختلاف نہ ہو۔لیکن سوال یہ ہے کہ ان کے دل کی ترجمانی ان کے اپنے قلم سے کروانے کی بھرپور کوشش کیوں نہیں کی گئی؟ (بلکہ اس مسئلہ کی بابت اس طویل عرصہ میں بالمشافہہ گفتگو نہ کرنے کا فاضل محقق نے خود اعتراف کیا ہے) اور تحقیقات و نظریہ کی صورت میں امت مسلمہ پر جو ظلم عظیم کیا گیا ہے اس کا کون ذمہ دار ہے؟

ان کے نام پر ان کی زندگی میں ان کے سامنے جب یہ چھپی ہیں اور انہوں نے تردید نہیں کی تو اصولی طور پر ذمہ داری انہیں پر عائد ہوتی ہے لہذا ان کو بری الذمہ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

جب انہوں نے اپنے قلم سے اس معاملہ کو حل نہیں کیا تو ان کے دل کی ترجمانی دوسرے کرتے بھی رہیں تو کیا فائدہ؟

جب تحریر ان کے نام سے ان کے روبرو منظر عام پر آ رہی ہے تو دل میں جو بھی ہو شریعت مطہرہ کی گرفت اس تحریر پر ہونا تو ایک لازمی امر ہے تاوقتیکہ اپنے آپ کو اس تحریر سے نکال لیا جاتا یا تحریر اپنی ہونے کی صورت میں اس سے رجوع اور قبول حق کی تحریر اپنے قلم سے دے دیتے اور یہ امر بھی فاضل محقق کے پیش نظر رہنا چاہیے کہ تحقیقات و نظریہ کے مؤیدین بھی اس نظریاتی فساد میں برابر ذمہ دار ہیں۔

فاضل محقق نے آخر میں لکھا ہے کہ:

ظاہر الفاظ کو تبدیل کا مشورہ بھی با تدبیر مشیر کا ہے۔ (کتاب مذکور ص 168)

الجواب:

یہ بات خلافِ واقع ہے کیونکہ فاضل محقق نے عملاً صرف ظاہر الفاظ کو تبدیل کرنے کا مشورہ نہیں دیا بلکہ عبارات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ مضامین تبدیل کرنے کا مشورہ دیا ہے اور تبدیل کر کے دکھائے ہیں جیسا کہ تحقیقات کی مذکورہ دونوں عبارات اور فاضل محقق کی عبارات آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

البتہ واضح الفاظ میں اس بات کا اعتراف کرنا کہ تحقیقات کی عبارات کو تبدیل کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے بہت سارے مضامین تبدیل کرنا بھی لازم اور ضروری ہے۔ اس کو باعث عار سمجھا جا رہا ہے، اس لئے فاضل محقق نے لکھ دیا ہے کہ:

ظاہر الفاظ کو تبدیل کا مشورہ بھی با تدبیر مشیر کا ہے۔

اور کتاب کے نام میں بھی تشریح تحقیقات کے الفاظ منتخب کئے ہیں اگر اس کی جگہ تغییر تحقیقات یا تبدیل تحقیقات نام رکھتے تو بہت مناسب ہوتا کیونکہ اسم با مسمی ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ احقاق حق اور ابطال باطل کی توفیق بخشے۔

فاضل محقق اور تحقیقات کی تیسری عبارت کی وضاحت

فاضل محقق نے لکھا ہے:

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کی عبارت کی وضاحت بھی ضروری ہے: (تا) ''والاظہر انہ کان قبل الاربعین ولیا ثم بعدھا صار نبیا ثم صار رسولا''۔

اور زیادہ ظاہر اور جزمی امر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چالیس سال پورے ہونے سے قبل صرف ولی تھے اور اس مدت کے پورے ہونے پر نبی بن گئے بعد

ازاں منصب رسالت پر فائز ہوئے۔ وضاحت یوں ہونی چاہیے:

چالیس سال کے مکمل ہونے کے بعد آپ کو جو نبوت حاصل ہوئی اس سے مراد وہ نبوت ہے جس کا تعلق اجسام سے ہے جسے نبوت جسمانی کہا جاتا ہے۔

چالیس سال تک آپ کی ولایت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بیان فرمائی اس سے مراد عند الناس ولایت ہے نہ کہ عند اللہ۔ اس لئے کہ عند اللہ تو آپ نبی ہی تھے۔ لوگ آپ کو صادق و امین وغیرہ کے القاب دیتے تھے لیکن نبی نہیں کہتے تھے۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص155-156)

الجواب:

الف: الحمد للہ تعالیٰ مرقات کی عبارت کی وضاحت سے صاحب تحقیقات کا اس عبارت سے استدلال باطل ہوگیا ہے کیونکہ تحقیقات میں یہ عبارت ''ہدایۃ المتذ بذب الحیر ان'' کے اقتباس کے ضمن میں منقول ہے جبکہ اس اقتباس میں مزید عبارات بھی ہیں جو تحقیقات میں پیش کردہ نظریہ کو خوب واضح کررہی ہیں، ملاحظہ کریں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیدائش کے وقت سے ہی نبی اور رسول تسلیم کیا جائے تو ان علما پر کیا فتویٰ عائد ہوگا جنہوں نے چالیس سال پورے ہونے پر آپ کو نبوت ملنا تسلیم کیا۔

(تحقیقات اشاعت اول ص24)

اگر آپ نبی اور رسول تھے تو تبلیغ فرماتے۔ (تحقیقات ص25)

تو معلوم ہوا کہ دعوائے نبوت اور اظہار معجزہ کے بغیر نبوت ثابت نہیں ہوتی۔

(تحقیقات ص26)

عالم ارواح میں نبی ہونے سے پیدا ہوتے ہی نبی و رسول ہونا لازم نہیں آتا۔

(تحقیقات ص26)

ان عبارات کے ساتھ مرقات کی عبارت مذکورہ بھی ہے جس کا ترجمہ تحقیقات میں یہ لکھا ہے کہ: اور زیادہ ظاہر اور جزمی امر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال پورے ہونے سے قبل صرف ولی تھے اور اس مدت کے پورے ہونے پر نبی بن گئے بعد ازاں منصب رسالت پر فائز ہوئے۔ (تحقیقات اشاعت اول ص23)

توعبارات مذکورہ سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ تحقیقات اس عقیدہ کی تبلیغ کررہی ہے کہ چالیس سال عمر مبارک تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف ولی تھے اور منصب نبوت پر ہرگز فائزنہیں تھے۔

جبکہ فاضل محقق نے تشریح تحقیقات میں تحقیقات کی تشریح کرنے کی بجائے اس کی تردید کردی ہے اور بتایا ہے کہ مرقات کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ چالیس سال عمر مبارک تک اس زمانہ کے لوگوں کے نزدیک آپ ولی تھے اور عند اللہ تو آپ نبی ہی تھے یعنی حقیقتاً منصب نبوت پر فائز تھے۔ اور آپ کے اس منصب عالی پر فائز ہونے کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو تھا، اس زمانہ کے لوگوں کو نہ تھا، اس لئے وہ لوگ آپ کو صادق وامین وغیرہ القاب دیتے تھے اور آپ کے نبی ہونے کا علم نہ ہونے کی وجہ سے آپ کو نبی نہیں کہتے تھے۔

اس وضاحت سے فاضل محقق نے اس بات کا عملاً اعتراف کرلیا ہے کہ مرقات کی عبارت کو تحقیقات میں تبلیغ کئے جانے والے نظریہ اور عقیدہ کی دلیل کے طور پر پیش کرنا سراسر دھاندلی ہے۔

یہ مختصر گفتگو تو فاضل محقق کی بیان کردہ وضاحت کے پیش نظر ہے۔ اور اگر مرقات کی عبارت کا وہی مطلب ہو جو صاحب تحقیقات کا مقصود ومدعا ہے تو اس عبارت کے جوابات ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ'' میں دیئے جاچکے ہیں۔

ب: گزارش یہ ہے کہ تحقیقات کے مؤیدین اگر صاف اور سیدھی بات کر دیں تو اختلاف ہی ختم ہو جائے گا لیکن دھاندلی چھوڑی نہیں جا رہی۔

مرقات میں عبارت منقولہ سے پہلے یہ عبارت بھی ہے "ویحتمل ان یکون نبیا قبل اربعین غیر مرسل"۔اور احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چالیس سال عمر مبارک پوری ہونے سے پہلے عرصہ میں نبی ہوں، رسول نہ ہوں۔

تو اس عبارت کے تناظر میں فاضل محقق نے وضاحت میں مرقات کی عبارت کا ایسا مطالب بیان کیا ہے جو صاحب کلام کے منشاومراد کے بالکل خلاف ہے۔

اگرچہ اس وضاحت کی رو سے تحقیقات والے اپنے نئے نظریہ اور عقیدہ میں صاحب مرقات کو اپنا مقتدا اور پیشوا تو نہیں بنا سکتے لیکن کلام کے سیاق وسباق کے پیش نظر یہ وضاحت مرقات کی عبارت مذکورہ پر منطبق نہیں ہوتی کیونکہ اس وضاحت کو صحیح اور درست تسلیم کرنے کی صورت میں اس سے پہلے والی عبارت جو کہ تحقیقات میں عبارت منقولہ کے بالکل قریب ہی موجود ہے۔

"ویحتمل ان یکون نبیا قبل اربعین غیر مرسل" کا مطلب یہ ہوگا کہ چالیس سال عمر مبارک پوری ہونے سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس زمانہ کے لوگوں کے نزدیک بھی (نبی) تھے اور رسول نہ تھے۔

جبکہ فاضل محقق اس کو ہرگز درست تسلیم نہیں کریں گے۔

نیز جواب طلب سوال یہ ہے: کیا نزاع اور اختلاف اس میں ہے کہ چالیس سال عمر مبارک پوری ہونے سے پہلے زمانہ میں لوگ آپ کو نبی کہتے تھے یا نہیں؟ کہ فاضل محقق لکھ رہے ہیں چالیس سال (تا) لوگ آپ کو صادق وامین وغیرہ کے القاب دیتے تھے لیکن

نبی نہیں کہتے تھے۔

جب قبل از بعثت کے زمانہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے عالم ارواح میں آپ کے منصب نبوت پر فائز ہونے کی اطلاع اور آگاہی واقع ہی نہیں ہوئی۔تو اس زمانہ میں لوگ آپ کو عالم ارواح والی نبوت سے نبی کیسے سمجھتے اور آپ کو نبی کیسے کہتے؟

اختلاف اور نزاع تو اس بات میں ہے کہ عالم اجسام میں وحی نبوت سے مشرف ہونے اور نزول قرآن کریم کے زمانہ میں جس وقت کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منصب نبوت ورسالت پر فائز ہونا ضروریات دین سے ہے۔اور اس وقت آپ کے ارشادات حجت شرعیہ ہیں تو اس دورانیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باذن اللہ تعالیٰ ایک غیبی امر کی اپنی امت کو اطلاع دی ہے اور عالم ارواح سے ہی منصب نبوت پر فائز ہونے والی اپنی شان سے آگاہ فرمایا ہے۔

تو اب سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو آپ کے قبل از بعثت کے عرصہ میں بھی حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہونے کا عقیدہ رکھنا چاہیے یا صرف مقام ولایت پر فائز ہونے کا؟

تو تحقیقات اس کی تبلیغ کرتی ہے کہ عرصہ مذکورہ میں صرف مقام ولایت پر فائز ہونے کا عقیدہ رکھنا چاہیے اور اس پر اجماع امت ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عالم ارواح میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حقیقتاً مشرف بہ نبوت ہونا تسلیم کرنے کے بعد قبل از بعثت کے عرصہ میں صرف مقام ولایت پر فائز ماننے کے عقیدہ اور نظریہ کی اسلام میں گنجائش ہی نہیں ہے چہ جائیکہ پوری امت مرحومہ کا ہی یہ عقیدہ ہو کیونکہ اس عقیدہ سے تو عالم ارواح والے منصب نبوت کا زوال پذیر ہونا لازم آتا ہے جو کہ ناممکن اور محال ہے۔

اور مرقات کی عبارت مذکورہ اپنے معنی ومفہوم میں واضح ہے کیونکہ اس میں ولی کو نبی

کے مقابل ذکر کیا ہے اور یہ بات خوب ظاہر ہے کہ جب نبی کے مقابل ولی مذکور ہوگا تو اس سے ایسا ولی مراد ہوگا جو کہ نبی نہ ہو۔

جبکہ فاضل محقق نے کہا ہے عندالناس ولی مراد ہے اس لئے کہ عنداللہ تو آپ نبی ہی تھے۔ دراصل تحقیقات میں دوسرے مقام پر علامہ سالمی کی تمہید کی عبارت پیش کی گئی ہے جو کہ وضاحتی خط میں بھی گزر چکی ہے اوراس کا معنی یہ بتایا ہے کہ عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف عنداللہ نبی تھے اور عندالناس ولی تھے۔ فاضل محقق کی وضاحت اس پر مبنی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ: تمہید کی عبارت میں الناس سے مرادکون لوگ ہیں؟ کیا تحقیقات کے نظریات کے حامی لوگ مراد ہیں اور وہ قبل از بعثت کے زمانہ میں موجود ہیں اور ان کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت پر حجت شرعیہ قائم نہیں ہوئی اس لئے اس دورانیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صرف ولی ہونے کا عقیدہ رکھے ہوئے ہیں؟ کیونکہ علامہ سالمی کی عبارت میں الناس سے مراد کسی بھی نبی کے زمانہ قبل از بعثت کے لوگ ہیں۔

اور علامہ سالمی کے نزدیک ہر نبی وحی نبوت کے نزول اور دعوائے نبوت سے پہلے بھی حقیقی نبی تھا جبکہ اس زمانہ کے لوگ ان کے اس منصب رفیع سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ان کے صرف ولی ہونے کا عقیدہ رکھے ہوئے تھے۔

جبکہ تحقیقات میں عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہونے کی مطلقاً نفی کی گئی ہے۔

تو علامہ سالمی کے نزدیک عنداللہ نبی کا جو مطلب اور معنی ہے جب تحقیقات میں وہ مراد ہی نہیں ہے تو اس عبارت کو پیش کرنا اور ڈھال بنانا سراسر دھوکا دہی ہے۔ اور تمہید کی عبارت کی مدد سے فاضل محقق کی وضاحت کی حقیقت بھی یہی ہے۔

جبکہ اصل مسئلہ بالکل واضح ہے کہ:

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت اجابت کے لئے عالم ارواح سے ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب نبوت پر فائز ہونا، حجت شرعیہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ تو لامحالہ یہ حجت شرعیہ جن افرادِ امت کے علم میں آئے گی انہیں قبل از بعثت کے زمانہ میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقی نبی ہونے کا عقیدہ رکھنا چاہیے نہ کہ قبل از بعثت کے زمانہ کے لوگوں کی طرح صرف ولی ہونے کا عقیدہ رکھیں کیونکہ اس زمانہ کے لوگ تو آپ کے اصل مقام سے بے خبر تھے لہذا ان کا عذر معقول ہے لیکن امت اجابت کا کیا عذر ہے؟

ہاں البتہ امت مرحومہ کے جن افراد کے علم میں عالم ارواح والی نبوت سے متعلقہ ارشادات نبویہ نہیں آئے وہ مستثنیٰ سمجھے جائیں گے کیونکہ ان کا عذر معقول ہے اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمتوں کے بارے میں ان کا اجمالی اعتقاد کافی ہے۔

اور جن لوگوں نے ان ارشادات عالیہ کی تاویلات کی ہیں اور حقیقی معنی پر ہونا تسلیم نہیں کیا تو ان کے نظریہ پر منصب نبوت کے زوال پذیر ہونے کا اعتقاد لازم نہیں آتا۔ لیکن تحقیقات والوں کے لئے کوئی عذر اور بہانہ بھی نہیں ہے۔

لہذا تحقیقات کے مؤیدین قبول حق کا اعلان کر کے اپنے اخلاص کا مظاہرہ کریں۔

اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

فاضل محقق اور تحقیقات کی چوتھی عبارت کی وضاحت

فاضل محقق نے لکھا ہے:

اعتراض: یہ عبارت جس فائدہ پر صاحب تحقیقات نے نقل کی ہے اس سے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چالیس سال تک نبوت کا انکار ہو رہا ہے۔ وہ عبارت یہ ہے:

''اگر بچپن سے ہی آپ منصب نبوت پر فائز ہوتے اور تین دفعہ شق صدر بھی ہو چکا تھا تو چالیس سال کے طویل عرصہ تک وہ مرتبہ ومقام کیوں حاصل نہ ہوا جو ابتدائے وحی کے گیارہ سال بعد اور چوتھے شق صدر تقریباً اکیاون سال کی عمر میں ظہور پذیر ہورہا ہے جبکہ بدن سے تعلق اور حلول سے قبل ہزاروں لاکھوں سال آپ کو وصل باری تعالیٰ کا عظیم وجلیل مرتبہ حاصل رہا۔ (تحقیقات ص89)

جواب:

استاذی المکرم نے حضرت عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ کا جو قول نقل کیا ہے، اس کی وضاحت کے آخر میں یہ تحریر فرمایا ہے: روح مجرد اور بدن سے حلولی تعلق رکھنے والی روح میں فرق ملحوظ رکھنا لازم اور ضروری ہے اور دونوں کے درجات ومراتب اور صلاحیات اور استعدادات کا تفاوت مدنظر رکھنا واجب ولازم ہے۔ (تحقیقات ص90)

استاذی المکرم کی عبارت کی وضاحت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک کا تعلق بدن (جسم) سے جب تک نہیں ہوا تب تک وہ روح مجرد تھی۔ اس وقت وہ صرف ارواح کی مربی تھی اس وقت مرتبہ کی اور حیثیت تھی اور جب اس کا تعلق جسم سے ہو گیا تو پہلی حیثیت بھی برقرار رہی اور اجسام تک احکام پہنچانے کی حیثیت بھی حاصل ہو گئی یعنی نبوت روحانی اور جسمانی دونوں حاصل ہو گئیں۔ اس طرح ''وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى'' کے مطابق پہلے مرتبہ سے دوسرا مرتبہ زائد ہو گیا۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص138-139)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: تحقیقات کی جو عبارت اعتراض کے تحت فاضل

محقق نے نقل کی ہے اس کا مفہوم و معنی بالکل واضح ہے کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن سے منصب نبوت پر فائز ہونے کا صاف انکار کیا گیا ہے۔ اور اس نظریہ پر دلیل ایسی پیش کی ہے جس سے لازم آتا ہے کہ العیاذ باللہ بعثت مقدسہ کے بعد بھی گیارہ سال تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی نہیں تھے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ، عبارت منقولہ بغور ملاحظہ کریں:

تحقیقات میں دلیل یہ دی ہے کہ: اگر بچپن سے ہی آپ منصب نبوت پر فائز ہوتے تو چالیس سال تک کے طویل عرصہ میں وہ مرتبہ و مقام کیوں حاصل نہ ہوا جو اکیاون سال کی عمر میں ظہور پذیر ہو رہا ہے۔

گزارش یہ ہے کہ اکیاون سال کی عمر میں جو مرتبہ و مقام ظہور پذیر ہوا۔ اگر اس کا چالیس سال تک کے طویل عرصہ میں ظاہر نہ ہونا: چالیس سال تک منصب نبوت پر فائز نہ ہونے کی دلیل ہے تو صاحب تحقیقات کے بیان کے مطابق وہ مرتبہ چالیس سال سے اکیاون سال تک کے درمیانی عرصہ گیارہ سال میں بھی ظہور پذیر نہیں ہوا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ''العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ'' بعثت کے بعد بھی گیارہ سال تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منصب نبوت پر فائز نہ تھے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اب فاضل محقق کا جواب نظرِ انصاف سے ملاحظہ کریں، کیا اس سے عبارت منقولہ پر چالیس سال تک مطلقاً نفی نبوت اور انکار نبوت والا اعتراض اُٹھ گیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور روح مجرد اور بدن میں حلول و سریان کے بعد اس کی صلاحیتوں اور استعداد میں تفاوت کی بحث اس مقام پر سراسر دھوکا دہی اور مغالطہ ہے۔

کیونکہ منصب نبوت کا زوال پذیر ہونا شرعاً اور عقلاً جائز اور ممکن ہی نہیں ہے۔ اور یہ روح کا ایسا کمال ہے جو عطا ہونے کے بعد ابد تک ثابت و موجود ہی رہے گا تو عالم ارواح

میں عطا کئے جانے والے منصب نبوت کی نفی اور انکار کا عقیدہ اپنا کر روح کی استعداد میں تفاوت کا حوالہ پیش کرنے کا کونسا جواز ہے؟

اب فاضل محقق کی وضاحت دوبارہ ملاحظہ فرمالیں جو ان کی عبارت میں قریب ہی گزری ہے۔

الجواب:

کسی کلام کے ظاہری مفہوم و مدلول کے خلاف اور صاحب کلام کے مقصود و مدعیٰ کے برعکس اس کلام کا مفہوم و معنی بیان کرنا فاضل محقق کے نزدیک ہی اس کلام کی وضاحت قرار دیا جاسکتا ہے۔شاید دوسرا کوئی منصف تو بقائمی ہوش وحواس ایسی سینہ زوری کو اس کلام کی وضاحت تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔

تحقیقات بغور ملاحظہ کرلیں اس میں روح کی دو حالتوں میں اس کی استعداد و صلاحیت اور کمالات ومراتب میں تفاوت کی بحث ذکر ہی اس لئے کی گئی ہے تاکہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے عالم ارواح میں حقیقتاً اور بالفعل منصب نبوت تسلیم کرنے کے باوجود قبل از بعثت چالیس سال تک کے عرصہ میں منصب نبوت پر فائز ہونے کی مطلقاً نفی اور انکار کی جو گردان کی ہے،اس کے جواز کے لئے زمین ہموار کرسکیں۔

اور صرف نئے عنوانات اور تعبیرات کو ہی حقیقت واقعیہ کا بیان اور اعلیٰ درجہ کی تحقیق سمجھنے والے لوگوں کو مغالطہ دینے میں انہیں کچھ کامیابی بھی ہوئی ہے۔جبکہ منصب نبوت سے اس بحث کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔اس کا تعلق صرف اور صرف قابل زوال کمالات سے ہے

لیکن تحقیقات کے مؤیدین فضلاء کو غور وفکر کی زحمت اٹھانے کی ضرورت اور فرصت ہی نہیں ہے کہ منصب نبوت تو درکنار اس کے علاوہ بھی بعض کمالات ایسے ہیں جو دوسروں

کے حق میں قابل زوال ہیں لیکن حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں نا قابل زوال اور ابدی ہیں۔

فاضل محقق کی وضاحت پر ایک نظر

تحقیقات تو اس نظریہ کی تبلیغ کرتی ہے کہ ''اگر بچپن سے ہی آپ منصب نبوت پر فائز ہوتے، تا آخر۔

اور جواب میں فاضل محقق نے تحقیقات کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ:

روح مجرد اور بدن سے حلولی تعلق رکھنے والی روح میں فرق ملحوظ رکھنا لازم اور ضروری ہے اور دونوں کے درجات ومراتب اور صلاحیات اور استعدادات کا تفاوت مدنظر رکھنا واجب اور لازم ہے۔

اس عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ صاحب تحقیقات یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مجرد تھی یعنی بدن اطہر میں داخل نہیں کی گئی تھی تو اس کی استعداد وصلاحیت اور مرتبہ اور درجہ، اور تھا اور جب بدن اطہر میں داخل کر دی گئی تو استعداد وصلاحیت اور مرتبہ ودرجہ میں فرق آ گیا اور پہلے والی حالت باقی نہ رہی۔لہذا عالم ارواح میں یعنی بدن سے مجرد ہونے کی حالت میں آپ کی روح پاک منصب نبوت پر فائز تھی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بدن میں داخل ہونے کے بعد بھی اسی مرتبہ اور درجہ پر فائز ہی رہے۔لہذا آپ چالیس سال تک منصب نبوت پر فائز نہیں تھے اور یہی نظریہ پہلی عبارت میں بیان کیا گیا ہے کہ: اگر بچپن سے ہی آپ منصب نبوت پر فائز ہوتے، تا آخر۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جواب میں منقول عبارت میں صاحب تحقیقات نے چالیس سال تک کے عرصہ میں عالم ارواح والا منصب نبوت تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کی نفی کی ہے اور

اپنے گمان میں اس کو دلیل سے ثابت کیا ہے اور اعتراض والی عبارت میں بچپن سے منصب نبوت پر فائز ہونے کی نفی تو صراحتاً مذکور ہے۔

جبکہ فاضل محقق نے وضاحت یہ کی ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا تعلق بدن (جسم) سے جب تک نہیں ہوا (تا) اس وقت مرتبہ کی اور حیثیت تھی اور جب اس کا تعلق جسم سے ہو گیا تو پہلی حیثیت بھی برقرار رہی اور اجسام تک احکام پہنچانے کی حیثیت بھی حاصل ہو گئی یعنی نبوت روحانی اور جسمانی دونوں حاصل ہو گئیں۔ تا آخر۔

الجواب:

اگر یہی عدل وانصاف ہے تو پھر ظلم اور ناانصافی کس چیز کا نام ہے؟

کیا تحقیقات کی عبارت میں چالیس سال تک کے عرصہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پہلی حیثیت یعنی عالم ارواح والے منصب نبوت کا برقرار رہنا تسلیم کیا گیا ہے۔ اور بدستور منصب نبوت پر فائز ہونے کا عقیدہ تعلیم دیا گیا ہے یا نفی کی گئی ہے؟ اگر بچپن سے ہی آپ منصب نبوت پر فائز ہوتے، تا آخر۔

کیا فاضل محقق کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن سے ہی منصب نبوت پر فائز تھے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سوال یہ ہے کہ: اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ: اگر فاضل محقق منصب عدل وانصاف پر فائز ہوتے تو مذکورہ وضاحت نقل نہ کرتے۔

تو کیا فاضل محقق کے نزدیک اس عبارت کا یہ معنی ہے کہ: فاضل محقق واقعی طور پر منصب عدل وانصاف پر فائز ہیں؟

امید یہ ہے کہ فاضل محقق کو اس بات سے اختلاف نہیں ہوگا کہ عبارت مذکورہ میں فاضل محقق سے منصب عدل وانصاف کی نفی کی گئی ہے۔عدل وانصاف کے منصب پر فائز ہونا تسلیم نہیں کیا گیا۔تو فاضل محقق کو اس بات کا اعتراف بھی کر لینا چاہیے کہ تحقیقات کی عبارت مذکورہ میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصب نبوت پر فائز ہونے کی نفی کی گئی ہے۔منصب نبوت پر فائز ہونا تسلیم نہیں کیا گیا۔

اور جواب میں فاضل محقق کی نقل کردہ عبارت میں بھی یہی موقف بیان کیا گیا ہے۔
فاضل محقق خواہ مخواہ سینہ زوری اور دھاندلی کر رہے ہیں۔

فاضل محقق نے لکھا ہے: ''اور جب اس کا تعلق جسم سے ہو گیا (تا) یعنی نبوت روحانی اور جسمانی دونوں حاصل ہوگئیں۔''

الجواب:

ایسی وضاحت اور تشریح پر انا للہ وانا الیہ راجعون ہی پڑھنا چاہیے کیونکہ تحقیقات یہ نظریہ عطا کرتی ہے کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح اقدس کا تعلق آپ کے جسم شریف سے ہو گیا تو عالم ارواح والی نبوت بھی حقیقتاً باقی نہ رہی (البتہ روحانی اور باطنی استعداد وصلاحیت تھی)۔

اور فاضل محقق وضاحت اور تشریح یہ کر رہے ہیں کہ جب روح اقدس کا تعلق جسم اطہر سے ہو گیا تو نبوت روحانی اور جسمانی دونوں حاصل ہوگئیں۔

اللہ اکبر، مقام حیرت ہے کہ عالم اجسام میں عطا کی جانے والی نبوت کا قطعی حصول آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال پورے ہونے کے بعد نزول قرآن کریم کے آغاز سے ہے۔

لیکن فاضل محقق کی عبارت سے ظاہر یہی ہے کہ وہ روح مقدس کے بدن اطہر سے تعلق کے وقت سے ہی اس کا حصول بھی تسلیم کر رہے ہیں۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

تاہم اللہ تعالیٰ انصاف کو پسند فرماتا ہے۔فاضل محقق کی اس عبارت کی توجیہ ہو سکتی ہے لیکن اسے تحقیقات کی عبارت کی وضاحت قرار دینا ایک خلاف واقع بات اور سراسر دھوکا دہی ہے۔اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

ضروری تنبیہ:

فاضل محقق کی تشریح تحقیقات کا ایک نمونہ، چند عبارات کی اصلاح اور وضاحت کی حقیقی صورت حال میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔تو اسی سے دوسری عبارات کی تشریح کی حقیقت بھی بخوبی سمجھی جاسکتی ہے۔اس لئے اسی پر اکتفاء کی جاتی ہے۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

تحقیقات کے بارے میں فاضل محقق کے بیانات کی ایک جھلک

فاضل محقق نے ایک مقام پر لکھا ہے:

سنجیدہ علما کرام کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ استاذی المکرم کی تین کتابوں کو یکجا کر کے پڑھیں تو خود بخود استاذی المکرم کے نظریات سمجھ آجائیں گے۔تحقیقات کو دیکھ کر آپ کی کتاب ''تنویر الابصار'' اور ''کوثر الخیرات'' کو منسوخ سمجھنا اور کہنا کہ صاحب تحقیقات نے اپنے سابقہ نظریات سے انحراف کیا ہے یہ درست نہیں۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص200)

جبکہ دوسرے مقام پر لکھا ہے:

پیر صاحب نے بھی جو کچھ لکھا ہے اس میں بھی اعتدال نہیں تھا ان کی تحریروں سے

اغیار نے زیادہ فائدہ اٹھایا۔ استاذی المکرم کی تحقیقات میں بھی اعتدال اور مسئلہ کی تکمیل نہیں صرف ایک رخ اختیار کیا گیا ہے۔ (ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص200)

تیسرے مقام پر لکھا ہے:

استاذی المکرم کے ارشاد سے واضح ہوا کہ آپ کی کتاب ''تحقیقات'' آپ کی دوسری کتب تنویر الابصار اور کوثر الخیرات کے لئے ناسخ نہیں بلکہ آپ کے نزدیک آپ کی دوسری کتب جوں کی توں معتبر ہیں جیسے تحقیقات سے پہلے تھیں اس لئے علمی شخصیات مہذب تحریر والے حضرات کا یہ کہنا کہ انہوں نے تنویر الابصار اور کوثر الخیرات میں یہ لکھا اور تحقیقات میں یہ لکھا۔

میری سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ آپ کے عقائد ونظریات آپ کی کتب میں مختلف نہیں صرف سمجھنے کی ضرورت ہے کہ آپ کا نبوت میں عقیدہ کیا ہے؟

راقم مقدمہ میں اس کی وضاحت کر چکا ہے اور اپنے اسی رسالہ میں بفضلہٖ تعالیٰ زیادہ ذکر کر دیا ہے۔

مقدمہ میں یہ بھی ذکر کر دیا گیا کہ استاذی المکرم کی بعض عبارات، سرخیاں، عنوانات مبہم ہیں ان کی وضاحت کی ضرورت ہے صرف ابہام ہی قابل اشتباہ ہے، عقیدہ پر اعتراض نا قابل فہم ہے۔ (ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص154-155)

الجواب:

ناظرین عبارات منقولہ بغور ملاحظہ فرمالیں:

نمبر 1: گزارش یہ ہے کہ اگر یہ حقائق واقعیہ ہے تو جواب طلب سوال یہ ہے کہ فاضل محقق کے نزدیک جب آپ کے عقائد ونظریات آپ کی کتب میں مختلف نہیں ہیں

صرف سمجھنے کی ضرورت ہے اور تین کتابوں کو یکجا کر کے پڑھنے کا مشورہ بھی دیا ہے۔ اور اس بات کی صراحت بھی کر دی ہے کہ تحقیقات میں لکھے ہوئے عقیدہ پر اعتراض نا قابل فہم ہے۔ صرف بعض عبارات کا ابہام ہی قابل اشتباہ ہے۔

صرف ان کی وضاحت کی ضرورت ہے تو پھر فاضل محقق کو تحقیقات کی عبارات اور مضامین تبدیل کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی ہے اور وہ بھی نفی اور اثبات کی حد تک اور چند عبارات اور مضامین تبدیل کر کے دکھائے بھی ہیں جیسا کہ اس کا مختصر بیان گزر چکا ہے؟

نمبر 2: جب فاضل محقق کو اعتراف ہے کہ تحقیقات میں اعتدال اور مسئلہ کی تکمیل نہیں ہے صرف ایک رخ اختیار کیا گیا ہے۔ جبکہ بفضلہٖ تعالیٰ تنویر الابصار اور کوثر الخیرات میں اعتدال اور مسئلہ کی تکمیل ہے تو پھر اس بات کا کیا جواز ہے کہ آپ کے عقائد آپ کی کتب میں مختلف نہیں ہیں صرف سمجھنے کی ضرورت ہے؟

کیا فاضل محقق کے نزدیک اعتدال اور عدم اعتدال میں اختلاف نہیں ہے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا فاضل محقق کے بیانات میں یہ کھلا تضاد نہیں ہے؟ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تنویر الابصار و کوثر الخیرات اور تحقیقات کے مضامین میں عقیدہ کے بیان میں انتہائی درجہ کا اختلاف ہے حتی کہ بعض ضروریات دین پر ایمان اور عدم ایمان کی حد تک اختلاف ہے۔ تفصیل ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ'' اور ''تصریحات جلد اول'' میں ملاحظہ کریں۔

کیا قرآن کریم کی چند آیات مقدسہ کے نزول کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت حاصل نہ ہونے کے عقیدہ پر اعتراض فاضل محقق کے نزدیک نا قابل فہم ہے؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

نیز جب فاضل محقق کو اس بات کا اعتراض ہے کہ پیر صاحب نے بھی جو کچھ لکھا ہے اس میں بھی اعتدال نہیں تھا تو کیا فاضل محقق کے نزدیک پیر صاحب کی ایسی تحریرات پر اعتراض قابل فہم ہے یا نا قابل فہم ہے؟

بڑی امید ہے کہ فاضل محقق کو اس بات سے اختلاف نہ ہوگا کہ پیر صاحب کی ایسی عبارات و تحریرات پر اعتراض نہ ہی صرف یہ کہ قابل فہم بلکہ اہل علم پر فریضہ تھا۔ اس لیے شیخ الحدیث صاحب نے پیر صاحب کی جن عبارات پر گرفت کی ہے وہ ان کی شرعی ذمہ داری تھی۔ اور انہوں نے انتہائی خیر خواہی اور ہمدردی کے ساتھ پہلے پوری طرح راز داری کے انداز میں پیر صاحب کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن جوابی طور پر پیر صاحب کی طرف سے جو رد عمل ہوا وہ بھی اہل علم کے سامنے ہے جس کی وجہ سے ''ہدایۃ المتذ بدب الحیر ان'' وغیرہ معرض وجود میں آئی ہیں۔

تو فاضل محقق کو اس بات کا اعتراف بھی کر لینا چاہیے کہ جب تحقیقات میں بھی اعتدال نہیں ہے تو اس پر بھی اعتراض نہ ہی صرف یہ کہ قابل فہم ہے بلکہ اہل علم پر لازم وضروری ہے کیونکہ پیر صاحب کی عبارات اور تحقیقات کی عبارات کی سنگینی اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے۔ اور شریعت مطہرہ کی حدود سب کے لئے برابر ہے۔ ہاں البتہ اس بات کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ متانت اور سنجیدگی کا دامن چھوڑنا اور اخلاقیات کو نظر انداز کرنا اہل علم کے شایان شان نہیں ہے۔ صرف دلائل کی زبان میں بات کرنا لازم اور ضروری ہے۔

تنویر الابصار و کوثر الخیرات اور تحقیقات کے درمیان اختلاف کی ایک جھلک

تنویر الابصار کی عبارات مبارکہ جو فاضل محقق نے خود نقل کی ہیں ملاحظہ کریں:

نمبر 1: علامہ سبکی نے اس آیت (و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین) کے تحت جو تقریر فرمائی ہے اس کو مواہب، خصائص اور حجۃ اللہ علی العالمین میں ذکر کیا گیا ہے۔

اس میں تصریح موجود ہے کہ اس آیت کا یہ معنی نہیں کہ آپ کے دنیا میں منصب نبوت و رسالت اور مسند ارشاد پر متمکن ہونے کے بعد سے قیامت تک آپ کی رسالت عام ہے بلکہ روز میثاق سے لے کر قیام قیامت تک سب کو محیط ہے۔

نمبر 2: اور آخر میں فرماتے ہیں: یہاں دو حدیثوں کا معنی واضح ہو گیا جواب تک ہم پر مخفی تھا۔ اول ''ارسلت الی الخلق کافۃ'' کے متعلق ہم یہی سمجھتے رہے کہ بعثت کے بعد قیام قیامت تک آپ کی رسالت عام ہے لیکن اس کی تحقیق سے معلوم ہو گیا۔ انہ جمیع الناس اولھم وآخرھم ''کہ الخلق میں سبھی اولین وآخرین داخل ہیں۔ دوسری حدیث ''کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد'' ہے جس کے متعلق ہم سمجھتے تھے کہ یہ علم الٰہی کے اعتبار سے ہے مگر اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ نہیں یہ اس پر زائد امر ہے اور آپ کی نبوت خارج میں متحقق تھی جبکہ آدم علیہ السلام کا ڈھانچہ مکمل نہیں ہوا تھا۔ خصائص کبریٰ جلد اول ص 4، 5، 6 پر مفصل مضمون علامہ سبکی کا موجود ہے اسے ملاحظہ فرمائیں۔

الغرض واضح ہو گیا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام آپ پر آپ کی نبوت پر ایمان لا چکے تھے لیکن اس کا ظہور اس وقت ہوتا جب دنیا میں ان کی موجودگی میں آپ تشریف لاتے اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کی شریعت پر ہوں گے اور اس کے مبلغ، مگر عدم ظہور اور ثبوت و تحقق اور ہے۔

نمبر 3: بہرحال خود نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نظریہ وعقیدہ تو اپنے متعلق یہی ہے کہ میں اس وقت بلکہ اس سے پہلے موجود تھا اور انبیاء سے ایجاد میں بھی، نبوت میں بھی

اور میثاق میں بھی مقدم تھا۔ اگر علما دیوبند کو یہ نظریہ قابل قبول نہیں تو پھر دکھاوے کے لئے آپ کا کلمہ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ صاف صاف کہیں اب دین ہمارا چلے گا پہلے دین کو نہیں چلنے دیں گے اردو کی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کرنے والے نبی کو رموز و اسرار کی کیا خبر وہ تو ان کے استاد ہی جان سکتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

(تنویر الابصار ص98 تا111) (ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص103-104-105)

عبارات مذکورہ کسی تشریح اور وضاحت کی محتاج نہیں ہیں البتہ ان سے مستفاد ہونے والے بعض فوائد ملاحظہ فرمائیں۔

عبارات نمبر 1 میں **واذ اخذ اللہ میثاق النبیین، الآیۃ** کا معنی اکابر علمائے امت سے یہ نقل کیا ہے کہ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت روز میثاق سے لے کر قیام قیامت تک سب کو محیط ہے۔

اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ اس میں قبل از بعثت کے چالیس سال کا عرصہ بھی شامل ہے۔ لہذا اس عرصہ میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منصب نبوت پر فائز ہی تھے۔

عبارت نمبر 2: میں یہ بتایا ہے کہ عالم اجسام میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلوہ گری اور بعثت مقدسہ سے بھی پہلے آپ کی نبوت خارج میں متحقق تھی جب کہ آدم علیہ السلام کا ڈھانچہ مکمل نہیں ہوا تھا اور یہ مضمون کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد سے ثابت ہے۔ اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام آپ کی نبوت پر ایمان لا چکے تھے۔ لیکن اس کا دنیا میں ظہور، دنیا میں ان کی موجودگی میں آپ کے تشریف لانے سے ہوتا مگر عدم ظہور اور چیز ہے اور ثبوت وتحقق اور چیز ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ آپ کی نبوت قبل از بعثت کے عرصہ میں بھی حقیقتاً خارج میں ثابت وموجود تھی، ظاہر نہ تھی۔

عبارت نمبر 3: میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نظریہ اور عقیدہ بھی اپنے متعلق یہی ہے کہ میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے ایجاد میں بھی، نبوت سے مشرف ہونے میں بھی، میثاق میں بھی مقدم ہوں۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ منصب نبوت ورسالت کا زوال پذیر ہونا جائز اور ممکن ہی نہیں ہے، لہذا قبل از بعثت کے عرصہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقی نبی تھے اس سے واضح ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے متعلق یہی نظریہ اور عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزول قرآن کریم سے پہلے عرصہ میں بھی منصب نبوت پر فائز تھے۔ اور اس بات سے کسی صاحب عقل وخرد کو اختلاف نہیں ہوسکتا کہ جو نظریہ اور عقیدہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نظریہ اور عقیدہ کے خلاف ہے وہ یقیناً باطل اور مردود ہے۔ نیز اس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نظریہ اور عقیدہ کو قبول نہ کرنے والوں کو آپ کا کلمہ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟

کوثر الخیرات کی عبارت مبارکہ:

فاضل محقق نے اپنے قلم سے نقل کی ہے ملاحظہ فرمائیں:

سب سے پہلے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں،

استاذی المکرم کا ارشاد:

بظاہر اول انبیاء حضرت آدم علیہ السلام لیکن درحقیقت اول بھی آپ ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال: قالوا: یا رسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ؟ قال: وآدم بین الروح والجسد۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں: صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نبوت آپ کے لئے کب ثابت ہوئی اور آپ کب سے نبی ہیں تو آپ نے فرمایا میں اس وقت نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کے روح کا تعلق ابھی جسم سے نہیں ہوا تھا۔

عن العرباض بن ساریۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وآدم لمنجدل فی طینتہ۔

(رواہ فی شرح السنۃ، مشکوٰۃ)

حضرت عرباض فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس وقت سے اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیین اور آخری نبی لکھا ہوا ہوں، جبکہ آدم علیہ السلام آب وگل میں تھے اور ان کا ابھی خمیر بھی مکمل نہیں ہوا تھا۔

(تا) لہذا ان دونوں حدیثوں میں جس نبوت کا ذکر فرمایا گیا وہ نبوت حقیقیہ ہے اور امر محقق اور خارجی ہے نہ کہ محض علم الٰہی کے لحاظ سے ورنہ سب انبیاء علم الٰہی کے لحاظ سے اس وقت سے بلکہ اس سے پہلے بھی نبی تھے۔

لہذا ثابت ہو گیا کہ نبوت کا مبدأ بھی آپ کی ذات ہے اور منتہٰی بھی، درختِ نبوت ورسالت کی جڑھ اور تخم بھی آپ ہیں اور اس کا ثمر وپھل بھی۔

لہذا ان کی ذات پر نبوت کو ختم فرمادیا اور آپ کی نبوت ورسالت کو دائمی اور ابدی بنادیا (تا) ابھی انبیاء کرام اور رسولانِ عظام پیدا بھی نہیں ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس محبوب کو تاج نبوت ورسالت سے سرفراز فرمایا۔ (کوثر الخیرات ص 61-60)

امام قسطلانی فرماتے ہیں:

"ولما اعطی صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ المنزلۃ علمنا انہ صلی اللہ علیہ وسلم الممد لکل انسان کامل مبعوث فھو صلی اللہ علیہ وسلم جنس العالی علی

جمیع الاجناس والاب الاکبر لجمیع الموجودات والناس۔"

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ارواح میں ہی منصب نبوت پر فائز کر دیا گیا ہے جبکہ ابھی ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کا وجود ہی نہیں تھا اور ان کی تخلیق منزل تکمیل تک نہیں پہنچی تھی تو اس سے ہم کو یہ یقین ہو گیا کہ حبیبِ خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہر انسان کامل اور نبی و رسول کے لئے ممد و معاون ہیں اور تمام اجناس عالم کی جنس عالی ہیں اور تمام موجودات کے لئے علی العموم اور انسانوں کے لئے علی الخصوص اصل و اساس ہیں۔

(کوثر الخیرات ص314-315)(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص133 تا136)

عبارت مذکورہ بغور ملاحظہ فرمالیں:

اس عبارت مبارکہ میں بھی عالم ارواح والی نبوت کے بارے میں صراحت کی ہے کہ وہ نبوت حقیقیہ ہے اور امر محقق اور خارجی ہے۔ جبکہ علمائے حق کے نزدیک یہ امر قطعیات اسلام سے ہے کہ منصب نبوت قابل زوال نہیں ہے۔ لہذا عالم ارواح سے ابد تک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت حقیقیہ ہے اور امر محقق اور خارجی ہے۔

اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ قبل از بعثت کے عرصہ چالیس سال میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت حقیقیہ تھی اور آپ کا منصب نبوت امر محقق اور خارجی تھا۔

ضروری تنبیہ:

ایک اور فاضل محقق کو جو وسوسہ لاحق ہوا ہے کہ اللہ جل جلالہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عالم ارواح میں حقیقتاً منصب نبوت پر فائز فرمایا جانا آپ کے خاتم النبیین ہونے کے منافی ہے لہذا عالم ارواح والی نبوت سے متعلقہ احادیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو مجازاً نبی کہا ہے۔ تو عبارت مذکورہ سے صاحبِ کوثر الخیرات کے

نزدیک بھی اس قول کا باطل و مردود ہونا واضح ہو گیا۔

نیز فاضل مذکور، صاحب تنویر الابصار و کوثر الخیرات کے تبحر علمی کے بھی پوری طرح معترف ہیں اور عقائد اہل سنت کا حقیقی ترجمان ہونے کا اعزاز بھی ان کے لئے تسلیم کرتے ہیں۔ تو اس فاضل محقق کو عبارات مذکورہ میں غور و فکر کرنا چاہیے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ان عبارات میں عقیدۂ اہل سنت کیا بیان کیا گیا ہے؟

فقیر راقم الحروف نے تصریحات جلد اول کے دوسرے جزء میں اس فاضل محقق کے شبہات کے ازالہ کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں قبول حق کی توفیق بخشے۔ کوثر الخیرات کی اور عبارات بھی فاضل محقق صاحبِ ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات نے نقل کی ہیں لیکن فقیر نے اختصار کے پیش نظر وہ ذکر نہیں کیں۔

تنویر الابصار اور کوثر الخیرات کی عبارات مبارکہ میں مسئلہ نبوت کے بارے میں بیان کیا جانیوالا نظریہ اور عقیدہ بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں، اب تحقیقات میں پیش کیا جانیوالا نظریہ اور عقیدہ بھی ملاحظہ فرمائیں تا کہ ان کے اور تحقیقات کے درمیان اختلاف واضح ہو جائے۔

تحقیقات میں پیش کیا جانے والا نظریہ اور عقیدہ

تحقیقات میں عالم ارواح والی نبوت سے متعلقہ علمائے اعلام اور ائمہ کرام کے کچھ اقوال ضرور نقل کئے گئے ہیں اور عالم ارواح میں حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حقیقتاً منصب نبوت پر فائز فرمایا جانا بھی بیان کیا گیا ہے۔

اور فاضل محقق نے ایسے اقوال کا سہارا لے کر ہی یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تینوں کتابوں (تنویر الابصار، کوثر الخیرات، تحقیقات) میں عقائد مختلف نہیں ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر دھاندلی اور دھوکا دہی ہے کیونکہ تحقیقات میں اس سے متضاد نظریہ اور عقیدہ بھی پیش

کر دیا ہے جسے زیادہ لائق اعتماد اور وزنی ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

اس لئے کہ تحقیقات میں عالم ارواح میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالفعل نبی نہ ہونے پر علمائے شریعت کے اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ ملاحظہ کریں:

اقول: گویا نہ اس وقت آپ کا بالفعل نبی ہونا مراد ہے اور نہ محض علم الٰہی اور اس کے قضا و قدر میں آپ کا نبی ہونا مراد ہے (تا) گویا علمائے ظاہر کا اس پر اجماع و اتفاق ہے۔

(تحقیقات اشاعت اول ص205)

جبکہ یہ دعوئے اجماع بالکل غلط بیانی ہے۔

اور عالم ارواح میں بالفعل نبی ہونا صرف بعض عرفاء کا قول قرار دے دیا ہے اور علمائے شریعت کے نزدیک عالم ارواح میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالفعل اور حقیقی نبی ہونے کا عقیدہ رکھنا سراسر جہالت قرار دے دیا ہے۔

جبکہ درحقیقت یہ بھی علمائے شریعت پر بہتان عظیم ہے۔

جواب طلب سوال یہ ہے: کیا اکابر علمائے شریعت سے تنویر الابصار اور کوثر الخیرات شریف میں قرآن وحدیث کی روشنی میں جو تحقیق بیان کی گئی ہے وہ اس دعوئے اجماع اور سراسر جہالت والے قول کے باطل و مردود ہونے پر واضح دلیل نہیں ہے؟

کیا ان علمائے شریعت نے کسی صوفی اور عارف کے قول کی تقلید میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عالم ارواح میں بالفعل نبی ہونا تسلیم کیا ہے یا قرآن وحدیث سے ثابت کیا ہے؟ کیا حضرت صحابہ کرام سے لے کر تمام علمائے شریعت عالم ارواح والی نبوت سے متعلقہ احادیث مبارکہ کو ظاہری اور حقیقی معنی پر ماننے کی بجائے بلاضرورت شرعیہ اور عقلیہ خواہ مخواہ ہی تاویلات گھڑتے رہے ہیں؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور یہ بات تو خوب واضح ہے کہ جس کے نزدیک عالم ارواح میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت حقیقیہ اور امر محقق اور خارجی ہے تو اس کے نزدیک قبل از بعثت چالیس سال تک بھی آپ کی نبوت حقیقیہ اور امر محقق اور خارجی ہے یعنی آپ حقیقتاً منصب نبوت پر فائز تھے کیونکہ منصب نبوت قابل زوال نہیں ہے۔ یہ نظریہ اور عقیدہ تنویر الابصار اور کوثر الخیرات میں تعلیم دیا گیا ہے۔

جبکہ تحقیقات میں قبل از بعثت چالیس سال عمر مبارک تک منصب نبوت پر بالفعل اور حقیقتاً فائز ہونا صرف بعض عرفاء کا قول بتایا ہے اور تمام علمائے شریعت کے نزدیک یہ عقیدہ اور نظریہ سراسر جہالت قرار دیا ہے اور اس عقیدہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں تقیہ اور نفاق عملی کا عقیدہ رکھنے کے مترادف قرار دے کر اس عقیدہ والے لوگوں کو جاہل، نادان اور اس عقیدہ کو دین و مذہب اور منصب نبوت کے ساتھ بدترین مزاح اور استہزاء قرار دیا ہے۔

اور علمائے اہل سنت نے شیعہ کے نظریات باطلہ کی تردید میں جو لکھا ہے وہ قبل از بعثت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حقیقی نبی ماننے والوں پر فٹ کر دیا اور اکابر علماء پر افتراء اور بہتان باندھتے ہوئے لکھ دیا کہ علما کے یہ ارشادات اس عقیدہ والے لوگوں کے بارے میں ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ، ملاحظہ کریں:

بعض عرفائے کرام کا ارشاد یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بالفعل نبی تھے کیونکہ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔ ''کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد'' جب کہ علمائے ظاہر فرماتے ہیں کہ بالفعل نبی ہو اور نبوت کا دعویٰ نہ کرے، نہ ہی تبلیغ احکام فرمائے یہ خلاف عقل ہے اور ایسا قول سراسر جہالت ہے، تا آخر۔ (تحقیقات اشاعت ثانی ص 58)

اگر یہ مذہب و مسلک اور نظریہ وعندیہ قابل قبول اور لائق اعتداد ہوتا تو اکابرِ ملت

ایسے لوگوں کو جاہل ونادان اور عقل وفہم اور دانش وبینش سے عاری اور خالی کیوں ٹھہراتے ؟ اوراس کو دین ومذہب اور منصب نبوت اور خلافت کے ساتھ بدترین مزاح اوراستہزاء کیونکر قرار دیتے ؟ جیسا کہ حضرت علامہ میر سید اور حضرت امام قرطبی اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ تعالیٰ کے ارشادات نظرنواز ہوچکے ہیں۔(تحقیقات اشاعت ثانی ص101)

ظلم کی انتہا ہے کہ حضرت علامہ میر سید رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک کے بارے میں ہرگز نہیں ہے بلکہ حضرت عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہے اور حضرت امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس حوالے سے کوئی عبارت بھی نہیں گزری اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت شیعہ کی تردید میں ہے جبکہ تحقیقات میں بڑی جرأت سے لکھ دیا ہے کہ ان حضرات کے ارشادات نظرنواز ہوچکے ہیں۔

فاضل محقق اس بات پر بھی غور کرلیں کہ شیخ الحدیث صاحب کی کسی دوسری کتاب میں بھی جھوٹے حوالے کوئی ثابت کرسکتا ہے جبکہ تحقیقات میں خیانت پر مبنی حرکات کی کچھ تفصیل فقیر کی پہلی کتب میں ملاحظہ کریں۔

عبارات منقولہ بغور پڑھ لیں تاکہ حقائق کے جاننے میں آسانی ہو۔

فاضل محقق سے جواب طلب سوال یہ ہے: کیاتنویرالابصاراورکوثرالخیرات کی عبارات مبارکہ میں جس عقیدہ کی تبلیغ کی گئی ہے اوراسے حضرات صحابہ کرام اوران کے بعد والے علمائے حق کا قرآن وحدیث سے ثابت شدہ نظریہ اورعقیدہ ثابت کیا ہے بلکہ اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے متعلق یہی نظریہ اور عقیدہ ہے۔جبکہ تحقیقات میں اسی نظریہ اور عقیدہ کو علمائے شریعت کے اجماع کے خلاف صرف بعض عرفاء کا قول بتایا ہے۔ اور اسے تمام علمائے شرع کے نزدیک خلاف عقل اور

سراسر جہالت بلکہ دین ومذہب اور منصب نبوت کے ساتھ بدترین مزاح اور استہزاء قرار دے دیا ہے۔اورافتراءاور بہتان اسلاف کرام پر باندھا کہ انہوں نے ایسا کہا ہے۔

کیا تینوں کتابوں میں ایک ہی نظریہ اور عقیدہ کی تبلیغ کی گئی ہے؟

کیا فاضل محقق کے نزدیک ،بشمول صحابہ کرام علمائے حق کا عقیدہ بتانا بلکہ خود نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے متعلق وہی نظریہ اور عقیدہ ہونے کی صراحت کرنا، پھراسی عقیدہ کوتمام علمائے شریعت کے نزدیک خلافِ عقل اورسراسر جہالت قرار دینا بلکہ منصب نبوت اوردین ومذہب کے ساتھ بدترین مزاح اوراستہزاءکرنا قرار دے دینا۔

ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق ہے یانہیں؟ کیاایک چیز کا عین ایمان واسلام اور روح قرآن وحدیث ہونا، بتانااور پھراس کو بدترین کفرقرار دینابرابر ہے؟

لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

تحقیقات میں دوسرے بعض علماءکرام سے نبوت کے دائم ومستمر ہونے کے اقوال نقل کئے ہیں لیکن اپنا نظریہ اور عقیدہ چالیس سال تک نبی نہ ہونے کا ہی لکھا ہے۔تحقیقات میں چالیس سال عمرمبارک تک نبوت کی مطلقاً نفی اور انکار کی بکثرت تصریحات موجود ہیں بلکہ گردان کی ہے۔توکیا فاضل محقق ،تنویرالابصاراورکوثر الخیرات دونوں مبارک کتابوں سے بھی کوئی ایک ایسی عبارت پیش کرسکتے ہیں؟کبھی بھی پیش نہیں کرسکیں گے۔

قبل از بعثت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے کا مسئلہ توایک طرف رہا،تحقیقات میں تو بعداز بعثت اورقرآن کریم کی چندآیات مقدسہ کےنزول کے بعدبھی کچھ عرصہ تک حضورسید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت بالفعل ثابت ومتحقق ہونا اورآپ کونبوت حاصل ہونا علمائے اسلام میں اختلافی مسئلہ قرار دیا گیاہے جوقطعیاتِ اسلام اورضروریاتِ دین واجماع

امت کے خلاف ہے۔جس کی سنگینی اہل علم حضرات پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے۔اورعلمائے اسلام واسلاف کرام پر بہتان عظیم بھی ہے۔تفصیل کے لئے فقیر کی پہلی کتب کا مطالعہ کریں۔

کجا قبل از بعثت حقیقی نبی ہونے کے عقیدہ کی تبلیغ کرنا اور کجا جب نبوت کا ثبوت وتحقق ضروریات دین سے ہے تو کچھ عرصہ تک نبوت بالفعل کا تحقق وثبوت اور حصول ہی اختلافی مسئلہ قرار دے دینا۔ اس کے باوجود فاضل محقق کا یہ دعویٰ کہ تینوں کتابوں میں نظریات وعقائد میں اختلاف نہیں ہے، کیا ایمان اورکفر کو برابر قرار دینے کے مترادف نہیں ہے۔نعوذ باللہ من ذلک۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ راقم الحروف، فاضل محقق کے دل کا ترجمان بن کر بات کررہا ہے تو راقم الحروف کا حسن ظن یہی ہے کہ یہ بات خلافِ واقع نہ ہوگی۔لیکن راقم الحروف کی ترجمانی کا کیا فائدہ، اگر فاضل محقق اپنے قلم سے اپنے دل کی ترجمانی نہ کریں تو؟

فاضل محقق سے سوال یہ ہے کہ دل کی ترجمانی کرنے کی بجائے یہ سوال ہی کیوں نہ کیا کہ: استاذی المکرم آپ جامع المنقول والمعقول اور بحر العلوم اور عمدۃ الاذکیا، ہیں اور تحقیقات ونظریہ جن صفات سے موصوف ومتصف ہے اور ان میں پیش کیے جانے والے نظریات وعقائد سے تو صاف ظاہر ہے کہ ان کی تبلیغ کرنے والا شخص ضروریات دین سے بھی بے خبر ہے اور ایمان وکفر کے درمیان فرق تک نہیں جانتا اور اسے کلام الٰہی کا مفہوم بھی مستحضر نہیں ہے اور اس نے امت مسلمہ پر ظلم عظیم کیا ہے، تو اصل حقیقتِ حال کی آپ وضاحت تو کردیں۔ نیز جب یہ سب کچھ آپ کے نام پر ہورہا ہے تو کیا شرعاً ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ کے حضور اس نظریاتی فساد کے جوابدہ آپ نہ ہوں گے؟ اور اگر آپ نے ان چیزوں کو پڑھا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عذر ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔

اس لئے اس سلسلہ میں جو غفلت آپ سے سرزد ہوئی ہے اس سے آپ رجوع کریں اور قبول حق میں تاخیر نہ کریں اور جو دوسروں کی کرم فرمائی ہے اس سے اپنی براءت کا اعلان کریں اور ان لوگوں کو اس ظلم سے باز رہنے اور قبول حق کی تاکید کریں۔ اور آپ بس یہ تحریر کردیں کہ مسئلہ نبوت میں میرا وہی عقیدہ ہے جو "ہدایۃ المتذبذب الحیران" سے پہلے تنویر الابصار اور کوثر الخیرات وغیرہ میں تفصیل سے لکھا ہوا ہے اور وہ اتنا صاف اور شفاف ہے کہ اس کے بعد کسی وضاحت کی مجھے ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

تو فاضل محقق کے اس اقدام سے الدین النصیحۃ پر عمل بھی ہو جاتا اور شاید اہل سنت کے لئے اس تشویش کے ازالہ کا کوئی راستہ بھی نکل آتا۔ لیکن نہایت افسوس ہے کہ فاضل محقق کا دل جب گواہی دیتا ہے کہ تحقیقات میں اعتدال نہیں ہے اور اپنے قلم سے اس کا اعتراف بھی کرلیا ہے (اور بے اعتدالی ایسی بھی ہے جس کی شرعاً گنجائش ہی نہیں ہے)۔ اور اس کی عبارات اور مضامین تبدیل کر کے تنویر الابصار اور کوثر الخیرات کے مطابق کرنا ضروری سمجھتے ہیں لیکن صحیح حل کی کوشش کرنے کی بجائے یہ راستہ اختیار کرلیا کہ:

استاذی المکرم کے دل کا ترجمان بن کر بات کر رہا ہوں۔ تو اس ترجمانی کا کیا فائدہ جب تحقیقات ونظریہ اور بعض دوسری تحریرات بدستور باقی ہیں اور ان کے بارے میں کوئی ایسی تحریری وضاحت بھی نہیں کروائی گئی جس کے ذریعے اس نظریاتی فساد کی مہم کا راستہ بند ہو جاتا۔ بلکہ الٹا سینہ زوری سے اپنے ضمیر کی آواز کو دباتے ہوئے یہ مغالطہ دینے کی کوشش شروع کررکھی ہے کہ تنویر الابصار اور کوثر الخیرات اور تحقیقات میں نظریات وعقائد میں اختلاف نہیں ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔

فاضل محقق اور نبوت جسمانی وروحانی کی تفسیر

فاضل محقق نے لکھا ہے:

نبوت جسمانی کی غلط ترجمانی کر کے لوگوں کو دھوکہ دیا جارہا ہے کہ نبوت جسمانی کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو نبوت حاصل تھی اور روحانی کا مطلب یہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو نبوت حاصل تھی۔

یہ تعریف ہی غلط ہے۔ نبوت روحانی کا مطلب عالم ارواح میں آپ کا ملائکہ وارواح انبیاء کا مربی ومبلغ ہونا ہے اور نبوت جسمانی کا مطلب عالم اجسام میں اجسام یعنی انسانوں کو تبلیغ کرنا مراد ہے۔ (ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص 207)

الجواب:

گزارش یہ ہے کہ جیسے نبوت روحانی اور جسمانی کی پہلی ترجمانی کی اصلاح کی ضرورت ہے ایسے ہی فاضل محقق کی بیان کردہ تفسیر بھی اصلاح طلب ہے۔ اس لئے کہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے کہ ایک ہے منصب نبوت اور مرتبہ نبوت پر فائز ہونا اور ایک ہے ظہور نبوت۔

وحی نبوت سے مشرف فرمایا جانا، منصب نبوت اور مرتبہ نبوت پر فائز ہونا ہے۔ اور وحی نبوت سے مشرف ہوجانے کے ساتھ منصب نبوت اور مرتبہ نبوت پر فائز ہوجانے کے بعد اس منصب عالی کے فرائض کی ادائیگی میں مشغول ومصروف ہونا ظہور نبوت ہے۔

تو عالم ارواح میں وحی نبوت سے مشرف ہونا اور منصب نبوت ومرتبہ نبوت پر فائز فرمایا جانا پہلے تھا اور ملائکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام کا مربی ہونا، بعد میں تھا۔ ایسے ہی عالم اجسام میں قرآن کریم کی پہلی وحی کے نزول کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نبوت

(ثانیہ) سے مشرف ہونا اور منصب نبوت اور مرتبہ نبوت پر قطعی طور پر فائز ہونا قطعیات اسلام اور ضروریات دین سے ہے۔ جبکہ انسانوں کی تبلیغ کا مرحلہ ایک عرصہ بعد معرض وجود میں آیا۔ اور تبلیغ صرف انسانوں کو ہی نہیں بلکہ جنات کو بھی فرمائی ہے جیسا کہ قرآن وحدیث گواہ ہے۔

قوی امید ہے کہ اس مختصر کلام کو ملاحظہ کرنے کے بعد فاضل محقق کو راقم الحروف کے اس بیان سے اختلاف نہیں ہوگا کہ:

عالم ارواح میں حضور سرورکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا کی جانے والی نبوت کو نبوت روحانی کہہ لیا جاتا ہے اور حضرات ملائکہ اور ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا مربی ہونا، نبوت روحانی کا ظہور ہے۔ جبکہ منصب نبوت اور مرتبہ نبوت پر فائز ہونا ظہور نبوت سے پہلے ہی ثابت و متحقق ہو چکا تھا۔ اور ایسے ہی عالم اجسام میں حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کی جانے والی نبوت کو نبوت جسمانی کہہ دیا جاتا ہے۔

اور عالم اجسام میں حضور فخر کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وحی نبوت سے مشرف فرمایا جانا نبوت جسمانی سے مشرف ہونا ہے اور انس وجن کو تبلیغ کرنا نبوت جسمانی کا ظہور ہے۔ جبکہ منصب نبوت اور مرتبہ نبوت تو وحی نبوت سے مشرف ہونے کے ساتھ پہلے ہی سے ثابت ہو چکا تھا۔

اس لئے کہ باجماع علمائے امت یہ کہنا ہرگز جائز نہیں ہے کہ تبلیغ کا عمل شروع کرنے سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشرف بہ نبوت ہوئے بلکہ یوں کہا جائے گا کہ وحی نبوت سے مشرف ہونے کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشرف بہ نبوت فرمائے گئے۔ اور نبوت کی تفسیر میں منصب نبوت اور مرتبہ نبوت کو نظر انداز کرنا اور صرف ظہورِ نبوت سے

نبوت کی تفسیر کرنا زبردست غفلت ہے۔

اور جن بزرگوں نے نبوت کی تفسیر میں صرف تبلیغ کا حوالہ دیا ہے تو ان کا مقصد صرف ظہور نبوت والے پہلو کا بیان کرنا ہے جیسا کہ اہل علم پر ہرگز مخفی نہیں ہے اس میں شبہ نہیں ہے کہ ظہور نبوت بھی نبوت ہی کا ایک پہلو ہے۔ اور اس کی ایک حد اور نہایت ہوتی ہے جبکہ منصب نبوت اور مرتبہ نبوت ابدی اور نا قابل زوال ہے۔ اور صرف تبلیغ ہی کو نبوت سمجھنا، مشائخ کے کلام کو نہ سمجھنے پر مبنی ہے۔

حاصل کلام:

حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عالم ارواح میں وحی نبوت سے مشرف فرمایا جانا آپ کی نبوت روحانی ہے اور ملائکہ اور ارواح کی تربیت، نبوت روحانی کا ظہور ہے۔ اور عالم اجسام میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وحی نبوت سے مشرف فرمایا جانا آپ کی نبوت جسمانی ہے اور تبلیغ احکام وشرائع، نبوت جسمانی کا ظہور ہے۔

وللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ۔

فاضل محقق اور حضرت یحیی وحضرت عیسیٰ علیہما السلام کی نبوت روحانی بالفعل

فاضل محقق رقمطراز ہیں:

راقم کا موقف اس میں یہ ہے کہ اگر حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو نبوت بچپن میں دی گئی تو اس نبوت سے مراد نبوت روحانی ہوگی وہ نبوت ان دونوں حضرات سے سلب نہیں کی گئی۔

اگر نبوت سے مراد نبوت جسمانی ہے تو وہ بچپن میں عطا نہیں کی گئی۔ اسے ہی یوں تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ بچپن میں ان کی نبوت روحانی بالفعل ہے اور نبوت جسمانی بالقوۃ ہے۔

اور نبوت جسمانی چالیس سال بعد انہیں بالفعل حاصل ہوگئی۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص148)

الجواب:

فاضل محقق نے عبارت منقولہ سے پہلے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو بچپن میں نبوت عطا کئے جانے کے بارے میں اختلاف نقل کیا ہے اور عبارت منقولہ میں اپنا موقف اور نظریہ بیان کیا ہے جو کہ بالکل واضح ہے۔

جبکہ یہ موقف اور نظریہ جو فاضل محقق نے اختیار کیا ہے عقائد اہل سنت کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے کہ اس میں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے لئے دو دو نبوتیں تسلیم کی گئی ہیں۔ بچپن سے چالیس سال تک نبوت روحانی بالفعل اور چالیس سال کے بعد نبوت جسمانی بالفعل۔

یعنی فاضل محقق کا دراصل نظریہ اور موقف یہ ہے کہ عالم ارواح سے چالیس سال عمر مبارک تک ان کی نبوت روحانی بالفعل تھی کیونکہ وہ ان دونوں حضرات سے سلب نہیں کی گئی اور بچپن میں نبوت عطا کئے جانے سے مراد ان کی روحانی نبوت کا سلب نہ کیا جانا ہے۔ عالم اجسام میں بچپن میں حقیقتاً نبوت دیا جانا مراد نہیں ہے اور چالیس سال بعد نبوت جسمانی بالفعل عطا کی گئی۔

حالانکہ جمہور اکابر علماء امت نے دو نبوتوں سے مشرف فرمایا جانا حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے شمار کیا ہے۔

نمبر 1: عالم ارواح میں مشرف بہ نبوت ہونا،

نمبر 2: پھر عالم اجسام میں مشرف بہ نبوت ہونا،

لہذا نبوت روحانی یعنی عالم ارواح میں حقیقتاً مشرف بہ نبوت فرمایا جانا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے جبکہ باقی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو عالم اجسام ہی میں مشرف بہ نبوت فرمایا گیا ہے۔

اور بعض وہ اہل علم جنہوں نے عالم ارواح والی نبوت سے متعلقہ ارشادات نبویہ کو حقیقی معنی پر نہیں مانا بلکہ تاویلات گھڑی ہیں ان کے نزدیک بلا استثناء تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو عالم اجسام ہی میں حقیقتاً منصب نبوت پر فائز فرمایا گیا ہے۔

اس مختصر بیان سے واضح ہوا کہ حضور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک کے سوا دوسرے کسی بھی نبی کے بارے میں عالم ارواح میں حقیقتاً مشرف بہ نبوت فرمائے جانے کا نظریہ اور عقیدہ اہل سنت کے مسلمہ عقائد کے بالکل خلاف ہونے کی وجہ سے باطل اور مردود ہے۔

جبکہ فاضل محقق کی عبارت سے خوب واضح ہے کہ وہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے عالم ارواح میں حقیقتاً مشرف بہ نبوت ہونے کا نظریہ رکھتے ہیں اور ان کے بچپن میں نبوت دیئے جانے سے حقیقتاً مشرف بہ نبوت ہونا مراد نہیں لیتے بلکہ ان کی روحانی نبوت کا سلب نہ ہونا مراد لیتے ہیں۔

فاضل محقق سے جواب طلب سوال

نمبر 1 یہ ہے کہ عقیدہ اہل سنت کے مطابق جب حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام عالم ارواح میں حقیقتاً اور بالفعل مشرف بہ نبوت نہیں فرمائے گئے تو عالم اجسام میں چالیس سال تک ان کی نبوت، نبوت روحانی بالفعل کیسے ہوگئی؟

نمبر 2: ان دونوں حضرات کا نبوت روحانی سے مشرف ہونا اگر عقیدۂ اہل سنت

ہوتا تو پھر بھی نبوت روحانی کا سلب نہ ہونا بچپن میں نبوت دیا جانا کیسے بن گیا جو کہ فاضل محقق کا موقف ہے؟

نمبر 3: اگر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو عالم ارواح میں نبوت عطا کی گئی ہے تو کیا فاضل محقق کے نزدیک دوسرے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی عطا کی گئی ہے یا نہیں؟

نمبر 4: اگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا کی گئی ہے تو پھر تمام حضرات کو عالم اجسام میں جلوہ گری کے وقت سے حقیقی نبی تسلیم کیا جانا چاہیے تھا صرف حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے بارے میں بچپن سے مشرف بہ نبوت ہونے میں اختلاف اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا دوسرے کسی نبی کے بارے میں بوقت ولادت نبی نہ ہونے میں اختلاف بھی نہ ہونے کا کیا سبب ہے؟

کیا باقی تمام کی روحانی نبوت سلب ہوگئی تھی؟ حالانکہ منصب نبوت اور مرتبہ نبوت تو ابدی اور نا قابل زوال ہے۔

نمبر 5: حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو دو نبوتیں عطا کئے جانے پر کیا دلیل ہے؟

کیا صرف یہی کہ فاضل محقق نے یہ موقف اختیار کرلیا ہے تو ان حضرات کے لئے واقع اور نفس الامر میں دو نبوتوں کا ثبوت ہو گیا؟ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

نمبر 6: کیا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے نبوت کی وحدت یا کثرت ان محققین کی پسند کے تابع ہوگئی ہے؟

نمبر 7: کیا حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام فاضل محقق کی تحقیق کے

مطابق عالم ارواح میں ارواح اور ملائکہ کے لئے مبلغ اور مربی تھے اس لئے چالیس سال تک ان کی نبوت کو نبوت روحانی بالفعل قرار دیا ہے؟

گزارش یہ ہے کہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا بچپن میں مشرف بہ نبوت ہونا تسلیم کرنے کی صورت میں محض اپنی رائے سے دو نبوتیں تسلیم کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے بلکہ بچپن ہی سے منصب نبوت اور مرتبہ نبوت پر حقیقتاً فائز ہونا تسلیم کرلیا جائے گا اور تبلیغ احکام وشرائع بوقت بعثت، جیسا کہ تفسیر روح المعانی سے تحقیقات میں بھی نقل کیا ہے کہ راجح یہی ہے کہ: بعثت کے لئے بلوغ شرط ہے اصل نبوت کے لئے شرط نہیں ہے۔

اور فاضل محقق کا حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے بارے میں دو نبوتوں کا نظریہ بالکل بے اصل اور سراسر تحکم اور سینہ زوری ہے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم

ضروری تنبیہ:

علامہ سالمی کا تمہید میں اہل سنت کا عقیدہ یہ بتانا کہ:

ہر نبی وحی نبوت کے نزول سے پہلے بھی حقیقی نبی ہوتا ہے، درحقیقت عقیدہ اہل سنت نہیں ہے۔ تفصیل ''نبوتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ'' میں ملاحظہ کریں۔

کیا نبی کی ولایت، نبوت ورسالت سے افضل ہے؟

''تحقیقات'' کے مؤیدین اس مسئلہ کو بڑے اہتمام سے بیان کررہے ہیں اور اس کا سبب بھی واضح ہے کہ ہم نے چالیس سال تک صرف ولایت مانی ہے تو اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان نہیں ہے بلکہ ہم نے نبوت سے بھی اونچی شان مانی ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فاضل محقق اور بعض دوسرے لوگ اگرچہ تحکم اور سینہ زوری سے یہی کہہ رہے ہیں کہ تحقیقات میں چالیس سال تک نبوت کی مطلقاً نفی نہیں کی گئی بلکہ صرف نبوت تشریعی کی نفی ہے لیکن ان کا دل گواہی دیتا ہے کہ تحقیقات میں عرصہ خاص میں نبوت کی مطلقاً نفی اور انکار کا نظریہ پیش کیا گیا ہے اور صرف ولایت تسلیم کی گئی ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ بعض صوفیاء کا یہ نظریہ حقیقتاً منصب نبوت ورسالت پر فائز ہوجانے کے بعد والی ولایت کے بارے میں ہے جبکہ تحقیقات میں چالیس سال تک حقیقتاً منصب نبوت ورسالت پر فائز ہونا تسلیم ہی نہیں کیا گیا لیکن پھر بھی محض مغالطہ اور دھوکا دہی کے لئے ایسی سرخیاں قائم کررہے ہیں چنانچہ فاضل محقق نے بھی سرخی قائم کی ہے کہ: نبی کی ولایت، نبوت ورسالت سے افضل ہے؟

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص110)

الجواب:

فاضل محقق سے جواب طلب سوال

نمبر1: یہ ہے کیا یہ نظریہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا اسلاف کرام حضرات صحابہ، تابعین، تبع تابعین سے منقول ہے یا ان کے بعد علمائے شریعت یا حضرات صوفیاء کرام کا اتفاقی نظریہ ہے؟ جب ان میں سے کوئی صورت بھی نہیں ہے بلکہ صرف بعض صوفیاء کا قول ہے تو پھر اس انداز میں اس کا پرچار کہ جیسے یہ علماء اسلام میں اجماعی اور اتفاقی مسئلہ ہے اس کا کیا جواز ہے؟

نمبر2: سوال یہ ہے کہ اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ: نبوت ورسالت نبی کی ولایت سے افضل ہے۔ تو کیا یہ عقیدہ قرآن وحدیث اور روحِ اسلام کے خلاف ہے؟ نبوت ورسالت سے مشرف فرمائے جانے سے پہلے والی ولایت کو تحقیقات کے حامیوں کے علاوہ

تو کوئی صاحب عقل وخرد بقائمی ہوش وحواس نبوت ورسالت سے افضل نہیں کہہ سکتا۔

اب اگر منصب نبوت ورسالت پر فائز ہونے کے بعد والی ولایت کے بارے میں افضلیت کا قول کیا جائے۔تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی اور رسول کی ولایت میں مزید ترقی اور عظمت ورفعت کا سبب ،نبوت ورسالت سے مشرف ہونا ہے۔تو جب نبوت و رسالت سے مشرف ہونے کی وجہ سے ہی مقام ولایت میں مزید عظمت اور ترقی آئی ہے تو اب نبی کی ولایت کا نبوت ورسالت سے افضل ہونا دلائل سے ثابت کرنا آسان نہیں ہے۔

رہا اقوال کا معاملہ،تو اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ اقوال میں صحیح ،سقیم،قوی ، ضعیف،رطب و یابس موجود ہے۔اس لئے صرف کسی قول کامل جانا کافی نہیں ہے کہ اس کو کسی ایسے اہم عقیدہ کی اساس اور بنیاد ہی بنالیا جائے اور قرآن وحدیث اور اہل اسلام کے اجماعی مسائل وعقائد سے موافقت یا عدم موافقت کا جائزہ ہی نہ لیا جائے۔

اور یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اکابر صوفیاء کرام کی تصریحات موجود ہیں کہ ان کے عقائد علماء شریعت اہل سنت محققین ربانیین کے موافق ہیں۔تو سوال یہ ہے کہ بعض صوفیاء کرام کے اس قول کے معرض وجود میں آنے سے پہلے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر صدیوں تک علماء شریعت وطریقت کا نظریہ اور عقیدہ کیا تھا؟

اگر پہلے ہی سے نبوت ورسالت سے ولایت نبی کی افضلیت کا نظریہ ہوتا تو اسے بعض مشائخ صوفیہ کا قول اور نظریہ قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔اور پھر حضرت شیخ ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کا ان کی مراد اور مقصود کو بیان کرنا تا کہ ان کی نسبت کسی کو بدگمانی نہ ہو، یہ بھی واضح کر رہا ہے کہ ان سے پہلے یہ بات کسی نے نہیں کہی اور جب یہ قول معرض وجود میں آیا تو اس کی وضاحت کرنے کی ضرورت بھی سمجھی گئی۔

تو اس سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ان بعض مشائخ صوفیاء سے پہلے کسی کا یہ عقیدہ ہونا تو در کنار کسی نے یہ بات سنی بھی نہیں تھی تو ان حقائق واقعیہ کے باوجود اب قطعی اور یقینی طور پر یہ فیصلہ دینا کہ: نبی کی ولایت، نبوت ورسالت سے افضل ہے، اس کا کیا جواز ہے؟

اور اگر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ نظریہ خیر القرون سے چلا آ رہا ہے تو ثبوت پیش کرے فقیر راقم الحروف نے اس مسئلہ کے بارے میں ''تصریحات'' جلد اول اور'' محاکمہ عطائیہ کا منصفانہ جائزہ'' میں کچھ معروضات سپرد قلم کی ہیں، ملاحظہ فرمائیں ان شاء اللہ تعالیٰ مفید ہوں گی۔ اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ: اس مسئلہ کے بیان کرنے میں علم العقائد کی کتب میں بھی یہ انداز نہیں ہے جو ان محققین نے اپنایا ہے۔ حضرات متکلمین سے بعض نے تو اس مسئلہ کو ذکر تک نہیں کیا اور بعض نے اس کو بیان کیا ہے تو دونوں قول نقل کر دیئے ہیں اور ہر قول کی وجہ بھی ذکر کر دی ہے اور دوٹوک فیصلہ نہیں دیا۔

اور اس بات میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ فیصلہ کرنے کے لئے ہر قول کی وجوہ پر نظر وتامل کرنا اور ان کے معقول اور غیر معقول ہونے کا جائزہ لینا تو اہل علم پر لازم وضروری ہے۔ جبکہ اس جماعت محققین نے اس بات کا لحاظ کئے بغیر دوٹوک فیصلہ دینا شروع کر دیا ہے کہ: نبی کی ولایت نبوت ورسالت سے افضل ہے۔ جیسا کہ یہ مسئلہ اہل اسلام کے نزدیک مسلمات سے ہے اور اس میں دوسری کوئی رائے نہیں ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بعض مشائخ صوفیاء کے نظریہ اور عقیدہ کی وضاحت

جن بعض مشائخ صوفیاء کے قول کو دلیل بنا کر اس نظریہ کا پرچار کیا جا رہا ہے کہ: نبی کی ولایت نبوت ورسالت سے افضل ہے۔ انہوں نے اپنے موقف کو بیان کرنے کے لئے جو عنوانات اور عبارات استعمال کی ہیں ان عبارات سے ان حضرات کا مقصود و مدعیٰ کیا ہے؟

اس بات کی وضاحت بھی نہایت ضروری ہے کیونکہ بعض لوگوں نے ان عبارات سے دھوکا کھایا ہے اور ان حضرات کا مقصود و مدعی اور اصل موقف سمجھا ہی نہیں اور جو خود ان لوگوں کو سمجھ آیا وہ صرف بعض صوفیاء کے کھاتے میں ہی نہیں بلکہ اسلامی عقائد قطعیہ کے انداز میں پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ومن قال من العارفین ان مقام الولایۃ اکمل واتم من مقام الرسالۃ فمراده کما قاله الشیخ محی الدین فی الفتوحات: ان مقام ولایۃ النبی فی نفسه اتم و اکمل من مقام رسالته وذلک لشرف المتعلق ودوامه فان الولایۃ یتعلق حکمها باللہ تعالیٰ ولها الدوام فی الدنیا والآخرۃ والرسالۃ یتعلق حکمها بالخلق وینقطع بزوال زمن التکلیف۔ (الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر ص 327)

اور عارفین سے جس نے کہا ہے کہ بیشک مقام ولایت مقام رسالت سے اکمل اور اتم ہے تو اس کی مراد: جیسا کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتوحات میں فرمایا ہے، یہ ہے کہ: بیشک مقام ولایت نبی فی نفسہ اتم اور اکمل ہے اس کے مقام رسالت سے۔ اور وہ متعلق کے شرف و دوام کے لئے، اس لئے کہ بیشک ولایت کا حکم اللہ تعالیٰ سے متعلق ہوتا ہے اور ولایت کے لئے دنیا و آخرت میں دوام اور ہمیشگی ہے۔ اور رسالت کا حکم مخلوق کے ساتھ متعلق ہے اور وہ زمانہ تکلیف کے زوال و اختتام کے بعد باقی نہیں رہتا۔

حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے۔

وانما یقع التفاضل بالمراتب فالانبیاء صلوات اللہ تعالٰی علیھم ما فضلوا الخلق الا بھا فالنبی صلی اللہ علیہ وسلم لہ مرتبة الولایة والمعرفة والرسالة و مرتبة الولایة والمعرفة دائمة الوجود و مرتبة الرسالة منقطعة فانھا تنقطع بالتبلیغ و الفضل للدائم الباقی الخ۔ (تفسیر روح المعانی ج11 ص178)

اور باہمی فضیلت صرف مراتب کے ساتھ ہی واقع ہوتی ہے۔حضرات انبیاء کرام صلوات اللہ تعالٰی علیہم صرف مراتب کے ساتھ ہی باقی تمام مخلوق پر فضیلت دیئے گئے ہیں۔تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مرتبہ وولایت ومعرفت اور مرتبۂ رسالت ہے۔اورمرتبہ ولایت ومعرفت ہمیشہ موجود رہنے والا ہے اور مرتبہ رسالت منقطع ہوجاتا ہے اس لئے کہ بیشک وہ تبلیغ کا دور ختم ہونے کے بعد باقی نہیں رہتا اور فضیلت ہمیشہ باقی رہنے والے کے لئے ہے،تا آخر۔

اگرچہ بعض کتب میں یہ طرز بھی ہے:

اختلفوا فی ان نبوة النبی افضل ام ولایتہ۔ (نبراس ص561)

اس بات میں انہوں نے اختلاف کیا ہے کہ بیشک نبی کی نبوت افضل ہے یا اس کی ولایت۔

قد یقع تردد فی ان نبوة النبی افضل ام ولایتہ۔ (شرح المقاصد ج3 ص331)

اس مسئلہ میں تردد واقع ہوتا ہے کہ بیشک نبی کی نبوت افضل ہے یا اس کی ولایت۔

لیکن چونکہ دراصل ولایت نبی کی، نبوت ورسالت سے افضلیت، کا مسئلہ بعض صوفیاء کی طرف سے معرض وجود میں آیا ہے اس لئے اس مسئلہ کے بیان میں ان کی کتب میں جو عبارات وارد ہیں وہی اصل سمجھی جائیں گی اور ان عبارات سے ان حضرات کا جو منشا و مراد

اور مقصود و مدعیٰ ہے تو دوسرے علماء اعلام کی عبارات و تعبیرات سے بھی وہی مراد ہونا ایک لازمی امر ہے کیونکہ دوسرے علمائے کرام نے تو انہی کے موقف کو بیان کیا ہے۔ اور حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعض عارفین کا اصل کلام نقل کر کے اس کی تشریح اور وضاحت حضرت شیخ ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو نقل فرمائی ہے اور ایسے ہی دوسری عبارت جو صاحب روح المعانی نے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کی ہے۔

ان عبارات سے خوب واضح ہے کہ ان عبارات میں مقام رسالت اور مرتبہ رسالت سے منصب رسالت ہرگز مراد نہیں ہے جو اہل اسلام میں متعارف ایک روحانی منصب اور عہدہ ہے اور منصب نبوت سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس لئے کہ عبارات مذکورہ میں ہر نبی کے لئے مقام رسالت اور مرتبہ رسالت کا ہونا بیان کیا گیا ہے جب کہ منصب رسالت تو منصب نبوت سے اخص ہے کیونکہ ہر رسول تو نبی ہے اور ہر نبی رسول نہیں ہے۔

بلکہ ان عبارات میں رسالت سے مراد ابلاغِ کلام اللہ ہے یعنی فرائض نبوت کی ادائیگی میں مشغول و مصروف ہونا جو کہ نبی اور رسول کا حال ہے۔

جیسا کہ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فان قلت: فما حقیقۃ الرسالۃ و ھل ھی حال او مقام فالجواب: کما قالہ الشیخ فی الباب الثامن والخمسین و مائۃ ان حقیقۃ الرسالۃ ابلاغ کلام اللہ من متکلم الی سامع و ھو حال لا مقام اذ لا بقاء لھا بعد انقضاء التبلیغ (الی ان قال) و قد تکون الرسالۃ حال الرسول لا نقضائھا بانقضاء التبلیغ۔ (الیواقیت والجواہر ص 261)

سوال: رسالت کی حقیقت کیا ہے اور کیا رسالت حال ہے یا مقام؟

جواب: جیسا کہ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتوحات کے باب نمبر 158 میں فرمایا ہے

کہ: بیشک رسالت کی حقیقت اللہ تعالیٰ کا کلام متکلم سے سامع تک پہنچانا ہے اور وہ حال ہے مقام نہیں ہے، اس لئے کہ تبلیغ کا دور گزر جانے کے بعد وہ باقی نہیں رہتی (تا) اور کبھی رسالت رسول کا حال ہوتا ہے۔ اس لئے کہ تبلیغ کا دور گزرنے کے ساتھ رسالت بھی اختتام پذیر ہوجاتی ہے۔

نیز حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فان قلت :فالی ای وقت یستمر حکم الرسالة والنبوة؟ فالجواب: اما الرسالة فتستمر الی دخول الناس الجنة او النار واما النبوة فانها باقية الحکم فی الآخرة لا یختص حکمها بالدنیا۔ (الیواقیت والجواہر ص 261)

سوال: رسالت اور نبوت کا حکم کب تک مستمر رہے گا؟

جواب: رسالت تو لوگوں کے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک مستمر رہے گی اور لیکن نبوت تو بیشک اس کا حکم آخرت میں بھی باقی رہے گا۔ اس کا حکم دنیا کے ساتھ مختص نہیں ہے۔

عبارت منقولہ میں نبوت ورسالت کے حکم میں واضح فرق بیان کر دیا ہے کہ رسالت کا حکم تو لوگوں کے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک ہے اور نبوت کا حکم آخرت میں بھی باقی رہے گا یعنی منصب نبوت آخرت میں بھی باقی ہے اور نبی آخرت میں بھی نبی ہی ہوں گے البتہ ان کا رسالت والا حال یعنی ابلاغ کلام اللہ اور فرائض نبوت میں مشغول اور مصروف ہونا، تو اس کی ایک حد ہے جو بیان کر دی گئی ہے۔

عبارات مذکورہ سے واضح ہوا کہ ان بعض صوفیاء اور عارفین کی عبارات میں جو رسالت کا ذکر ہے اور اس پر ولایت نبی کی افضلیت کا نظریہ ان حضرات نے اپنایا ہے۔ تو

اس سے رسالت کا ایسا معنی مراد ہے جس کا حکم صرف مخلوق کے ساتھ متعلق ہے اور زمانہ تکلیف کے زوال اور اختتام کے ساتھ اس کا حکم بھی ختم ہو جاتا ہے اور مرتبہ رسالت سے مراد بھی ایسا مرتبہ ہے جو تبلیغ ختم ہونے کے بعد باقی نہیں رہتا۔

ضروری تنبیہ:

یہاں تبلیغ اپنے متعلقات سمیت مراد ہے لہذا میدان محشر میں کفار کے انکار کرنے پر حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شہادت وغیرہ اس سے خارج نہیں ہے اور لوگوں کے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک رسالت کا حکم مستمر رہنا جو بیان کیا گیا ہے وہ شیخ اکبر کی عبارت کے خلاف نہیں ہے اور ان عارفین کے کلام میں نبی سے صرف نبی جو رسول نہ ہو، ہرگز مراد نہیں ہے بلکہ اس سے ہر نبی اور رسول مراد ہے۔

اور اما النبوة فانها باقية الحكم فى الآخرة والی عبارت میں نبوت سے مراد منصب نبوت ورسالت ہے کیونکہ نبوت سے مراد عام ہے نبوت مقرونۃ بالرسالۃ ہو یا غیر مقرونۃ بالرسالۃ، دونوں صورتیں اس میں شامل ہیں۔

اور اگر نبوت سے صرف منصب نبوت مراد ہو اور اسی کا حکم آخرت میں باقی ہونا مراد ہو تو پھر بھی کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ جب منصب نبوت کا حکم آخرت میں بھی باقی رہے گا اور نبی آخرت میں بھی نبی ہی ہوں گے تو منصب رسالت تو منصب نبوت سے بھی ارفع اور اعلیٰ ہے لہذا منصب رسالت کا حکم آخرت میں بدرجہ اولیٰ باقی رہے گا اور بلاشبہ رسول آخرت میں بھی رسول ہی ہوں گے یعنی ان کا وہ روحانی منصب اور عہدہ برقرار رہے گا اور اس کی وجہ سے عطا کی جانے والی عظمتیں انہیں حاصل رہیں گی اگرچہ اس منصب عالی کے فرائض کی ادائیگی کا مکلف ہونے کا دور ختم ہو چکا۔

نتیجۂ کلام:

ان معروضات کے بعد بعض مشائخ صوفیاء کے نزدیک مقام ولایت نبی کا مقام رسالت سے اتم اور اکمل اور افضل ہونے کا معنی واضح ہو گیا کہ: ان بعض عارفین کے نزدیک نبی اور رسول کا فرائض نبوت کی ادائیگی اور تبلیغ احکام وشرائع والا جو حال ہے جسے رسالت سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس حال کی وجہ سے جو ان کا مرتبہ اور مقام ہے جسے مقام رسالت اور مرتبۂ رسالت سے تعبیر کر دیا گیا ہے اس حال اور مقام سے نبی اور رسول کا ولایت والا حال اور اس حال کی وجہ سے ان کا جو مقام و مرتبہ ہے جسے مقام ولایت نبی اور مرتبہ ولایت نبی سے تعبیر کیا گیا ہے وہ فی نفسہ اتم اور اکمل اور افضل ہے۔

کیونکہ رسالت یعنی ابلاغ کلام اللہ، تبلیغ کا دور ختم ہونے کے بعد باقی نہیں رہتی لہذا اس کا حکم آخرت میں باقی نہ رہے گا جبکہ ولایت آخرت میں بھی باقی رہے گی۔ اور رسالت کے حکم کا تعلق مخلوق سے ہے جبکہ ولایت کا حکم اللہ تعالیٰ سے متعلق ہے۔ یہ ہے بعض مشائخ صوفیاء کا موقف اور ان کی عبارات سے ان کا مقصود مدعی۔

وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

مسئلہ مذکورہ کے عنوان میں کچھ تبدیلی اور بعض صوفیاء کے موقف کی مزید وضاحت:

بعض علماء اعلام نے اس مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے بظاہر عنوان اور تعبیر میں کچھ تبدیلی کر دی کہ ان صوفیاء کے نظریہ کے بیان میں نبی کے مقام ولایت کو اس کے مقام رسالت یا مرتبۂ ولایت کو اس کے مرتبہ و رسالت سے افضل کہنے کی بجائے ولایت نبی اور

نبوت نبی کے الفاظ استعمال کر کے اختلاف نقل کر دیا جیسا کہ شرح المقاصد اور نبراس وغیرہ میں ہے۔

تو چونکہ ان علماء کرام نے بعض حضرات صوفیاء کے موقف اور نظریہ اور اس کے مقابل ومخالف نظریہ کو ہی بیان کیا ہے لہذا ان علماء اعلام کی ایسی عبارات کا مطلب ومعنی وہی ہے جو خود ان صوفیاء کرام کی اپنی عبارات کا ہے۔ اور ان علماء کرام کی عبارات مذکورہ میں نبوت سے منصب نبوت ہرگز مراد نہیں ہے جیسا کہ بعض صوفیاء کی عبارات میں رسالت سے منصب رسالت ہرگز مراد نہیں ہے۔ بلکہ علماء کے ایسے کلام میں نبوت سے وہی مراد ہے جو ان صوفیاء کے کلام مذکور میں رسالت سے مراد ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

اور ان بعض مشائخ صوفیاء کا نظریہ اور عقیدہ قطعاً یہ نہیں ہے کہ نبی اور رسول کی ولایت منصب نبوت ورسالت سے بھی افضل ہے۔ کیونکہ انہوں نے ولایت کو رسالت سے افضل کہا ہے تو رسالت کا ایسا معنی مراد لیا ہے جو صرف زمانہ تکلیف تک باقی رہتا ہے اور اس کے بعد زوال پذیر ہو جاتا ہے جیسا کہ ان کی عبارات میں اس بات کی صراحت اور وضاحت موجود ہے جبکہ منصب نبوت ورسالت کا زوال پذیر ہونا شرعاً وعقلاً ناممکن ہے اور نبی اور رسول آخرت میں بھی نبی اور رسول ہی ہوں گے۔

تو انہوں نے اس منصب عالی سے ولایت نبی کو کب افضل کہا ہے؟

انہوں نے تو صرف نبی اور رسول کی دنیوی زندگی میں فرائض نبوت کی ادائیگی اور تبلیغ احکام والے، نبی اور رسول کے حال اور اس حال کی وجہ سے ان کے مقام وشان پر ولایت والے حال اور اس کی وجہ سے ان کے مقام وشان کو فضیلت دی ہے اور وجہ فضیلت بھی وضاحت کے ساتھ بیان کر دی ہے کہ تبلیغ کے دور کے بعد یہ مرتبہ اور حال باقی نہیں رہتا

جبکہ مرتبہ ولایت آخرت میں بھی باقی رہے گا وغیرہ۔

حالانکہ نبوت کا باقیۃ الحکم فی الآخرۃ ہونا یعنی منصب نبوت کا حکم ہمیشہ باقی رہنا خود صوفیاء کرام نے بھی بیان کیا ہے جیسا کہ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اور منصب رسالت تو اس سے بھی ارفع اور اعلیٰ ہے۔ اورانہوں نے کب کہا ہے کہ: آخرت میں حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جو مرتبہ اور مقام بحیثیت نبی اور رسول ہونے کے ہوگا تو بحیثیت ولی عارف ہونے کے اس سے بھی اعلیٰ اور ارفع مقام ہوگا؟ اورانہوں نے کب کہا ہے کہ حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام صرف دنیوی زندگی یا لوگوں کے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک نبی اور رسول ہوں گے اور اس کے بعد العیاذ باللہ منصب نبوت ورسالت سے محروم ہوجائیں گے اور صرف ولی عارف کے مقام پر فائز رہ جائیں گے لہٰذا دنیا اور آخرت میں بحیثیت ولی عارف ہونے کے ان کی شان اس شان سے بھی ارفع اور اعلیٰ ہے جو انہیں بحیثیت نبی اور رسول ہونے کے حاصل ہے؟

اورانہوں نے کب کہا ہے کہ دنیا اور آخرت میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمتیں اور شانیں جو بحیثیت نبی اور رسول بلکہ بحیثیت سید المرسلین وخاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین قرآن وحدیث میں بیان فرمائی گئی ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بحیثیت ولی عارف ہونے کے دنیا اور آخرت میں اس سے ارفع اور اعلیٰ مقام حاصل ہے؟

اورانہوں نے کب کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منصب نبوت ورسالت آخرت میں باقی نہ رہے گا؟ نعوذ باللہ من ذلک اور نہ ہی ان کے نظریہ سے یہ اُمور لازم آتے ہیں۔

رہا رسالت یعنی فرائض نبوت کی ادائیگی کے حال سے نبی کی ولایت کو افضل قرار دینا اور اس کے لئے تعبیرات اور عنوانات وہ اختیار کرنا جو ان حضرات اور دوسرے علماء کے

کلام میں وارد ہیں اور افضلیت کی وجوہ کے بیان میں انہوں نے نبوت ورسالت کی تشریح جو بیان کی ہے تو اس کے بارے میں فقیر راقم الحروف بقدر ضرورت ''تصریحات جلد اول'' میں لکھ چکا ہے۔

کیا نبی اور رسول کی ولایت منصب نبوت ورسالت سے افضل ہے؟

فاضل محقق نے سرخی یہ قائم کی ہے کہ: نبی کی ولایت نبوت ورسالت سے افضل ہے لیکن مذکورہ سرخی کے تحت تشریح کرتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ:

اگر کوئی یہ کہے کہ نبی اور رسول کی ولایت منصب نبوت ورسالت سے افضل ہے تو یہی عین ایمان ہے۔ (ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص110)

الجواب:

فاضل محقق کی عبارت سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک نبی اور رسول کی ولایت کو منصب نبوت ورسالت سے افضل ماننا، یہی عقیدہ اور نظریہ عین ایمان ہے۔

تو فقیر راقم الحروف کا پھر وہی جواب طلب سوال ہے کہ: یہ نظریہ اور عقیدہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا اسلاف کرام حضرات صحابہ، تابعین، تبع تابعین سے منقول ہے یا بعد کے علماء شریعت یا حضرات صوفیاء کرام کا اتفاقی نظریہ ہے؟

جب ان میں سے کوئی صورت بھی نہیں ہے تو پھر اس انداز میں اس کے پرچار کا کیا جواز ہے؟

حق یہی ہے کہ حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام پوری کائنات میں افضل واعلیٰ ہیں حتی کہ رسل ملائکہ سے بھی افضل ہیں اور ان کی اس عظمت اور فضیلت کا اصل سبب منصب نبوت ورسالت پر فائز ہونا ہے۔ اور حضرات انبیاء کرام ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام

کے دوسرے کمالات کا منصب نبوت ورسالت سے موازنہ کرکے پھر انہیں منصب نبوت و رسالت سے افضل واعلیٰ قرار دینے سے باز رہا جائے تو اسی میں عافیت ہے۔

اور بعض مشائخ صوفیہ کے قول سے دھوکا نہ کھایا جائے کیونکہ ان کا قول منصب نبوت ورسالت کے بارے میں نہیں ہے جیسا کہ ان کا نظریہ اور عقیدہ واضح طور پر بیان کیا جا چکا ہے۔

منصب نبوت ورسالت کے بارے میں عقیدۂ اہل سنت

منصب نبوت ورسالت کے بارے میں علماء اعلام نے عقیدۂ اہل سنت خوب واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

حضرت امام اہل سنت عمدۃ المتکلمین والمدققین شاہ فضل الرسول بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

النبوۃ اشرف مناصب الخلق۔ (المعتقد والمنتقد ص122)

اور مخلوق کے مناصب ومراتب میں سب سے افضل اور اشرف منصب، منصبِ نبوت ہے۔

فائدہ عظیمہ:

اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ برصغیر کے اکابر علمائے اہل سنت اور مسلمہ شخصیات نے اس کتاب مستطاب کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد، عقائد کے بیان میں اسے لاجواب کتاب قرار دیا ہے۔ ان میں سیدی وسندی حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ اور سیدی وسندی حضرت مفتی صدر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ ودیگر اکابر حضرات شامل ہیں اور سیدی وسندی حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تو اس کتاب پر

تعلیق بھی ہے جو حضرت مولانا محمد وصی احمد محدث سورتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشورہ دینے سے تحریر فرمائی۔ اور حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعلیق کے شروع میں اس کتاب مستطاب اور حضرت مصنف علام رحمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا ہے:

اما بعد فلما کان الکتاب المستطاب "المعتقد المنتقد" لخاتم المحققین عمدۃ المدققین سیف الاسلام اسد السنۃ حتف الظلام سد الفتنۃ مولانا الاجل الابجل السیف المسلول معین الحق فضل الرسول السنی الحنفی القادری البرکاتی العثمانی البدایونی اعلی اللہ مقامہ فی اعلیٰ علیین و جزاہ جزاء الخیر الاوفی عن الاسلام والمسلمین کتابا مفردا فی بابہ کاملا فی نصابہ الخ۔

(المستند المعتمد بناء نجاۃ الابد ص9)

ان مختصر معروضات سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ان تمام اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کا نظریہ اور عقیدہ بھی یہی ہے جو اس کتاب مستطاب میں لکھا ہوا ہے۔

حضرت مصنف علام نے تحریراً بیان فرما دیا ہے اور دوسرے اکابر نے تقریراً یعنی ان اکابر نے اس کتاب مستطاب کا لفظ بلفظ اول تا آخر پوری توجہ سے مطالعہ کرنے کے بعد اس کی تائید و تصویب اور تصدیق اور انتہائی تحسین فرمائی ہے۔ جبکہ یہ بات بھی خوب واضح ہے کہ یہ اکابر حضرات بحر العلوم شخصیات تھیں اور اس مسئلہ کے بارے میں بعض صوفیاء کے قول اور علم العقائد کی پہلی کتب میں اس مسئلہ میں اختلاف کے بیان سے پوری طرح آگاہ تھے لیکن اس سب کچھ کے باوجود ان اکابر اہل سنت نے واشگاف الفاظ میں اپنا عقیدہ یہ بیان کیا ہے۔

نیز یہ بات بھی واضح رہے کہ اس کتاب مستطاب کو جب مولانا قاضی عبد الوحید عظیم آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ چھاپنے لگے تو پہلی طباعت میں اغلاط کی وجہ سے اس کی تصحیح کی خدمت

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو سونپی تو انہوں نے حرف بحرف بغور پڑھ کر یہ نسخہ تیار کیا۔ ان تمام باتوں کی وضاحت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعلیق کے شروع میں کی ہے۔

اور یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ برصغیر میں پھیلنے والی بدعقیدگی کے سیلاب کے آگے بند باندھنے اور عقائد حقہ کے بیان کے لئے ہی یہ کتاب مستطاب تصنیف کی گئی ہے جو کہ علم الکلام وعلم العقائد کے باب میں ایک نہایت ہی عظیم کتاب ہے۔ اور اس پوری کتاب میں بعض صوفیاء کے اس نظریہ اور عقیدہ کا ذکر بھی نہیں کیا البتہ واضح الفاظ میں مخلوق کے تمام مناصب ومراتب میں سے منصب نبوت کی افضلیت اور اشرفیت کا عقیدہ ضرور تعلیم فرمایا ہے

ازالۂ شبہ:

بعض لوگ ولایتِ نبی کی، نبوت ورسالت پر فضیلت ثابت کرنے کے لئے فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات کا حوالہ دیتے ہیں تو انہیں بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ملفوظات اور مستقل تصنیف کی حیثیت برابر نہیں ہوتی اور اس کی متعدد وجوہ ہیں۔

نیز اس ملفوظ میں دراصل بعض صوفیاء کا نظریہ بیان کیا گیا ہے۔ اور ان کے مقصود و مدعیٰ اور نظریہ کی وضاحت گزشتہ صفحات میں سپرد قلم کی جا چکی ہے۔ جبکہ منصب نبوت و رسالت کے بارے میں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے جو اس کتاب مستطاب میں لکھا ہوا ہے جس کا ایک ایک حرف پڑھ کر اس کو عقیدہ کے باب میں مفرد اور کامل کتاب قرار دیا ہے اور اس پر نہایت مفید حاشیہ بھی لکھا ہے۔ و للہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم۔

فاضل محقق کی اپنے دعویٰ پر دلیل:

جیسا کہ گزر چکا ہے کہ فاضل محقق نے اپنی قائم کردہ سرخی کہ: ''نبی کی ولایت نبوت ورسالت سے افضل ہے'' کی تشریح میں لکھا ہے کہ: اگر کوئی یہ کہے کہ نبی اور رسول کی ولایت منصب نبوت ورسالت سے افضل ہے تو یہی عین ایمان ہے۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص110)

اس تشریح سے خوب واضح ہے کہ مذکورہ سرخی سے بھی فاضل محقق کی یہی مراد ہے کہ نبی اور رسول کی ولایت، منصب نبوت ورسالت سے افضل ہے اور یہی عقیدہ عین ایمان ہے اور دونوں عبارات میں صرف عنوان اور تعبیر میں کچھ اختلاف ہے البتہ مقصود و مدعیٰ اور مراد ایک ہی ہے۔

اس سے خوب ظاہر ہے کہ فاضل محقق نے بعض صوفیاء کے نظریہ اور عقیدہ سے یہی سمجھا ہے کہ دنیا اور آخرت میں نبی اور رسول کی ولایت ان کے منصب نبوت ورسالت سے افضل ہے اور یہی عقیدہ عین ایمان ہے۔ لہذا فاضل محقق کے نزدیک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور باقی تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دنیا وآخرت میں جو عظمت وشان بحیثیت منصب نبوت ورسالت پر فائز اور نبی اور رسول ہونے کے ہے اس سے بڑھ کر عظمت وشان بحیثیت ولی عارف ہونے کے ہے۔

اور فاضل محقق نے اپنے اس دعویٰ پر جو دلیل پیش کی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ لکھا ہے:

آیئے شیخ کا صریح کلام جو عبارۃ النص کا درجہ رکھتا ہے اس کو دیکھئے:

اعلم انه لا اعتبار للشخص من حيث هو انسان فلا فضل ولا شرف في الجنس بالحكم الذاتي و انما يقع التفاضل بالمراتب فالانبياء صلوات الله تعالىٰ

علیھم ما فضلوا الخلق الا بھا فالنبی صلی اللہ علیہ وسلم لہ مرتبۃ الولایۃ والمعرفۃ والرسالۃ ومرتبۃ الولایۃ والمعرفۃ دائمۃ الوجود ومرتبۃ الرسالۃ منقطعۃ فانھا تنقطع بالتبلیغ والفضل للدائم الباقی والولی العارف مقیم عندہ سبحانہ والرسول خارج وحالۃ الاقامۃ اعلیٰ من حالۃ الخروج فھو صلی اللہ علیہ وسلم من حیثیۃ کونہ ولیا و عارفا اعلیٰ واشرف من حیثیۃ کونہ رسولا وھو صلی اللہ علیہ وسلم الشخص بعینہ واختلفت مراتبہ لا ان الولی منا ارفع من الرسول نعوذ باللہ من الخذلان۔

یقین کرلو بیشک کسی شخص کا بحیثیت انسان (حیوان ناطق) ہونے کے افضلیت و اشرفیت میں کوئی اعتبار نہیں کیونکہ جنس میں سب برابر ہیں۔ انبیاء کرام کو دوسروں پر فضیلت باعتبار مراتب کے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرتبہ ولایت، مرتبہ معرفت اور رسالت سب (مراتب) ہی حاصل ہیں مرتبہ ولایت ومعرفت ہمیشہ کے لئے موجود ہیں اور مرتبہ رسالت میں انقطاع ہے اس لئے کہ رسالت کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ کا پیغام بندوں تک پہچانا۔ جب آپ وہ پیغام پہنچا رہے ہوتے ہیں تو مرتبہ رسالت حاصل ہوتا ہے۔ جب آپ عبادت وغیرہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اتنی دیر کے لئے اس مرتبہ میں انقطاع ہوتا ہے۔ یقیناً جو چیز ہمیشہ کے لئے باقی ہے وہ افضل ہے۔ ولی عارف رب تعالیٰ کے ہاں مقیم ہوتا ہے۔ اور رسول جو بندوں سے مشغول ہوتے ہیں اتنی دیر کے لئے کچھ نہ کچھ انہیں انقطاع حاصل ہوتا ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ حالتِ اقامت حالتِ خروج سے اعلیٰ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ولی اور عارف ہونے کے اعلیٰ اور شرف ہیں بحیثیت رسول ہونے کے، ذات ایک ہے اور مراتب مختلف ہیں۔ یہ نہیں کہ ہم میں سے کوئی ولی (جو رسول نہ ہو) وہ کسی نبی یا کسی رسول سے افضل ہے۔ یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ سید الانبیاء، افضل الانبیاء سے افضل

ہے،نعوذ باللہ من الخذلان۔ (ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص112-113)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: فاضل محقق نے شیخ ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کا مفہوم ومعنی اور تشریح جو بیان کی ہے وہ بغور ملاحظہ فرمالیں۔اس سے خوب واضح ہے کہ فاضل محقق نے اپنے گمان میں شیخ علیہ الرحمۃ کی اس عبارت کی روشنی میں جسے وہ عبارت النص کے درجہ میں سمجھتے ہیں یہ عقیدہ اپنا رکھا ہے جو اپنے قلم سے بڑی صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ:

مرتبہ رسالت میں انقطاع ہے۔اس لئے کہ رسالت کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ کا پیغام بندوں تک پہنچانا۔جب آپ وہ پیغام پہنچا رہے ہوتے ہیں تو مرتبہ رسالت حاصل ہوتا ہے۔جب آپ عبادت وغیرہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اتنی دیر کے لئے اس مرتبہ میں انقطاع ہوتا ہے۔ (ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص113)

اور مرتبہ رسالت سے فاضل محقق کی مراد منصب نبوت ورسالت ہے کیونکہ فاضل محقق نے یہ دلیل تو اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے دی ہے کہ: ’’نبی اور رسول کی ولایت منصب نبوت ورسالت سے افضل ہے۔یہی عقیدہ عین ایمان ہے‘‘ تو اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ فاضل محقق کے نزدیک جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب تعالیٰ کا پیغام بندوں تک پہنچا رہے ہوتے تھے تو مرتبہ رسالت اور منصب نبوت ورسالت آپ کو حاصل ہوتا تھا اور جب آپ عبادت وغیرہ میں مشغول ہوتے تھے یا محو خواب ہوتے یعنی تبلیغِ احکام کے علاوہ باقی تمام اوقات میں مرتبہ رسالت اور منصب نبوت ورسالت میں انقطاع ہوتا تھا یعنی آپ کا منصب نبوت ورسالت باقی نہیں رہتا تھا اور آپ اس سے محروم ہوجاتے تھے۔نعوذ باللہ من ذلک

گزارش یہ ہے کہ ایسی تحقیق پر لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہی پڑھنا چاہیے۔کیونکہ

اس نظریہ اور عقیدہ کا واضح مطلب یہی ہوا کہ تمام انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ و السلام اپنی بعثت کے بعد، دنیوی حیات اور زندگی میں تبلیغ احکام کے دور میں بار بار منصب نبوت ورسالت سے محروم ہوتے رہے۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں مشغول ومصروف ہوتے تو منصب نبوت ورسالت پر فائز ہوتے اور باقی تمام اوقات میں ان کا یہ منصب عالی ختم ہو جاتا اور تبلیغی دور کے بعد ہمیشہ کے لئے ان کا منصب نبوت ورسالت زوال پذیر اور ختم ہو چکا۔ نعوذ باللّٰہ من ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ۔

فاضل محقق سے جواب طلب سوال نمبر 1 یہ ہے کہ:

شیخ کی عبارت میں مرتبۂ رسالت سے شیخ کی کیا مراد ہے؟

منصب نبوت ورسالت مراد ہے کہ وحی نبوت ورسالت سے مشرف فرمائے جانے کے ساتھ جس منصب عالی پر عبد مقرب کو فائز فرما دیا گیا اور اس منصب رفیع پر فائز ہونے کے سبب وہ رسل ملائکہ سے بھی افضل اور اشرف ہوگئے اگرچہ تبلیغ احکام وشرائع کا عمل شروع کرنے کا موقع ابھی نہ آیا ہو، یا مرتبۂ رسالت سے ابلاغ کلام اللہ من متکلم الی سامع۔ اللہ تعالیٰ کا کلام متکلم سے سامع تک پہنچانا، جو کہ رسول کا حال ہے اس حال کے حوالے سے جو مرتبہ اور مقام ہے وہ مراد ہے؟

اگر تو اس سے منصب نبوت ورسالت مراد ہے تو پھر فاضل محقق نے شیخ کی مراد جو بیان کی ہے اور اسے بطور عقیدہ اپنا کر اس کی پرزور تبلیغ کی ہے اس کا واضح مطلب وہی ہے جو بیان کیا جا چکا ہے کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسرے تمام انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام رب تعالیٰ کا پیغام بندوں تک پہنچا رہے ہوتے تو انہیں منصب نبوت رسالت حاصل ہوتا اور باقی تمام اوقات میں منصب نبوت ورسالت کا انقطاع ہوتا

یعنی منصب نبوت ورسالت زائل ہوجاتا اور ایسے ہی وصال شریف کے بعد تو ہمیشہ کے لئے ان کا منصب نبوت ورسالت باقی نہ ہوگا۔نعوذ باللہ من ذلک

توگزارش یہ ہے کہ یہ تو صراحتاً منصب نبوت ورسالت کے انقطاع اور زوال کا نظریہ ہے اور وہ بھی ایک بار نہیں بلکہ بار بار یہی چلتا رہا تھا۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسرے تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام جب تبلیغ میں مشغول ومصروف ہوتے تو حقیقتاً رسول اللہ اور نبی اللہ ہوتے تھے اور جب کلام الٰہی نہ پہنچا رہے ہوتے تو باقی تمام اوقات میں حقیقتاً منصب نبوت ورسالت پر فائز اور رسول اللہ و نبی اللہ نہ ہوتے تھے اور ایسے ہی وصال کے بعد ان کا یہ منصب عالی باقی نہیں رہتا۔نعوذ باللہ من ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

جبکہ حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ اس نظریہ کی اسلام میں گنجائش ہی نہیں ہے تو یہ حضرت شیخ کی مراد کیسے ہوسکتی ہے۔

اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ منصب نبوت ورسالت پر نبی اور رسول کی ولایت کو فضیلت دینا قطعاً ان کی مراد نہیں ہوسکتی، کیونکہ منصب نبوت ورسالت کے لئے انقطاع اور زوال نہیں ہے اور تمام انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام ابد تک نبی اور رسول ہی ہوں گے ان کا منصب عالی ان سے نہ چھینا جائے گا اور نہ ہی زوال پذیر ہوگا۔اور اگر مرتبۂ رسالت میں رسالت سے مراد نبی اور رسول کا تبلیغ والا حال ہے نہ کہ منصب نبوت رسالت تو پھر اس سے منصب نبوت ورسالت کے لئے انقطاع ثابت نہ ہوا بلکہ صرف حالِ رسول کے لئے ہوا۔اور یہ بات درست ہے کیونکہ حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے احوال شریفہ تو بہت ہیں اگر نماز میں مشغول ومصروف ہوتے تو مصلی ہوتے اگر جہاد

میں مصروف ہوتے تو مجاہد اگر تبلیغ میں تو مبلغ وعلٰی ھذا القیاس۔

تو اس صورت میں شیخ کی عبارت مذکورہ میں صرف تبلیغِ احکام وشرائع میں مشغولیت ومصروفیت کے حال پر نبی اور رسول کے مرتبہ ولایت کو فضیلت دینا ثابت ہوا نہ کہ منصب نبوت ورسالت پر۔ اور یہی حضرت شیخ کا مقصود ومدعی ہے جو کہ ان کی عبارت سے خوب ظاہر ہے۔ لیکن اس صورت میں فاضل محقق کی دلیل ان کے دعویٰ پر منطبق نہ ہوئی اس لئے کہ دعویٰ تو کیا ہے کہ: ''نبی اور رسول کی ولایت منصب نبوت ورسالت سے افضل ہے اور یہی عقیدہ عین ایمان ہے۔''

اور دلیل اس پر ہے کہ نبی اور رسول کے حالِ تبلیغ سے سے ان کا مرتبۂ ولایت افضل ہے۔ یہ علیحدہ امر ہے کہ اس دلیل سے حالِ رسول پر ان کے مرتبۂ ولایت کی فضیلت فی الواقع ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔ تاہم اگر اس دلیل کو تسلیم کر ہی لیا جائے تو اس سے ولایت نبی کی منصب نبوت ورسالت سے افضلیت ثابت نہ ہوئی جو کہ فاضل محقق کا موقف اور نظریہ ہے بلکہ نبی اور رسول کے صرف حالِ تبلیغ سے ان کی ولایت کو افضل قرار دیا گیا ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ:

جب تبلیغ ختم ہونے کے بعد مرتبۂ رسالت باقی نہیں رہتا جیسا کہ عبارت منقولہ میں ہے: اذ لا بقاء لھا بعد انقضاء التبلیغ، اور فاضل محقق کی تحقیق کے مطابق مرتبۂ رسالت سے منصب نبوت ورسالت مراد ہے۔ اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بعثت مقدسہ کے وقت سے تمام سابقہ شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت بھی منسوخ ہوگئی اور صرف یہی نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صدیوں سے تبلیغ نہیں کر رہے بلکہ دنیوی حیات اور زندگی میں ہونے کے باوجود ان کے لئے اپنی شریعت

کی تبلیغ کرنا جائز ہی نہیں ہے اس لئے نزول کے بعد بھی نہیں کریں گے تو کیا فاضل محقق کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اب حقیقتاً منصب نبوت رسالت پر بدستور فائز اور نبی اللہ ورسول اللہ ہیں یا نہیں؟

اگر فاضل محقق کے نزدیک ان کا منصب نبوت ورسالت ہی باقی نہیں رہا۔نعوذ باللہ من ذلک۔تو واضح الفاظ میں اپنا نظریہ تحریری صورت پیش کریں اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بدستور منصب نبوت ورسالت پر فائز ہیں حتی کہ جب زمین پر نزول فرمائیں گے تو بھی حقیقتاً نبی اور رسول ہی ہوں گے جیسا کہ تمام علماء حق کا موقف اور نظریہ ہے۔تو پھر شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت سے ان کی مراد اور مقصد واضح کریں جو اہل اسلام کے اس اجماعی عقیدہ کے خلاف نہ ہو۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ:

دوسرے تمام انبیاء کرام ورسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام اب حقیقتاً منصب نبوت ورسالت پر فائز ہیں یا نہیں؟ اور ایسے ہی بشمول حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ تمام نفوس قدسیہ ابد تک اس منصب رفیع پر فائز رہیں یا نہیں؟

اگر فائز ہیں اور رہیں گے تو اس بات کی وضاحت کریں کہ صدیوں سے تبلیغ ختم ہو چکی ہے اور پھر بھی ان کا منصب نبوت ورسالت حقیقتاً باقی اور قائم ہے اور ابد تک قائم رہے گا، تو اس منصب نبوت ورسالت سے کیا مراد ہے؟

اور حضرت شیخ کی عبارت میں جو ہے کہ: تبلیغ ختم ہونے کے بعد مرتبہ رسالت باقی نہیں رہتا تو اس رسالت سے کیا مراد ہے؟

ضروری تنبیہ:

فاضل محقق کی بے احتیاطی تو خوب واضح ہے اس کے باوجود متعدد سوالات صرف اس لئے کئے ہیں کہ شاید کسی طرح ہی یہ محققین غور وفکر کرنے کی زحمت اٹھالیں۔

فاضل محقق کی دلیل کے بارے میں مزید گزارشات

فاضل محقق نے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام جو پیش کیا ہے اور اسے عبارۃ النص کا درجہ دیا ہے اور اس قدر وثوق سے لکھا ہے جیسے نصوص شرع سے عبارۃ النص پیش کر رہے ہیں۔

اس میں مرتبۂ ولایتِ نبی کی مرتبۂ رسالت پر فضیلت کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مرتبۂ ولایت ومعرفت ہمیشہ رہنے والا ہے اور مرتبۂ رسالت منقطع ہو جاتا ہے کیونکہ تبلیغ کا دور ختم ہونے کے بعد وہ باقی نہیں رہتا۔ اور جو مرتبہ ہمیشہ باقی رہے وہ افضل ہے لہذا نبی کا مرتبۂ ولایت اس کے مرتبۂ رسالت سے افضل ہے۔ نیز ولی عارف اللہ تعالیٰ کے ہاں مقیم ہوتا ہے اور رسول خارج ہوتا ہے اور حالتِ اقامت، حالتِ خروج سے اعلیٰ ہے لہذا نبی کو بحیثیت رسول جو عظمت اور شرف حاصل ہے اس سے نبی بحیثیت ولی عارف، اعلیٰ اور اشرف ہے۔ اور رسالت سے شیخ کی مراد ابلاغِ کلام اللہ ہے یعنی نبی کو تبلیغِ احکام وشرائع کے حال میں جو مرتبہ حاصل ہے اس سے بحیثیت ولی عارف، نبی کا مرتبہ اعلیٰ واشرف ہے۔

الجواب:

کیا یہ کلام حقائق کی روشنی میں تشفی اور اطمینان کے لئے حرف آخر ہے اور اس کے مطابق عقیدہ رکھنا لازم اور ضروری ہے یا اس لئے کہ یہ قرآن وحدیث کی نص نہیں ہے بلکہ ایک بزرگ کا کلام ہے اور بفضلہ تعالیٰ ان سے حسنِ عقیدت سے دل روشن ہے لیکن پھر ان کے کلام میں نظر وتأمل کا خدام دین متین کو حق حاصل ہے اور یہ امر اس بزرگ کی عظمت وشان کے منافی نہیں ہے؟ جیسا کہ مسائل عملیہ میں حضرات ائمہ اعلام فقہاء کرام کے اقوال میں نظر و

تامل کرنا اوران میں قوت وضعف اورصحت وسقم اورراجح ومرجوح ہونے کے احکام اہل علم میں متعارف ہیں اورایسے ہی مسائل اعتقادیہ میں حضرات متکلمین کے اقوال میں۔ اوریہ امران ائمۂ کرام کی عظمت وشان کے منافی نہیں ہے اورنہ ہی ان سے حسنِ عقیدت کے خلاف ہے۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: رسالت کی تشریح میں حضرات صوفیاءکرام کی بیان کردہ مراد کوملحوظ رکھتے ہوئے گزارش ہے کہ رسالت: ابلاغ کلام اللہ اورتبلیغ احکام وشرائع میں مشغول ومصروف رہنے کا حال ضرورمحدود ہے لیکن نبی اوررسول کوولایت کے حوالے سے جوعظمت اورفضیلت حاصل ہے اس کا رسالت والے شرف سے اعلیٰ اور اشرف ہونا کیسے ثابت ہوگیا؟ کیاشرعی ضابطہ ہے کہ جس حال کادورانیہ محدودہوتواس کی وجہ سےعطاہونے والامرتبہ عظمت وشرف میں کم درجہ اورہمیشہ نہ رہنے والاہوگا؟

کیاجس مومن کوایک لحظہ دیدارمصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نصیب ہوگیاتو دیدار سے شرف یاب ہونے کا حال محدودضرور ہے لیکن اس کی وجہ سے عطا ہونے والا مرتبۂ صحابیت کیامنقطع ہونے والااورادنیٰ ہےاوراس شخص کامرتبۂ ولایت اعلیٰ واشرف ہے؟

شبہ: ولایت توصحابیت کوبھی شامل ہے۔

جواب: ولایت مطلقہ تونبوت ورسالت کوبھی شامل ہے(جیسا کہ فاضل محقق نے خودنقل کیاہے)اس کے باوجودمراتب ودرجات کا تفاوت ایک حقیقت ثابتہ ہےلہذاولایت مطلقہ کاشمول کسی اشکال کاموجب نہیں ہے۔

تونبی اوررسول کے وحی نبوت ورسالت سےمشرف فرمائے جانے کاحال اگرچہ محدود ہے لیکن اس کی وجہ سے عطاہونے والا مرتبہ اورمنصب پوری کائنات کے مراتب

ومناصب سے اعلیٰ واشرف ہے اور ابدی ہے اور اس کی وجہ سے نبی کی ولایت کو بھی چار چاند لگ گئے کہ وہ دوسرے تمام اولیاء کرام کی ولایت سے اعظم واکمل اور افضل واشرف ہوگئی۔

اسی طرح وحی نبوت ورسالت سے مشرف ہونے اور اس کی تبلیغ کرنے والا حال محدود ضرور ہے لیکن اس کی وجہ سے عطا ہونے والی عظمت اور شرافت اور مرتبہ ودرجہ ولایت والے حال کی وجہ سے عطا ہونے والے مرتبہ اور درجہ سے بھی اعلیٰ واشرف ہے۔

جب وحی نبوت ورسالت سے مشرف ہوکر منصب نبوت ورسالت پر فائز ہونا ہی نبی اور رسول کی ولایت میں ترقی اور مزید عظمت کا سبب ہے تو نبی اور رسول کا مرتبۂ ولایت منصب نبوت ورسالت سے افضل اور اعلیٰ کیسے ہوگیا؟ جو کہ فاضل محقق کا نظریہ ہے۔ اور وحی نبوت سے مشرف ہونے اور اس کی تبلیغ کرنے سے اعلیٰ واشرف ہونا کیسے ثابت ہوگیا؟ جو کہ بعض صوفیاء کرام کا نظریہ اور عقیدہ ہے۔ اور یہ کہنا کہ ولی عارف اللہ تعالیٰ کے ہاں مقیم ہے اور رسول خارج ہے۔

تو سوال یہ ہے کہ جب منصب نبوت ورسالت ابدی ہے جیسا کہ حضرات صوفیاء کرام نے بھی صراحت کی ہے، اور وحی نبوت ورسالت کی تبلیغ کے دورانیہ میں عبادات کی ادائیگی میں بھی نبی اور رسول ہونے والی حیثیت بھی بدستور ملحوظ ہوتی ہے۔ اگر ابلاغ کلام اللہ رسالت ہے تو وحی نبوت ورسالت سے مشرف ہونا اصل رسالت ہے۔ کیونکہ رسالت صرف مخلوق کی طرف متوجہ ہونے اور تبلیغ احکام وشرائع کا نام ہی تو نہیں ہے جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے تو نبی پر بحیثیت رسول خارج ہونے کا حکم کیسے سچا آئے گا؟

اور اگر دوسرے مشاغل اور مقتضیات بشریت میں مشغول ومصروف ہونا خروج ہے، تو یہ امر خوب واضح ہے کہ دوسرے مشاغل اور مقتضیاتِ بشریت نبی کے لئے بحیثیت

ولی عارف بھی ہیں تو ان امور میں مشغول ہونے کے باوجود اسے عنداللہ تعالیٰ مقیم ہی قرار دینا اور انہی امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے بحیثیت رسول عنداللہ مقیم ہونا تسلیم نہ کرنا اور خارج قرار دینا، عجیب فیصلہ ہے۔

اور بالخصوص حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر قرآن کریم کے نزول کا سلسلہ تئیس 23 سال تک جاری رہا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آغاز بعثت سے وصال شریف تک وحی جلی اور وحی خفی سے مشرف ہوتے رہے حتی کہ نیند کی حالت میں بھی وحی نازل ہونا ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ اور آخرت میں جیسے منصب ولایت ہمیشہ رہے گا تو منصب نبوت ورسالت بھی ہمیشہ رہے گا اور جیسے بحیثیت ولی عارف انہیں قرب الٰہی حاصل رہے گا تو بالیقین بحیثیت نبی اور رسول اس سے بڑھ کر قرب الٰہی ابد تک حاصل رہے گا تو جب بحیثیت نبی اور رسول ہر لمحہ اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کا کمال قرب انہیں حاصل رہا اور تا ابد حاصل رہے گا تو نبی بحیثیت ولی عارف اللہ تعالیٰ کے ہاں مقیم اور بحیثیت رسول خارج ہونے کا کیا معنیٰ؟

لہذا اس دلیل سے فاضل محقق کا دعویٰ کہ: نبی اور رسول کی ولایت منصب نبوت ورسالت سے افضل ہے۔ (ارفع الدرجات ص110)

نبی کا منصب ولایت، منصب نبوت ورسالت سے بھی بلند ہے۔

(ارفع الدرجات ص112)

ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی حضرت شیخ کی یہ مراد ہے بلکہ ان کا کلام تو مرتبۂ ولایت اور مرتبۂ رسالت کے بارے میں ہے اور رسالت و مرتبۂ رسالت سے ان کی مراد بیان کی جا چکی ہے۔ اور مرتبۂ رسالت سے منصب نبوت ورسالت مراد ہو بھی کیسے سکتا ہے حالانکہ حضرت شیخ

نے مرتبۂ رسالت کے لئے انقطاع تسلیم کیا ہے جبکہ منصب نبوت ورسالت ابدی ہے۔

اور حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف اور نظریہ بھی اس دلیل سے ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ یہ ایک حقیقت واقعیہ ہے کہ عبادات وغیر عبادات میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص ضرور ہیں۔ ان خصائص کے علاوہ حضور سرورکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادات ودیگر معمولات میں اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ولی عارف ہونے کی حیثیت ملحوظ ہے تو نبی اور رسول ہونے کی حیثیت بھی بدستور ملحوظ ہے بلکہ یہی حیثیت غالب ہے کیونکہ عبادات بالخصوص فرائض کی ادائیگی میں مشغولیت ومصروفیت کے حال میں بھی عملاً امت کو تعلیم وتبلیغ فرمانا بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصود ومطلوب تھا جیسا کہ ارشادِ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:

صلوا کما رأیتمونی اصلی۔ (صحیح البخاری ج1 ص88)

تم ایسے نماز پڑھو جیسا کہ مجھے نماز پڑھتا دیکھتے ہو۔

اور ارشاد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ولیلنی منکم اولوا الاحلام والنھی ثم الذین یلونھم۔ الحدیث

(صحیح مسلم ج1 ص181)

اور تم میں سے ارباب عقول کو (نماز میں) میرے قریب ہونا چاہیے پھر وہ لوگ جو اس وصف میں ان کے قریب ہیں۔ الخ

اور دوسری عبادات کا بھی یہی حال ہے بلکہ دین متین کے دوسرے تمام اہم امور اور معاملات میں یہی حکم ہے جیسا کہ دین متین کے خادمین پر پوشیدہ نہیں ہے۔ اور قرآن کریم کی جامع ہدایت۔

''فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللہ'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص کے علاوہ تمام امور میں آپ کی اتباع کی تعلیم دے رہی ہے۔

تو اب وہ کونسی عبادات اور معمولات ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت والی حیثیت بالکل ملحوظ نہیں ہے اور وہ صرف بحیثیت ولی عارف ہونے کے ہیں،

اور ان عبادات و معمولات میں مشغول و مصروف ہونے کا حال، فرائض اسلام اور ارکانِ اسلام میں آپ کے بحیثیت نبی اور رسول مشغول اور مصروف ہونے کے حال سے بھی فی نفسہ اتم و اکمل اور افضل و اعلیٰ ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں زیادہ عظمت و فضیلت کا موجب ہے؟ فمن ادعی فعلیہ البیان بالبراھین والدلائل۔

اور کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص آپ کے لئے صرف بحیثیت ولی عارف ہونے کے ہیں۔

فاضل محقق کا شیخ ابن عربی پر افتراء اور بہتان

فاضل محقق نے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کا جو مفہوم و معنی بیان کیا ہے وہ شیخ کی ترجمانی نہیں ہے بلکہ فاضل محقق کی من مانی اور شیخ پر افتراء اور بہتان ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

چنانچہ فاضل محقق نے عبارتِ شیخ کے ترجمہ اور تشریح میں لکھا ہے۔

اور مرتبہ رسالت میں انقطاع ہے۔اس لئے کہ رسالت کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ کا پیغام بندوں تک پہنچانا۔ جب آپ وہ پیغام پہنچا رہے ہوتے ہیں تو مرتبہ رسالت حاصل ہوتا ہے۔ جب آپ عبادت وغیرہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اتنی دیر کے لئے اس مرتبہ میں انقطاع ہوتا ہے، تا آخر۔ (ارفع الدرجات ص113)

اور فاضل محقق کے نزدیک مرتبۂ رسالت سے منصب نبوت و رسالت مراد ہے جیسا کہ تفصیلاً بیان کیا جا چکا ہے۔ اب ان کے استدلال کا خلاصہ خوب واضح ہے کہ فاضل محقق کے نزدیک حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب عبادت وغیرہ میں مشغول ہوتے تھے تو اتنی دیر کے لئے مرتبۂ رسالت یعنی منصب نبوت ورسالت میں انقطاع ہوتا تھا اور منصب نبوت ورسالت باقی نہیں رہتا تھا۔

اور تبلیغ کے وقت کے علاوہ، عبادات اور دوسرے تمام امور میں مشغول و مصروف ہونے کے تمام اوقات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقتاً نبی اور رسول نہیں ہوتے تھے بلکہ صرف ولی عارف ہوتے تھے۔ کیونکہ مرتبۂ ولایت کے لئے انقطاع نہیں ہے وہ ہمیشہ کے لئے موجود ہے۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحیثیت ولی عارف ہونے کے اعلیٰ اور اشرف ہیں بحیثیت نبی اور رسول ہونے سے۔

پس ثابت ہوا کہ نبی اور رسول کی ولایت منصب نبوت و رسالت سے افضل ہے۔ نبی کا منصب ولایت منصبِ نبوت ورسالت سے بھی بلند تر ہے۔ جبکہ حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ اس سے بری ہیں کہ وہ منصب نبوت و رسالت کے انقطاع کے قائل ہوں یا نبی کی ولایت کو منصب نبوت و رسالت سے افضل قرار دیں۔

اور شیخ کی عبارت ''مرتبۃ الرسالۃ منقطعۃ فانھا تنقطع بالتبلیغ'' کا بھی یہ مطلب نہیں ہے جو فاضل محقق نے بیان کیا ہے۔ بلکہ یہ بھی شیخ پر افتراء اور بہتان ہے۔ شیخ اس سے بری ہیں کہ ہر دن میں کئی کئی بار مرتبۂ رسالت کا انقطاع تسلیم کریں۔ اس عبارت کا صحیح مطلب اور حضرت شیخ کی مراد بیان کی جا چکی ہے۔

خلاصۂ کلام:

اگر بقول بعض مشائخ صوفیہ، نبی کی ولایت کو نبوت ورسالت سے افضل قرار دیا جائے تو ولایتِ نبی کی افضلیت اور نبوت ورسالت کی مفضولیت کی وجوہ جوانہوں نے بیان کی ہیں ان سے ولایتِ نبی کی منصب نبوت ورسالت سے افضلیت ہرگز ثابت نہیں ہوتی (اس کو تصریحات جلد اول میں اور اس جلد میں گزشتہ کلام میں بیان کردیا گیا ہے) اور نہ ہی بعض صوفیاء کرام کی یہ مراد ہے۔ اور اگر نبی اور رسول کے تبلیغ احکام میں مشغولیت ومصروفیت کے حال سے ان کی ولایت کو افضل کہا جائے جو کہ بعض صوفیاء کا مقصود و مدعی اور نظریہ ہے تو بھی فرائض نبوت ورسالت کی ادائیگی میں مشغولیت ومصروفیت کے حال سے ولایت نبی کا واقع اور نفس الامر میں افضل ہونا لازم نہیں آتا۔

اس لئے کہ افضلیت کا دارومدار عمل کی مقدار یا کیفیت پر نہیں ہے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے جیسا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نصف مُد (تقریباً آدھا کلو) جو راہِ خدا میں خرچ کریں اور بعد والا امتی اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو اجر و ثواب میں ان نفوس قدسیہ کے آدھا کلو جو کے برابر نہیں ہوسکتا جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے

اور اگر بالفرض کسی صحابیِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سو سال زندگی عبادت وریاضت میں بسر کی اور صحبتِ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے صرف چند لمحات نصیب ہوئی تھی، تو اہل علم سے کسی کو اس بات میں اختلاف نہیں ہوگا کہ اجر وثواب اور فضیلت میں سو سال کی عبادت وریاضت سے، حالتِ ایمان میں ایک لمحہ صحبتِ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم اور اشرف ہے۔

اور اس امر میں بھی اختلاف نہیں ہوگا کہ حالتِ ایمان میں ایک پل دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابی کی مثلاً سو سالہ عبادت وریاضت سے افضل ہے تو آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ دیدار بحیثیت نبی اور رسول ہے نہ کہ بحیثیت ولی عارف، کیونکہ افضلیت تو صحابیت والی شرافت عطا کئے جانے کی وجہ سے ہے اور صحابیت کا سبب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار بحیثیت نبی اور رسول ہے۔

جب دیدارِ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء اگرچہ ایک لمحہ نصیب ہوا لیکن اس کی وجہ سے درجہ اتنا اعلیٰ عطا کر دیا گیا کہ ولایت عامہ ہی نہیں بلکہ ولایت صحابی سے مشرف ہو گیا اور یہ عبد مقرب بحیثیت ولی عارف عبادت الہیہ میں مشغول و مصروف ہو تو اس کے حق میں اس کا یہ حال بلاشبہ بڑی عظمت اور فضیلت کا موجب اور سبب ہے لیکن جس حال میں حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخِ زیبا کے دیدار سے مشرف ہو رہا تھا وہ حال اس سے بھی زیادہ عظمت اور فضیلت کا موجب ہے۔ اس لئے کہ اس عبد مقرب کو ایک لحظہ اور ایک لمحہ دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجہ سے جو عظمت اور فضیلت حاصل ہوئی ہے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار کے بغیر بحیثیت ولی عارف سو سال عبادت کے ذریعہ بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

تو ایسے ہی نبی اور رسول کو وحی نبوت و رسالت سے مشرف فرمائے جانے اور خلافت الہیہ کے مسند اور منصب نبوت و رسالت پر فائز کئے جانے سے جو عظمت اور فضیلت عطا کر دی گئی ہے اور جس منصب رفیع پر فائز فرما دیا گیا ہے وہ مخلوق کے تمام مراتب و مناصب سے اعلیٰ اور اشرف ہے۔ اور نبی اور رسول کو بحیثیت ولی عارف، مذکورہ عظمت اور فضیلت سے اعلیٰ اور اشرف عظمت و فضیلت حاصل ہونا تو درکنار، منصب نبوت و رسالت والی عظمت اور فضیلت کے برابر بھی نہیں ہو سکتی، تو نبی کی ولایت کا منصب نبوت و رسالت سے افضل ہونے کا نظریہ کیونکہ قابل تسلیم ہو سکتا ہے، بالخصوص جبکہ ولایتِ نبی کو مرتبۂ

رسالت سے افضل کہنے والے بعض مشائخ صوفیاء کا یہ مقصود و مدعیٰ بھی نہیں ہے۔

رہا بعض صوفیاء کا نظریہ کہ: نبی کا مقام ولایت فی نفسہ مرتبۂ رسالت اور تبلیغ احکام و شرائع میں مشغولیت کے حال سے افضل ہے۔ تو اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے جو دلائل پیش کئے ہیں ان سے یہ موقف بھی ہرگز ثابت نہیں ہوتا، جیسا کہ اس حوالہ سے کچھ معروضات پیش کردی ہیں۔

نیز اس لئے کہ ایک عبد مقرب اپنے خالق و مالک کے حکم کی تعمیل میں مخلوق کی ہدایت اور راہنمائی میں مشغول و مصروف ہے اور اس عبد مقرب کے ذریعہ خلقِ خدا نعمت ایمان اور شرف ولایت سے مالا مال ہورہی ہے اور دوزخ کا ایندھن بننے سے بچ رہی ہے اور اس عبد مقرب پر وحی نبوت و رسالت کے انوار و تجلیات کی بارشیں ہورہی ہیں اور عنایات خداوندی کا مہبط اور مخزن بنے ہوئے ہیں اور منصب نبوت و رسالت پر فائز ہونے کی وجہ سے قرب الٰہی کا وہ عالی مقام ان کو حاصل ہے کہ غیرِ نبی، اولیاء کرام اس مقام رفیع کی تجلی دیکھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔

اور وہ مقام نبوت کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے زمین والے لوگ ستاروں کو دیکھتے ہیں یا جیسے پانی پر ستاروں کا عکس دیکھا جاتا ہے یا جیسے جنت میں سب سے نچلے درجے والا ان نفوس قدسیہ کی طرف دیکھے گا جو اعلیٰ علیین میں ہوں گے۔ یہ تمام تفصیل حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''**الیواقیت والجواھر**'' میں حضرت شیخ ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کی ہے۔ تو ایسی صورتِ حال میں بعض صوفیاء کا یہ کہنا کہ نبی اور رسول کو بحیثیت ولی عارف جو شان اور عظمت حاصل ہے وہ اس سے بھی اعلیٰ ہے جو بحیثیت نبی اور رسول انہیں حاصل ہے۔ تو اس رائے کو کیسے قبول کیا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم

فاضل محقق سے مزید سوالات:

فاضل محقق نے لکھا ہے: رسالت کی حقیقت کیا ہے یہ حال ہے یا مقام؟

شیخ نے فتوحات کے باب ۱۵۸ میں بیان فرمایا ہے:

ان حقیقة الرسالة ابلاغ کلام اللہ من متکلم الی سامع وھو حال لا مقام اذ لا بقاء لھا بعد انقضاء التبلیغ فلا تزال الرسالة یتجدد حکمھا کل حین وھو قوله تعالی ما یاتیھم من ذکر من ربھم محدث الا استمعوہ وھم یلعبون۔

(الیواقیت والجواہر ج2 ص347)

بیشک حقیقت رسالت اللہ کا کلام متکلم سے سامع تک پہنچانا ہے۔ وہ حال ہے مقام نہیں۔ جب تبلیغ کر لینے اور حکم پہنچا دینے کے بعد اس کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے رسالت ہمیشہ حکم کو ہر وقت تک پہنچانا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے (جب ان کے رب کے پاس سے انہیں کوئی نصیحت آتی ہے تو اسے نہیں سنتے مگر کھیلتے ہوئے)۔[کنزالایمان]

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص117-118)

سوال نمبر 1

یہ ہے کہ عبارت منقولہ میں حضرت شیخ ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسالت کو حال قرار دیا ہے اور مقام ہونے کی نفی کی ہے۔ جبکہ حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اسی تصنیف میں نقل فرمایا ہے:

ومن قال من العارفین ان مقام الولایة اکمل واتم من مقام الرسالة فمرادہ کما قاله الشیخ محی الدین فی الفتوحات: ان مقام ولایة النبی فی نفسه اتم و

اکمل من مقام رسالتہ الخ۔ (الیواقیت والجواہر ص 327)

اس عبارت میں رسالت کا مقام ہونا صراحتاً مذکور ہے حتی کہ خود شیخ علیہ الرحمۃ نے بھی مقام رسالت کا عنوان استعمال کیا ہے۔تو شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دونوں عبارات سے تعارض کیسے رفع ہوگا؟

سوال نمبر 2

فاضل محقق نے عبارت منقولہ میں اذ لا بقاء لہا الخ کے ترجمہ میں ''اذ'' کو ظرفیہ بنایا ہے جیسا کہ ترجمہ سے خوب ظاہر ہے حالانکہ یہ ''اذ'' تعلیلیہ ہے اور شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے رسالت کے حال ہونے کی علت اور وجہ بیان کی ہے تو صاحب کلام کی منشا و مراد کے خلاف اس کے کلام کی ترجمانی کا کیا جواز ہے؟

سوال نمبر 3

فاضل محقق نے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت میں سے ''فلا تزال الرسالۃ یتجدد حکمہا کل حین'' کا مفہوم و معنی یہ لکھا ہے کہ: رسالت ہمیشہ حکم کو ہر وقت تک پہنچانا ہے۔

کیا فاضل محقق عربی کے کسی طالب العلم کو مطمئن کرسکیں گے کہ عبارت مذکورہ کا واقعی یہی مفہوم و معنی ہے جو فاضل محقق نے لکھا ہے؟

سوال نمبر 4

فاضل محقق نے شیخ ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت: ''ومرتبۃ الرسالۃ منقطعۃ فانہا تنقطع بالتبلیغ والفضل للدائم'' کا مفہوم و معنی یہ لکھا ہے کہ:

اور مرتبہ رسالت میں انقطاع ہے اس لئے کہ رسالت کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ

کا پیغام بندوں تک پہنچانا۔ جب آپ وہ پیغام پہنچا رہے ہوتے ہیں تو مرتبہ رسالت حاصل ہوتا ہے۔ جب آپ عبادت وغیرہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اتنی دیر کے لئے اس مرتبہ میں انقطاع ہوتا ہے یقیناً جو چیز ہمیشہ کے لئے باقی ہے وہ افضل ہے۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص113)

اور فاضل محقق کے نزدیک مرتبہ رسالت سے منصب نبوت و رسالت مراد ہے جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔ تو نتیجہ واضح ہے کہ فاضل محقق کے نزدیک منصب نبوت و رسالت میں اتنی دیر کے لئے انقطاع ہوتا تھا۔

نیز اگر شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کا یہی مفہوم و معنی ہے اور فاضل محقق نے واقعی شیخ کے مقصود و مدعیٰ کو بیان کیا ہے تو اس ترجمانی سے واضح ہے کہ مرتبہ رسالت میں ہر دن میں کئی بار انقطاع ہوتا تھا۔

جبکہ دوسرے مقام پر فاضل محقق نے لکھا ہے:

نبوت و رسالت کس وقت تک جاری ہیں؟

اما الرسالة فتستمر الی دخول الناس الجنة او النار و اما النبوة فانها باقية الحکم فی الاخرة لا یختص حکمها بالدنیا۔ (الیواقیت والجواہر ج2 ص347)

رسالت تو لوگوں کے جنت و دوزخ میں جانے تک جاری رہے گی (اس کا سلسلہ تبلیغ ختم ہو جائے تو رسالت کی ضرورت بھی ختم ہو جائے گی یہ رسالت کے لغوی معنی کا لحاظ ہے) لیکن نبوت کا حکم آخرت میں بھی باقی رہے گا۔ نبوت کا تعلق صرف دنیا سے نہیں، نبی آخرت میں بھی نبی ہوں گے۔ (ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص117)

سوال یہ ہے کہ لوگوں کے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک رسالت کے استمرار

ودوام اور ایک ایک دن میں کئی بار انقطاع میں کھلا تضاد نہیں ہے؟ تو یہ تضاد اور تعارض کیسے رفع ہوگا؟ کیا استمرار اپنے اصلی معنی میں نہیں ہے یا پہلی عبارت کا مفہوم ومعنی فاضل محقق سمجھ نہیں پائے اور مرتبہ رسالت سے منصب نبوت ورسالت مراد نہیں ہے؟ اگر مرتبہ رسالت سے منصب نبوت ورسالت مراد نہیں ہے تو پھر نبی اور رسول کی ولایت کو منصب نبوت و رسالت سے افضل قرار دے کر بطور دلیل اس عبارت کو پیش کرنے کا کیا جواز ہے؟

عبارت منقولہ میں فاضل محقق نے لکھا ہے کہ: یہ رسالت کے لغوی معنی کا لحاظ ہے۔

تو سوال یہ ہے پہلی عبارت میں محض سینہ زوری اور تحکم سے رسالت سے منصب نبوت ورسالت کیوں مراد لیا ہے اور اس عبارت کو ولایتِ نبی کی منصب ورسالت پر فضیلت ثابت کرنے کے لئے بطور دلیل کیوں پیش کیا ہے؟ کیا پہلی عبارت میں رسالت کے لغوی معنی کا لحاظ کرنے سے شرعی یا عقلی مانع ہے؟

سوال نمبر 5

فاضل محقق کی نقل کردہ پہلی عبارت میں مرتبہ ولایت کی مرتبہ رسالت سے افضلیت کی وجہ تو یہی بیان کی گئی ہے کہ مرتبہ رسالت میں انقطاع ہے اور مرتبہ ولایت ہمیشہ کے لئے باقی ہے۔ جبکہ دوسری عبارت میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ: نبوت کا حکم آخرت میں بھی باقی رہے گا نبوت صرف دنیا کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ نبی آخرت میں بھی نبی ہوں گے۔ تو جب ہمیشہ موجود رہنے والا وصف، نبوت میں بھی موجود ہے تو پھر نبی کی ولایت کی منصب ونبوت پر فضیلت ثابت کرنے کے لئے فاضل محقق کا اس عبارت کو بطور دلیل پیش کرنا کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟ اور فاضل محقق کا دعویٰ کہ: نبی کی ولایت، منصب نبوت ورسالت سے افضل ہے، اس دلیل سے کیسے ثابت ہوگیا؟

سوال نمبر 6

جب فاضل محقق کی مذکور دلیل سے نبی کی ولایت کی منصب نبوت پر ہی فضیلت ثابت نہ ہوئی تو منصب رسالت جو کہ منصب نبوت سے بھی اعلیٰ ہے اس پر فضیلت کیسے ثابت ہوگئی؟ اور کیا رسول آخرت میں رسول نہیں ہوں گے؟ نعوذ باللہ من ذلک

سوال نمبر 7

فاضل محقق نے ایک فائدہ سخاوت فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

فائدہ: اسرار القرآن میں مذکور ہے:

ان الولایۃ لا تتم الا باربع مقامات الاول مقام المحبۃ و الثانی مقام الشوق والثالث مقام العشق والرابع مقام المعرفۃ الخ۔ (ماخوذ از روح المعانی)

ولایت چار مقامات کے حاصل ہونے کے سوا مکمل نہیں ہو سکتی۔ اول مقام محبت ہے، دوم مقام شوق ہے، سوم مقام عشق ہے، چہارم مقام معرفت ہے۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص 117-116)

سوال یہ ہے کہ ولایت جب ان چار مقامات کے ساتھ مکمل ہوتی ہے تو ان چار کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟ آیا ان چار میں سے ہر ایک مقام، منصب نبوت و رسالت سے افضل ہے یا ہر ایک الگ الگ تو افضل نہیں ہے البتہ چاروں کا مجموعہ منصب و رسالت سے افضل ہے؟ ہر صورت کے نتائج پر ضرور غور و فکر کر لینا۔

سوال نمبر 8

تحقیقات میں نبی کی تعریف یہ نقل کی گئی ہے:

انسان بعثہ اللہ الی الخلق لتبلیغ الاحکام ۔ وہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کے لئے مبعوث فرمائے۔ (تحقیقات اشاع اول ص25)

تو کیا تبلیغ احکام کے دورانیہ کے بعد نبوت ختم ہو جاتی ہے اور نبی، نبی ہی نہیں رہتا؟ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ جب ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ یہی کہا جائے گا کہ منصب نبوت تو نا قابل زوال اور ابدی امر ہے جس کی وجہ سے نبی، آخرت میں بھی نبی ہی ہوں گے البتہ فرائض نبوت، تبلیغ احکام وغیرہ اختتام پذیر ہو جائیں گے اور وہ آخرت میں ان فرائض کے مکلف نہ ہوں گے اور یہی شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہے کہ نبی کی رسالت یعنی فرائض نبوت، تبلیغ کا دور ختم ہونے کے بعد انتہاء پذیر ہو جاتے ہیں۔

اور شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ منصب نبوت و رسالت، تبلیغ کا دور ختم ہونے کے بعد باقی نہیں رہتا۔ اور نبوت و رسالت میں یہ دونوں پہلو تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہے ورنہ لازم آئے گا کہ تبلیغ کا دور ختم ہونے کے بعد نبوت بھی ختم ہو جائے حالانکہ منصب نبوت نا قابل زوال ہے۔

کیا نبی کی عبودیت، رسالت سے افضل ہے؟

فاضل محقق نے ایک قول کی بنیاد پر یہ نظریہ اور عقیدہ تعلیم دیا ہے کہ ''نبی کی عبودیت افضل ہے رسالت سے'' اور اس سرخی کے تحت تشریح میں لکھا ہے:

''اگر یہ کہا جائے کہ نبی کی عبودیت رسالت سے افضل ہے تو یہی ایمان کامل ہے''

اور اس دعویٰ پر جو دلیل پیش کی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ لکھا ہے:

آیئے اس مسئلہ پر ''سبحن اللہ اسری بعبدہ'' کے تحت روح البیان کا حوالہ حاشیہ جلالین ص ۲۲۱ پر دیکھئے، علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا

تفسیر کبیر سے قول نقل فرماتے ہیں:

ان العبودیۃ افضل من الرسالۃ لان بالعبودیۃ ینصرف من الخلق الی الحق فھی مقام الجمع و بالرسالۃ ینصرف من الحق الی الخلق فھی مقام الفرق والعبودیۃ ان یکل امورہ الی سیدہ فیکون ھو المتکفل باصلاح مھامہ والرسالۃ التکفل بمھام الامۃ وشتان ما بینھا۔

نبی کی عبودیت رسالت سے افضل ہے اس لئے کہ عبودیت میں مخلوق سے پھر کر رب تعالیٰ کی طرف توجہ کی جاتی ہے یہ مقام وصل ہے۔ اور رسالت مخلوق کو جب رب تعالیٰ کے پیغام پہنچاتے ہیں تو اتنی دیر مخلوق کی طرف توجہ زیادہ ہوتی ہے اور رب تعالیٰ کی طرف توجہ کچھ کم ہوتی ہے۔ یہ واضح فرق ہے جس کی وجہ سے نبی کی عبودیت رسالت سے افضل ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ عبودیت کے لحاظ سے عبد اپنی مہمات و مشکلات کو سید کے سپرد کر دیتا ہے اور سید اس کا کفیل ہوتا ہے لیکن رسالت میں رسول اپنی امت کی مشکلات و مہمات کا کفیل ہوتا ہے۔ اس لحاظ پر بھی دونوں میں فرق سمجھ آ گیا اور نبی کی عبودیت کا رسالت سے افضل ہونا سمجھ آ گیا۔ (ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص 111-110)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

واضح رہے کہ فاضل محقق جس عقیدہ کی تبلیغ کر رہے ہیں اور اسلامی قطعی عقائد کے انداز میں پیش کر رہے ہیں کہ ''نبی کی عبودیت افضل ہے رسالت سے یہی ایمان کامل ہے'' تو اس سے فاضل محقق کی مراد یہ ہے کہ: نبی کی عبودیت منصب نبوت و رسالت سے افضل ہے یہی عقیدہ ایمان کامل ہے جیسا کہ پہلے سرخی قائم کی ہے کہ ''نبی کی ولایت نبوت و رسالت

سے افضل ہے'' تو اس کے تحت وضاحت اور تشریح میں لکھا ہے کہ: نبی اور رسول کی ولایت منصب نبوت و رسالت سے افضل ہے یہی عین ایمان ہے۔

جواب طلب سوال:

فاضل محقق سے جواب طلب سوال یہ ہے کیا قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ ایمان کامل اسی صورت میں ہوگا کہ نبی کی عبودیت کو رسالت سے افضل مانا جائے؟ کیا فاضل محقق ثبوت پیش کر سکیں گے کہ اسلاف کرام حضرات صحابہ اور ان کے بعد اکابر امت کا یہی عقیدہ تھا کہ نبی کی عبودیت رسالت سے افضل ہے؟ اور اگر کوئی ثبوت پیش نہ کر سکیں تو پھر ان کے ایمان کے بارے میں فاضل محقق کیا حکم صادر کریں گے؟

کیا تحقیق اسی کا نام ہے کہ کوئی قول مل جائے تو اُسے اسلامی قطعی عقیدہ کے طور پر پیش کر دیا جائے؟ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ: نبی کی رسالت عبودیت سے افضل ہے تو کیا یہ ایمان ناقص ہے؟

فاضل محقق کے پیش کردہ نظریہ کی حقیقت واقعیہ جاننے کے لئے معمولی توجہ کی ضرورت ہے، ملاحظہ فرمائیں:

مقام نبوت و رسالت کی عظمت کیا ہے؟ تو اس کے بارے میں فاضل محقق نے خود ایک سرخی قائم کی ہے اور اس کے تحت جو نقل کیا ہے اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، چنانچہ لکھا ہے کہ: ''شیخ نے مقام نبوت کو کشف سے دیکھا''

عبدالوہاب شعرانی شیخ کا قول نقل کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

فتح لی قدر خرم ابرة من مقام النبوة تجلیا لا دخولا فکدت احترق۔

مجھ پر (حالت کشف میں) سوئی کے ناکے (سوراخ) کے برابر مقام نبوت کی

تجلیات کو کھولا گیا۔ ان میں دخول نہیں ہوا۔ اگر میں ان تجلیات میں داخل ہوتا تو جل جاتا۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص 114)

قطع نظر اس سے کہ عبارت منقولہ کا مفہوم و معنی جو فاضل محقق نے بیان کیا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں، اس سے اتنی بات تو روز روشن کی طرح واضح ہے کہ: شیخ ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی عظیم شخصیت کا مقامِ نبوت و رسالت میں داخل ہونا (اور فاضل محقق کی ترجمانی کے مطابق مقام نبوت کی تجلیات میں داخل ہونا) تو در کنار سوئی کے ناکے کے برابر مقامِ نبوت کی تجلی برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ نیز حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے:

اعلم ان مقام النبی ممنوع لنا دخوله۔ (الیواقیت والجواہر ص 327)

یقین جان! بیشک مقام نبی میں داخل ہونا ہمارے لئے ممنوع ہے۔ جبکہ نبی کے مقام عبودیت کے بارے میں حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالی نے حضرت شیخ ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

لقد اعطیت من مقام العبودیة التی اختص بها رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مقدار الشعرة الواحدة من جلد الثور فما استطعت القیام به (الیواقیت والجواہر ص 327)

جس عظیم عبودیت کے ساتھ حضور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختص ہیں اس عبودیت کے مقام سے، بیل کی کھال سے ایک بال کی مقدار مجھے ضرور عطا کی گئی تو مجھے اس پر قیام کی استطاعت اور طاقت نہ ہوئی۔

نتیجۂ کلام:

جب حضرت شیخ ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریحات کے مطابق غیر انبیاء، اولیاء

کرام کے لئے مقام نبوت و رسالت میں داخل ہونا ممنوع ہے۔ اور سوئی کے ناکے کی مقدار مقام نبوت کی تجلی حضرت شیخ جیسا عظیم ولی بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ جبکہ مقام عبودیت اور وہ بھی کسی عام نبی کا نہیں بلکہ جو حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ خاص ہے۔ تو شیخ اکبر فرماتے ہیں: اس مقام عبودیت سے، بیل کی کھال سے ایک بال کی مقدار، بلاشک وشبہ مجھے عطا بھی کردی گئی البتہ اس پر قیام میرے بس میں نہ تھا۔

تو اب فاضل محقق سے جواب طلب سوال یہ ہے کہ: اگر نبی کا مقام عبودیت، مقام نبوت و رسالت اور منصب نبوت و رسالت سے بھی افضل ہے تو پھر کیا حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصب نبوت و رسالت سے بھی اعلیٰ اور افضل مقام کا کچھ حصہ شیخ ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کو عطا کردیا گیا تھا مگر وہ اس مقام رفیع کے تقاضے پورے نہ کرسکے؟

اگر شیخ ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور امام الانبیاء والمرسلین کا مقام عبودیت آپ کے منصب نبوت و رسالت سے بھی افضل اور اعلیٰ ہے تو پھر کیا حضرت شیخ ابن عربی نے یہ دعویٰ کرکے کہ: مجھے اس مقام عبودیت سے معمولی حصہ عطا کردیا گیا، دراصل یہ دعویٰ نہیں کردیا کہ بشمول نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بحیثیت نبی اور رسول ہونے کے جو عظمت اور شان حاصل ہے اس سے بھی اعلیٰ اور افضل مقام کا کچھ حصہ مجھے عطا کیا گیا؟ نعوذ باللہ من ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

گزارش یہ ہے کہ خود کو عقل کل نہ سمجھا جائے اور ایسی عبارات سے جو مقصود و مدعی ہے اس کو سمجھنے کے لئے کسی دوسرے طالب العلم کی رائے پر بھی غور کرلیا جائے تو عوام الناس کے عقائد خراب کرنے کی بجائے اصلاح کرسکیں گے اور بفضلہٖ تعالیٰ آسانی کا راستہ نکل آئے گا۔ اور ہر قول کا درست ہونا ضروری نہیں ہے۔

فاضل محقق کے ذکر کردہ قول میں نبی کی عبودیت کو منصب نبوت و رسالت سے افضل قرار دینا ہرگز مراد نہیں ہے بلکہ رسالت سے مراد ابلاغ کلام اللہ تعالیٰ یعنی تبلیغ احکام و شرائع ہے۔ اور قائل کا مقصد یہ ہے کہ نبی اور رسول کے تبلیغِ احکام میں مشغول اور مہماتِ امت کا کفیل ہونے کے حال سے نبی اور رسول کی عبودیت ان کی اپنی ذات کے حق میں زیادہ فضیلت کی موجب ہے اس لئے کہ عبودیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا اور اپنے امور کو اس کے سپرد کرنا ہے۔

لیکن یہ بھی اس قائل کا نظریہ اور اس کی رائے ہے اس سے عبودیت کی رسالت سے افضلیت واقع میں ثابت ہونا لازم اور ضروری نہیں ہے اور نہ ہی ہم اس کے پابند ہیں کہ یہ نظریہ اور عقیدہ اپنائیں کیونکہ اعتراض اور اشکال سے خالی یہ بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس پر بھی یہ لازم آئے گا کہ تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تبلیغ احکام میں مشغول ہونے کے حال میں جو عظمت اور فضیلت حاصل تھی اس سے بھی اعلیٰ اور افضل مقام، مقام عبودیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شیخ ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کو کچھ حصہ عطا کیا گیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اس لئے ہمدردانہ اپیل ہے کہ ایسے اقوال کی بنا پر ایسے نظریات کا پرچار کرنے اور انہیں اسلامی قطعی عقائد کی صورت میں پیش کرنے سے اگر یہ محققین عوام الناس کو معاف رکھیں اور یہ گردان چھوڑ دیں کہ فلاں وصف، منصب نبوت و رسالت سے افضل ہے اور فلاں بھی، تو اسی میں عافیت ہے۔ خصوصاً جب کہ ان اقوال سے ان کے قائلین کی منشأ و مراد کے خلاف مفہوم و معنی بیان کیا جا رہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم محض تحکم اور سینہ زوری سے ارادۃً ایسا کیا جا رہا ہے یا کلام کو نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے ایسا ہو رہا تھا۔

الیواقیت والجواہر کی عبارت میں فاضل محقق کی سینہ زوری یا غفلت

فاضل محقق نے لکھا ہے کہ: عبدالوہاب شعرانی شیخ کا قول نقل کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں:

"فتح لی قدر خرم ابرۃ من مقام النبوۃ تجلیا لا دخولا فکدت احترق"

مجھ پر (حالت کشف میں) سوئی کے ناکے (سوراخ) کے برابر مقام نبوت کی تجلیات کو کھولا گیا۔ ان میں دخول نہیں ہوا۔ اگر میں ان تجلیات میں داخل ہوتا تو جل جاتا۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص114)

نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ عبارت مذکورہ کا مفہوم و معنی تو اول نظر سے ہی واضح ہے اور فاضل محقق نے شاید عبارت کو غور سے دیکھنے کی فرصت نہ ہونے کی وجہ سے یا محض سینہ زوری سے اس کا مفہوم و معنی ایسا بیان کر دیا ہے جو ہرگز درست نہیں ہے۔

نمبر 1 "تجلیا" کا ترجمہ "تجلیات" کرنا من مانی ہے۔

نمبر 2 "لا دخولا" کا مطلب یہ بیان کرنا کہ "ان تجلیات میں دخول نہیں ہوا"۔ یہ بھی سینہ زوری ہے۔

نمبر 3 آخری حصہ "اگر میں ان تجلیات میں داخل ہوتا تو جل جاتا" بھی بالیقین غلط اور شیخ کی مراد کے خلاف ہے۔

اور فقیر جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہے کہ عبارت منقولہ کا مفہوم تو اول نظر سے ہی واضح ہے کیونکہ عبارت مذکورہ میں ابہام کا کوئی سبب ہی نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم فاضل محقق کیوں چکر میں پڑ گئے۔

اب صحیح مفہوم و معنی ملاحظہ فرمائیں:

میرے لئے مقام نبوت سوئی کے ناکے کی مقدار، تجلی کے طور پر کھولا گیا نہ کہ دخول کے طور پر۔ یعنی سوئی کے ناکے کی مقدار مقام نبوت کی تجلی مجھے دکھائی گئی۔ میں مقام نبوت میں داخل نہیں ہوا تو پھر بھی اس تجلی کی برداشت نہ ہونے کی وجہ سے جل جانے کے قریب ہو گیا۔

تجلیات میں داخل نہ ہونا، مراد نہیں ہے جیسا کہ فاضل محقق نے لکھا ہے۔ بلکہ نفسِ مقام نبوت میں داخل نہ ہونا مراد ہے جیسا کہ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح گزر چکی ہے کہ مقام نبوت میں داخل ہونا اولیاء کرام کے لئے ممنوع ہے۔ اور نہ ہی تجلیات میں داخل ہونے کی صورت میں جل جانا مراد ہے جیسا کہ فاضل محقق نے لکھا ہے۔ بلکہ سوئی کے ناکے برابر مقام نبوت کی تجلی کا صرف مشاہدہ کرنے کی وجہ سے ہی جل جانے کے قریب ہو جانا، بیان کرنا مطلوب ہے۔

ضروری تنبیہ:

فاضل محقق نے عبارت منقولہ تفسیر روح المعانی سے اخذ کی ہے جس سے ظاہر یہی ہے کہ صاحب روح المعانی کو وہم ہوا ہے کہ حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت مقام نبوت کی تجلی دیکھنے کا واقعہ نقل کیا ہے۔

اس لئے کہ حضرت امام شعرانی نے ''الیواقیت والجواہر'' میں حضرت شیخ اکبر سے جو نقل کیا ہے وہ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں نہیں کہا بلکہ حضرت ابو یزید (المعروف با یزید) بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق نقل کیا ہے کہ انہیں مقام نبوت کی تجلی سوئی کے ناکے کی مقدار دکھائی گئی، ملاحظہ فرمائیں:

''قد بلغنا عن الشیخ ابی یزید انہ فتح لہ من مقام النبوۃ قدر خرم ابرۃ تجلیا لا

دخولا فکان ان یحترق'' (الیواقیت والجواہر ص 327)

حضرت شیخ ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت شیخ ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے ہمیں یہ بات ضرور پہنچی ہے کہ بیشک ان کے لئے مقام نبوت سے سوئی کے ناکے کی مقدار، تجلی کے طور پر کھولی گئی نہ کہ دخول کے طور پر تو وہ جل جانے کے قریب ہو گئے اور واللہ تعالیٰ اعلم حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی دوسری جگہ حضرت شیخ ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان کی اپنی ذات کے حوالے سے نقل کیا ہو تو ممکن ہے۔

نبوت جسمانی کیا ہے؟

فاضل محقق نے مذکورہ سرخی کے تحت لکھا ہے کہ:

اس کی تعریف الیواقیت والجواہر سے اور استاذی المکرم کی کتاب تحقیقات میں علامہ سلیمان جمل کی عبارت جو نقل کی گئی اس سے بیان کر دی گئی (تا) تاہم آسان الفاظ میں پھر سے سمجھ لی جائے کہ نبوت جسمانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام بندوں تک پہنچائے جائیں یعنی اوامر ونواہی، حلال وحرام وغیرہ۔ یہ نبوت جسمانی جس کا دوسرا نام نبوت تشریعہ بھی اور بندوں کو احکام پہنچانے کے لحاظ سے نبوت بالفعل بھی، جس کو پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ چالیس سال بعد آپ کی نبوت بالفعل کا یہی معنی ہے جسے اب دوبارہ بھی ذکر کر دیا گیا۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص 132)

الجواب:

اگر نبوت جسمانی صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام بندوں تک پہنچائے جائیں تا آخر۔ تو فاضل محقق سے جواب طلب سوال یہ ہے کہ قرآن کریم کی پہلی وحی کے نزول کے باوجود جب تک احکام نازل ہی نہ ہوئے تھے تو ظاہر ہے کہ اس دورانیہ میں آپ نے احکام

نہیں پہنچائے کیونکہ احکام پہنچانا تو نزولِ احکام کے بعد ہی متصور ہوسکتا ہے، تو کیا اس دورانیہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نبوت جسمانی حقیقتاً اور بالفعل ثابت تھی یا نہیں؟

جبکہ حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ باجماع علماء امت قرآن کریم کی پہلی وحی سے مشرف ہونے کے ساتھ قطعی طور پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب نبوت پر فائز ہونا ضروریات دین سے ہے۔ حالانکہ احکام اور شریعت کا نزول عرصہ بعد ہوا۔ اور احکام پہنچانے کا مرحلہ اس کے بھی بعد ہے۔

اور فاضل محقق نے نبوت جسمانی کی جو تعریف آسان الفاظ میں سمجھائی ہے اس سے تو لازم آتا ہے کہ نزول قرآن کریم کے آغاز اور ابتداء بعثت سے لے کر اللہ تعالیٰ کے احکام بندوں تک پہنچانے کے درمیانی عرصہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نبوت جسمانی ثابت ہی نہ تھی۔ حالانکہ یہ ایک دینی ضروری امر کا انکار ہے، نعوذ باللہ من ذلک جس کی سنگینی اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے۔ جبکہ فاضل محقق اسے اعلیٰ درجہ کی تحقیق سمجھ رہے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ایسے ہی فاضل محقق کا یہ کہنا کہ "چالیس سال بعد آپ کی نبوت بالفعل کا یہی معنی ہے" یہ بات بھی بے احتیاطی اور شدید غفلت پر مبنی ہے۔

فاضل محقق سے جواب طلب سوال یہ ہے کہ: کیا قرآن کریم کی پہلی وحی سے مشرف ہوجانے اور بندوں تک احکام پہنچانے کے درمیانی عرصہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت بالفعل نہ تھی؟

قطعاً اور یقیناً بالفعل تھی اور چالیس سال بعد آپ کی نبوت بالفعل ہونے کا معنی یہ ہے کہ چالیس سال عمر مبارک ہونے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقتاً اور خارج میں قطعی اور یقینی طور پر وحی نبوت سے مشرف فرما دیئے گئے۔ جبکہ احکام کے نزول اور تبلیغ کا

مرحلہ کچھ وقت گزرنے کے بعد آیا۔ اور چونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم اجسام میں اس نبوت سے مشرف فرمائے گئے، اس لئے اسے نبوت جسمانی سے تعبیر کردیا جاتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے احکام بندوں تک پہنچانے سے ایک عرصہ پہلے سے قطعی طور پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہو چکی تھی البتہ تبلیغِ احکام اس نبوت کا ظہور ہے نہ یہ کہ اس سے پہلے عالم اجسام والی نبوت آپ کے لئے ثابت اور متحقق ہی نہ ہوئی تھی۔

جبکہ فاضل محقق صرف ظہور نبوت والے پہلو کو ہی نبوت سمجھ رہے ہیں اسی لئے تو نبوت جسمانی اور نبوت بالفعل کی تشریح بار بار یہی کیے جا رہے ہیں اور اکابر کے کلام کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کر رہے حالانکہ ان کا مقصود تو ظہورِ نبوت والے پہلو کو بیان کرنا ہے، ورنہ یہ بات تو بدیہیات سے ہے کہ قرآن کریم کی پہلی وحی کے نزول کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب نبوت پر فائز ہونا ضروریاتِ دین سے ہے تو اکابر علماء کرام سے کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد بھی ایک عرصہ تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نبوت کا حصول اور ثبوت مؤخر مانے۔ وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

وصال کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بارے میں فاضل محقق کا نظریہ

فاضل محقق نے لکھا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت وصال کے بعد جاری ہے لیکن وہ نبوت بھی روحانی ہے۔ (ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص132)

الجواب:

فاضل محقق کا یہ نظریہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت وصال کے بعد جاری ہے لیکن وہ نبوت بھی روحانی ہے، باعث تعجب ہے۔

فقیر راقم الحروف کا جواب طلب سوال یہ ہے: کیا عالم اجسام میں عطا کی جانے والی نبوت دائمی اور ابدی نہیں ہے؟ یا وصال کے بعد اسے نبوت جسمانی کہنا شرعاً یا عقلاً ممنوع ہے اس لئے فاضل محقق کے نزدیک وہ نبوت بھی روحانی ہے۔ یا عالم اجسام میں عطا کی جانے والی نبوت سے، وصال کے بعد کے زمانہ میں، عالم اجسام میں عطا ہونے کی حیثیت کالعدم ہو جاتی ہے اس لئے اس کا عالم ارواح میں عطا کیا جانا فرض کر لیا جائے گا؟ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون یا صرف عالم ارواح میں عطا کی جانے والی نبوت وصال کے بعد باقی ہے اور عالم اجسام والی زوال پذیر ہو چکی ہے؟ نعوذ باللّٰہ من ذلک۔

یا فاضل محقق کی اپنی اصطلاح ہے کہ عالم اجسام میں عطا کی جانے والی نبوت کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف سے پہلے عرصہ میں نبوت جسمانی کہتے ہیں اور وصال کے بعد اسی کو نبوت روحانی کا نام دیتے ہیں؟

فاضل محقق کو اگر ظاہری طور پر بلاواسطہ تبلیغ احکام والا پہلو وصال کے بعد نظر نہیں آ رہا لیکن منصب نبوت ثانیہ بھی تو ناقابل زوال اور ابدی ہے۔ تو فاضل محقق کا وصال شریف کے بعد صرف روحانی نبوت (عالم ارواح میں عطا کی گئی نبوت) باقی ہونے کا عقیدہ رکھنا اور جسمانی نبوت (عالم اجسام میں عطا کی جانے والی نبوت) باقی ہونا تسلیم نہ کرنا قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین کے خلاف ہے جس کی اسلام میں ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

شبہ:

فاضل محقق نے نبوت جسمانی کی جو تعریف کی ہے اس کے مطابق وصال کے بعد نبوت جسمانی باقی نہیں ہے۔

جواب نمبر 1:

یہ تو فاضل محقق کی غفلت یا تحکم اور سینہ زوری ہے اس سے حقائق واقعیہ تو تبدیل نہیں ہو جائیں گے۔ فاضل محقق نے نبوت کا صرف ایک پہلو نبوت کی تعریف کے طور پر پیش کر دیا ہے اس سے اسلامی ضابطے تو نہیں بدلے جا سکتے۔

فاضل محقق نے حضرت امام شعرانی اور حضرت علامہ سلیمان جمل رحمہا اللہ تعالیٰ کے کلام سے نبوت کی تعریف اخذ کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ تو کیا فاضل محقق ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ اکابر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد صرف نبوت روحانی باقی رہنے کا نظریہ اور عقیدہ رکھتے تھے جس کی تبلیغ فاضل محقق نے شروع کر رکھی ہے؟

گزارش یہ ہے کہ عالم اجسام میں عطا کی جانے والی نبوت کو وصال کے بعد کالعدم سمجھنے کا کوئی جواز بھی نہیں ہے۔ وحی جلی قرآن کریم اور اس کی تفسیر احادیث صحیحہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے محفوظ اور موجود ہیں اور یہی پیغام الٰہی ہے جو جن وانس تک پہنچ رہا ہے۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال شریف کے بعد بھی حیات حقیقیہ جسمانیہ کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ کی نبوت کا فیضان ارواح و اجسام سب پر جاری وساری ہے لہذا کسی لحاظ سے بھی وصال کے بعد نبوت جسمانی کی نفی کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ جس منصب نبوت پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم اجسام میں فائز فرمائے گئے وہ بھی دائمی اور ابدی ہے اور وحی نبوت، وحی جلی اور خفی کا فیضان بھی جاری وساری ہے۔

جواب نمبر 2:

فاضل محقق کی تحقیق بھی ان کے خود ساختہ اصول وضوابط پر مبنی ہے۔ اس لئے کہ نبوت روحانی نصوص ظنیہ سے ثابت ہے جبکہ نبوت جسمانی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور ضرورت دین سے ہے لیکن فاضل محقق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صرف

نبوت روحانی جاری مانتے ہیں۔اور فاضل محقق نے یہی سمجھ رکھا ہے کہ نبوت ورسالت، بس تبلیغ احکام کا نام ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کے بارے میں فاضل محقق کا نظریہ

فاضل محقق نے لکھا ہے:

آپ کی رسالت آپ کی ظاہری حیات میں بغیر کسی واسطہ کے تھی اور وصال کے بعد تا قیامت جاری تو ہے لیکن بواسطہ علماء کرام۔ (ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص132)

الجواب:

ایسی تحقیق پر انا للہ وانا الیہ راجعون ہی پڑھنا چاہیے۔

نمبر1: جب فاضل محقق کے نزدیک رسالت ''صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں تک پہنچانا ہے'' تو فاضل محقق سے جواب طلب سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات طیبہ میں بلاشبہ بنفس نفیس پیغامِ الٰہی بندوں تک پہنچایا ہے، لیکن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں بھی جس شان سے پیغام الٰہی پہنچایا ہے اس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی تو فاضل محقق نے جب بواسطہ علماء کرام رسالت کا جاری رہنا بیان کیا ہے تو عہد نبوی میں حضرات صحابہ کرام کی خدمات کو خاطر میں کیوں نہیں لائے اور یوں کیوں نہیں کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت آپ کی ظاہری حیات میں بغیر کسی واسطہ کے بھی تھی اور بواسطہ علماء کرام بھی؟

نمبر2: فاضل محقق نے پہلے ایک سرخی قائم کی تھی: ''نبوت ورسالت کس وقت

تک جاری ہے؟'' اور اس کے تحت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا:

اما الرسالة فتستمر الی دخول الناس الجنة والنار۔

رسالت تو لوگوں کے جنت و دوزخ میں جانے تک جاری رہے گی۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص 117)

اور اس مقام پر لکھا ہے: آپ کی رسالت آپ کی ظاہری حیات میں بغیر کسی واسطہ کے تھی اور وصال کے بعد تا قیامت جاری تو ہے لیکن بواسطہ علماء کرام۔

فاضل محقق سے جواب طلب سوال نمبر ا یہ ہے کہ: اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی رسالت بواسطہ علماء کرام جاری ہے تو پھر تا قیامت جاری کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ کیا علماء کرام تا قیامت تبلیغ احکام کرتے رہیں گے؟

انا للہ وانا الیہ راجعون

اتنی بڑی غفلت۔ کیا اشراط الساعۃ (قیامت کی علامات) والی نصوص سے روز روشن کی طرح واضح نہیں ہے کہ قیامت قائم ہونے سے ایک زمانہ پہلے ہی علماء کرام تو در کنار کوئی مومن بھی زمین پر زندہ نہیں رہے گا۔ اور قیامت سے ایک عرصہ پہلے ہی قرآن کریم بھی اٹھالیا جائے گا اور بدترین لوگوں پر قیامت قائم ہوگی؟

سوال نمبر 2: علماء کرام کی تبلیغ کا سلسلہ جب نفخہ اُولیٰ سے بھی ایک عرصہ پہلے ہی بند ہوجائے گا پھر نفخہ اُولیٰ ہوگا، اس سے چالیس سال بعد نفخہ ثانیہ ہوگا اور قیامت برپا ہوجائے گی اور پچاس ہزار سال کا قیامت کا دن ہے اور اس دن میں بھی ہزاروں سال کا عرصہ گزرنے کے بعد لوگ جنت اور دوزخ میں داخل ہوں گے۔ تو فاضل محقق کے ضابطہ کے مطابق ان ہزاروں سالوں میں بواسطہ علماء کرام بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت

جاری نہ رہی، کیونکہ یہ دورانیہ علماء کرام کی تبلیغ کا نہیں ہے۔

تواب فاضل محقق وضاحت کریں کہ حضرت امام شعرانی نے جولوگوں کے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک رسالت کا مستمر اور دائم وباقی رہنا بیان فرمایا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

فاضل محقق کوغور کرنا چاہیے کہ رسالت صرف تبلیغ احکام ہی نہیں ہے۔ جبکہ فاضل محقق اسی چکر میں پڑے ہوئے ہیں اور علماء کرام کے ذریعے قیامت تک اس کا جاری ہونا ثابت کرنے کے درپے ہیں مگر ثابت نہ کر سکے۔

انوکھی تحقیق ہے:

فاضل محقق نے عبارت مذکورہ کے بعد سرخی قائم کی ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے نا قابل نسخ واختتام پر استاذی المکرم کا ارشاد:

اوراس کے تحت ''کوثر الخیرات'' سے نقل کیا ہے کہ:

ان کی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت ورسالت دائمی اور ابدی ہے۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص132)

مقام تعجب ہے کہ اس کے باوجود فاضل محقق غور نہیں کر رہے کہ نبوت ورسالت کا جو مفہوم ومعنی وہ بیان کر رہے ہیں وہ دائمی اور ابدی نہیں ہے۔

فاضل محقق بتارہے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت تا قیامت جاری تو ہے لیکن آپ کے وصال کے بعد بواسطہ علماء کرام۔

جبکہ کوثر الخیرات سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت دائمی اور ابدی ہے۔ اور بلاشبہ یہی حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

نبوت ورسالت دائمی اورابدی ہے۔

فاضل محقق سے جواب طلب سوال یہ ہے:

کہ آپ نے تا قیامت رسالت کا جاری رہنا بتایا ہے اور امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں کے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک دائم اور مستمر ہونا نقل کیا ہے تو ظاہر ہے کہ اس میں قیامت یا لوگوں کا جنت یا جہنم میں داخل ہونا، رسالت کی حد اور نہایت ہے جبکہ کوثر الخیرات سے نبوت ورسالت کا دائمی اور ابدی ہونا نقل کیا ہے تو ان دونوں کے درمیان توفیق اور تطبیق کیسے ہوگی؟

نیز فاضل محقق نے امام شعرانی سے رسالت کا محدود ہونا اور نبوت کا حکم آخرت میں بھی باقی ہونا (نبوت کا دائمی ہونا) نقل کیا ہے جبکہ کوثر الخیرات سے نبوت ورسالت دونوں کا دائمی اور ابدی ہونا نقل کیا ہے تو'' الیواقیت والجواہر'' اور'' کوثر الخیرات'' کے بیان میں اختلاف کا سبب کیا ہے اور دونوں کے درمیان توفیق اور تطبیق کیسے ہے؟

فاضل محقق سے جواب طلب سوال:

فاضل محقق نے جیسا کہ کوثر الخیرات سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت دائمی اور ابدی ہے۔ تو کیا فاضل محقق کے نزدیک عالم اجسام والی نبوت ورسالت کا دائمی اور ابدی ہونا قطعی اور یقینی ہے؟

اگر قطعی اور یقینی ہے تو پھر اسی صفحہ پر یہ کیوں لکھا ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت وصال کے بعد جاری ہے: لیکن وہ نبوت بھی روحانی ہے؟ اور اگر فاضل محقق کے نزدیک عالم اجسام والی نبوت ورسالت دائمی اور ابدی نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک، تو پھر اپنا عقیدہ واضح الفاظ میں پیش کریں۔

ضروری تنبیہ: رسالت کے معنی کے بیان میں بعض اکابر کی عبارات سے غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ان کی مراد صرف ظہور نبوت و رسالت والے پہلو کا بیان کرنا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے۔

حقیقت نبوت کیا ہے؟

اس عنوان کے تحت فاضل محقق نے حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے: ہو خطاب اللّٰہ شخصًا بقولہ انت رسولی واصطفیتک لنفسی۔

(الیواقیت والجواہر ج2 ص295)

وہ اللہ تعالیٰ کا خطاب ہے کسی شخص کو جو منصب نبوت پر فائز ہونے کے لائق ہے کہ تو میرا رسول ہے اور میں نے تجھے اپنا رسول بنانے کے لئے چن لیا ہے۔ پسند کر لیا ہے۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص140)

بتوفیق اللّٰہ تعالٰی اقول: حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت منقولہ پر اگر غور کر لیں تو تحقیقات کے مؤیدین کی بہت ساری غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائے گا کیونکہ یہ عبارت متعدد فوائد پر مشتمل ہے۔

جبکہ فاضل محقق نے حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت مذکورہ نقل کرنے کے باوجود صرف تبلیغ احکام اور اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں تک پہنچانے کو ہی نبوت و رسالت سمجھ رکھا ہے اور اس کے متعلقات سے صفحات بھر دیئے ہیں ۔جبکہ عبارت منقولہ میں نبوت کی حقیقت بیان کر دی گئی ہے۔

اور فاضل محقق نے اس پر کوئی تبصرہ یا اس کی مدد سے مسئلہ سمجھانے کی ذرہ بھر کوشش نہیں کی جو کہ نہایت ہی افسوس ناک ہے کیونکہ یہ بہت موزوں مقام تھا۔

عبارت مذکورہ کے بعض فوائد کا بیان:

نمبر 1: عبارت مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ فاضل محقق نے نبوت کی بحث میں امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے رسالت کا جو معنی و مفہوم نقل کیا ہے تو اس رسالت سے ان کی مراد منصب رسالت نہیں ہے جو منصب نبوت سے اخص اور اشرف واعلیٰ ہے بلکہ وہ رسالت فرائض نبوت سے ہے اور ہر نبی کے لئے ثابت ہے، جیسا کہ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حقیقت نبوت کے بیان سے خوب واضح کر دیا ہے کہ ہر نبی کو "انت رسولی واصطفیتك لنفسی" تو میرا رسول ہے اور میں نے تجھے اپنی ذات کے لئے چن لیا ہے، کے ساتھ مخاطب فرمایا گیا ہے۔

نمبر 2: یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جس خوش نصیب انسان کو اللہ تعالیٰ نے "انت رسولی واصطفیتك لنفسی" کے خطاب سے مشرف فرمایا ہے وہ اس خطاب کے ساتھ ہی منصب نبوت پر فائز ہو گیا۔ تبلیغ احکام کا مرحلہ بعد میں ہے جو کہ اس منصب عالی کے فرائض سے ہے جن کی ادائیگی سے اس منصب رفیع کا ظہور ہوتا ہے۔

نمبر 3: منصب نبوت کا سلب وزوال جائز نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جس عبد مقرب کو اس مقدس خطاب کے ساتھ مشرف فرما دیا ہے تو ابد تک یہ مقدس اعزاز واپس نہیں لے گا اور یہ کبھی نہ فرمائے گا کہ بس اب آپ میرے رسول نہیں ہیں اور میں نے جو تمہیں اپنی ذات کے لئے چن لیا تھا تو اب یہ اعزاز آپ سے واپس لے رہا ہوں۔

جب اس خطاب باری تعالیٰ کا حکم ابد الآباد تک ثابت رہے گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ منصب نبوت ورسالت بھی دائمی اور ابدی ہے۔ اور جب یہ منصب رفیع ایک دفعہ بالفعل اور خارج میں ثابت ہو گیا تو ہمیشہ ثابت و موجود ہی رہے گا۔

نتیجۂ کلام:

جب عالم ارواح میں حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے نبوت حقیقیہ تسلیم کر چکے ہیں اور اکابر علماء کرام کے نزدیک نبوت کی حقیقت خطابِ مذکور ہے، تو نتیجہ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت منورہ اور روح اقدس کے لئے اللہ تعالیٰ کے اس خطاب: ''انت رسولی واصطفیتک لنفسی'' کہ آپ میرے رسول ہیں اور میں نے آپ کو اپنی ذات کے لئے چن لیا ہے، کا بالفعل اور خارج میں امر محقق ہونا تسلیم کر لیا ہے۔

اور اس خطاب کا حکم ابد الآباد تک حقیقتاً ثابت رہے گا۔ لہذا عالم ارواح میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصب نبوت پر فائز فرمائے جانے کے وقت سے ابد الآباد تک آپ کا یہ منصب عالی بالفعل اور خارج میں حقیقتاً ثابت وموجود رہے گا۔ اور قبل از بعثت چالیس سال کا عرصہ بھی اس میں شامل ہے۔ لہذا اس عرصہ چالیس سال میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقتاً اور بالفعل منصب نبوت پر فائز تھے۔ وللہ الحمد

نمبر 4: دوسری نبوت ورسالت ضروریات دین سے ہے۔ یہ حقیقت واقعیہ ضروریات دین سے ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم اجسام میں بھی وحی نبوت ورسالت سے مشرف فرما کر منصب نبوت ورسالت عطا فرمایا گیا۔

اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ منصب نبوت ورسالت بھی دائمی اور ابدی ہے۔ اور قرآن کریم میں یا ایھا الرسول، یا ایھا النبی کے خطاب سے بخشا جانے والا اعزاز لازوال اور ابدی ہے۔ لہذا افاضل محقق کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صرف نبوت روحانی تسلیم کرنا قطعیاتِ اسلام اور ضروریات دین کے خلاف ہے جس

کی اسلام میں ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

نمبر 5: نبوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں تحقیقات میں پیش کردہ نظریہ باطل ہے۔اس لئے کہ عالم ارواح میں نبوت حقیقیہ تسلیم کرنے کے باوجود عالم اجسام میں چالیس سال تک نبوت بالفعل تسلیم نہ کرنا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصب نبوت پر فائز ہونے کی مطلقاً نفی کرنا، دوسرے الفاظ میں عالم ارواح والے منصب نبوت کے زوال پذیر ہونے کا عقیدہ رکھنا ہے۔

پھر اسی عرصہ میں روحانی اور باطنی استعداد وصلاحیت باقی ہونے کی صراحت کرنا اور اسی کو نبوت بالقوۃ سے تعبیر کرنا، اس عقیدہ کو مزید واضح کررہا ہے۔اور تحقیقات میں یہی کچھ کہا گیا ہے۔جبکہ منصب نبوت ورسالت کا سلب یا زوال پذیر ہونا شرعاً وعقلاً جائز اور ممکن ہی نہیں ہے۔

نمبر 6: حقیقتِ نبوت، امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادی ہے تو اس کے پیش نظر روح مجرد اور روح کے بدن میں حلول وسریان کی دو حالتوں میں استعداد و صلاحیت میں تفاوت کی بحث اور روح کے بدن میں حلول کے وقت، روح کے حالتِ تجرد والے کمالات میں تبدیل کے امکان کی بحث یا عالم ارواح والی نبوت بالفعل، بشریت کے پردہ اور حجاب کی وجہ سے چھپ جانے اور بالقوۃ رہ جانے کی بات۔

ایسے ہی تحقیقات کے مؤیدین کا یہ کہنا کہ ''تحقیقات میں چالیس سال تک منصب نبوت پر فائز ہونے کا انکار نہیں کیا گیا بلکہ روح مجرد اور روح کی بدن میں حلول وسریان والی دونوں حالتوں کا فرق واضح کیا گیا ہے۔''

اور ایسے ہی یہ کہنا کہ ''بالفعل نبوت تشریعی کی نفی کی گئی ہے''

یہ سب خلط مبحث اور مغالطہ اور دھاندلی ہے۔

فاضل محقق سے جواب طلب سوال نمبر 1:

کیا اللہ تعالیٰ کا خطاب ''انت رسولی واصطفیتک لنفسی'' جو حقیقتِ نبوت ہے اور عالم ارواح میں بالفعل اور خارج میں حقیقتاً پایا گیا ہے، روح اقدس کے بدن اطہر میں داخل کئے جانے کے بعد بھی اس خطاب کا حکم حسب سابق موجود تھا یا نہیں؟

اگر موجود نہیں تھا تو یہ زوالِ نبوت کا نظریہ ہے جس کی علماء حق کے نزدیک اسلام میں گنجائش نہیں ہے۔ اور اگر اس خطاب الٰہی کا حکم بدستور ثابت اور موجود تھا تو پھر عالم اجسام میں چالیس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب نبوت پر بالفعل فائز ہونے کے انکار کا کیا جواز ہے؟

کیا روح اقدس کا بدن اطہر میں داخل ہونا خطابِ الٰہی یا اس کے حکم میں تبدیلی کا موجب بن گیا تھا؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا خطاب اللہ: ''انت رسولی واصطفیتک لنفسی'' یا اس کے حکم پر بشریت کا حجاب اور پردہ آ گیا تھا جس کی وجہ سے وہ چھپ گیا تھا اور صرف روحانی اور باطنی رہ گیا تھا اور جسمانی اعتبار سے بالقوۃ رہ گیا؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

یہ کیسی غیر معقول باتیں ہیں جنہیں اعلیٰ درجہ کی تحقیق سمجھا جا رہا ہے۔ اور ایسی باتوں کی بنیاد پر تحقیقات میں چالیس سال کے عرصہ میں منصب نبوت پر فائز ہونے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقتاً نبی ہونے کی مطلقاً نفی بار بار کی گئی ہے۔ جبکہ فاضل محقق نے تحقیقات کا دفاع کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''بالفعل نبوت تشریعی کی نفی مراد ہے۔''

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جواب طلب سوال نمبر 2:

بالفعل نبوت تشریعی کی نفی کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ کیا قبل از بعثت کے عرصہ میں کسی نے بالفعل نبوت تشریعی کے نازل ہونے کا دعویٰ کیا تھا؟ ہرگز نہیں۔

لہذا فاضل محقق کا دفاع بھی سراسر دھاندلی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

لمحہ فکریہ:

فاضل محقق نے لکھا ہے:

راقم کا مقصد تحریر: مسائل سمجھانا ہے، فتنہ قائم کرنا، اہل سنت کو جارحانہ بیانات وتحریرات سے منقسم کرنا اور لڑائی نہیں۔ یہ تحریر بھی اسی لئے کر رہا ہوں کہ استاذی المکرم کے عقائد کو توڑ موڑ کر پیش کیا جارہا تھا کہ لوگوں کو کچھ بات تو سمجھ آئے۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص157)

الجواب:

یہ رائے تو بہت اچھی ہے لیکن اس کا فائدہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب عملاً بھی اس پر پورا اترا جائے اور صرف حق کی اتباع کی جائے۔ اور اگر عملاً دن کو رات اور رات کو دن ثابت کرنے کی کوشش کی جائے اور اس کے لئے تحکم اور سینہ زوری اور دھاندلی ودھوکا دہی سے بھی گریز نہ کیا جائے۔

اور مسائل سمجھانے کا مرحلہ تو بعد میں ہے پہلے خود غور وفکر کرنے کی تکلیف بھی نہ کی جائے، اور دعویٰ یہ کردیا جائے کہ: ''راقم کا مقصد تحریر مسائل سمجھانا ہے۔''

یہ تو بہت بڑی زیادتی ہے۔ کیونکہ حقائق سے بے خبر اور حسن ظن رکھنے والے اور

عقیدت مند متعلقین ومتوسلین سب لوگ یہی سمجھیں گے کہ مسائل سمجھائے گئے ہیں۔انہیں کیا معلوم کہ حقائق کو مسخ کیا گیا ہے اور مسائل سمجھانے کے نام پر سراسر دھاندلی کی گئی ہے۔نیز عقائد کو توڑ موڑ کر پیش کرنے اور فتنہ قائم کرنے اور اہل سنت میں انتشار وافتراق کا سبب بننے والے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ اخلاص عطا فرما کر صراط مستقیم پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔ آمین

ضروری وضاحت:

فقیر راقم الحروف کا مقصد تحریر صرف یہی نہیں ہے کہ لوگوں کو کچھ بات تو سمجھ آئے بلکہ مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو پوری بات سمجھ آئے کیونکہ تحقیقات کے مؤیدین تو دھاندلی پر کمر بستہ ہیں۔نیز فقیر کا مقصد ان محققین کو قبول حق کی دعوت دینا اور اتمام حجت اور ان کے پیش کردہ شبہات ومغالطات کا ازالہ ہے۔اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اخلاص کا مظاہرہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس لئے فاضل محقق سے بھی انصاف کی التماس ہے کہ اپنے نہایت مخلص اور ذی استعداد فضلاء تلامذہ کو ''ارفع الدرجات'' اور'' تصریحات بجواب ارفع الدرجات'' نظر انصاف سے پڑھنے کا حکم دیں پھر ان سے پوچھیں کہ ارفع الدرجات سے کچھ بات سمجھ آئی ہے یا فقیر کی معروضات سے بفضلہٖ تعالیٰ پوری بات سمجھ آگئی ہے۔اور اگر وہ بھی فقیر کی بات کی تائید وتصویب کریں پھر تو فاضل محقق کو اس دھاندلی سے رجوع کر کے حق قبول کر لینا چاہیے۔

اور موت سر پر کھڑی ہے اس لئے فاضل محقق کو اس رائے کے قبول کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔بڑی امید ہے کہ فاضل محقق اپنے فضلاء تلامذہ کی رائے سے فقیر کو بھی ضرور آگاہ کریں گے۔اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

ہمدردانہ اپیل:

فقیر راقم الحروف نے یہ معروضات، خیر خواہی اور حقائق کی طرف توجہ دلانے اور اتمام حجت کے لئے لکھی ہیں اس لئے انہی پر اکتفاء کی جاتی ہے اگرچہ فاضل محقق کی کرم فرمائی کا تقاضا تو زیادہ لکھنے کا تھا۔ اور جن عبارات کے بارے میں لکھا ہے ان میں بھی بعض چیزوں کو نظر انداز کر دیا اور اغماض سے کام لیا ہے۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ جو منصف مزاج شخص ان معروضات کو بغور پڑھ لے گا اسے "ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات" کی حقیقت معلوم ہو جائے گی اور وہ اس فریب اور دھاندلی سے دھوکا نہیں کھائے گا۔

اور فاضل محقق سے خصوصی طور پر التماس ہے کہ پوری توجہ سے ان گزارشات کو ملاحظہ کرنے کے بعد اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے اتباع حق اور تحقیقات ونظریہ کی تائید سے رجوع کا تحریری اعلان کریں۔ ورنہ کل اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔ اور فاضل محقق کی تائید کی وجہ سے جو لوگ تحقیقات ونظریہ کی حمایت کریں گے تو اس کے جوابدہ بھی فاضل محقق ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے اسے اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور فاضل محقق وتحقیقات ونظریہ کے دوسرے مؤیدین کو بھی قبول حق کی توفیق بخشے۔ آمین

ان اریدالاالاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ

علیہ توکلت والیہ انیب وما علینا الا البلاغ المبین

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

العبد الفقیر الی اللہ الغنی

نذیر احمد السیالوی عفی اللہ عنہ

ورزقہ حسن الخاتمۃ

8 شوال المکرم 1434ھ

16۔8۔2013

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ....[النحل ۱۶:۱۲۵]

ایک فتویٰ اور رسالہ

(جلالی سوال جمالی جواب)

کا

علمی و تحقیقی جائزہ

تصنیف

شیخ الحدیث والتفسیر علامہ مفتی نذیر احمد سیالویؔ دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک فتویٰ اور رسالہ

کا

علمی و تحقیقی جائزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

امابعد!

وقال اللہ تعالیٰ:

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ....[النحل ۱۶:۱۲۵]

وقال اللہ تعالیٰ:

....فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ....[النساء ۴:۵۹]

صاحب ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات کی نگاہ میں فاضل مفتی کے فتویٰ کی حیثیت:

مسئلہ نبوت کے بارے میں ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات کے آخر میں ایک فاضل مفتی کا فتویٰ بھی شامل ہے جس کو فاضل محقق صاحب ارفع الدرجات نے خوب سراہا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ:

مولانا عبدالرحمن صاحب کے ذریعے رئیس المدرسین محقق ومدقق مفتی علامہ علی احمد سندیلوی مدظلہ العالی کا ایک فتویٰ ملا، جس میں آپ نے استاذی المکرم سے بالمشافہہ ملاقات پر آپ کے نظریات معلوم کر کے آپ کے عقائد کو بیان کیا۔ اور دوسری مرتبہ تحقیقات کے

مرتبہ ہونے پر آپ کی تقریظ کو بھی دیکھا۔ (جو میری نظر سے پہلے نہیں گزری تھی) تو رب تعالیٰ کا شکرادا کیا کہ ابھی منصفین، حق گو بھی موجود ہیں۔ امید ہے کہ زیرک علمائے کرام اور عوام کو حق بات سمجھنے کا موقع ملے گا۔ جن کا کام ہی فتنہ بازی ہے ان کی زبانوں کو شاید بند کرنا تو مشکل ہے لیکن حق کے متلاشی حضرات کو ان شاء اللہ اطمینان قلب حاصل ہوگا (تا) رسالہ کو چھاپنے کے لئے بھیجنے سے دوتین دن پہلے حضرت مفتی علی احمد سندیلوی مدظلہ العالی کا فتویٰ ملا تو ارادہ ہوا کہ اسے بھی اپنے رسالہ میں شامل کرلیا جائے۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص206-207)

عبارت کے آخری حصہ سے واضح ہے کہ یہ فتوی بھی فاضل محقق کے رسالہ کا جزءاور حصہ ہی ہے کیونکہ انہوں نے اسے اپنے رسالہ میں ہی شامل کرلیا ہے۔ اوراس کی زبردست تحسین کی ہے۔ جب کہ درحقیقت فتویٰ کے نام سے یہ ایک مغالطہ ہے۔ اس لئے فقیر راقم الحروف نے اس فتویٰ کی حقیقی صورتِ حال کا بیان کرنا بھی ضروری سمجھا ہے۔

اللّٰھم الھمنی الحکمۃ والصواب۔ اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔

فاضل مفتی اوران کی تقریظ کے بارے میں مستفتی کے تاثرات

استفتاء میں مستفتی نے لکھا ہے کہ:

آپ کی ''تحقیقات'' پر تقریظ بھی ہے۔ یہ بھی مجھے معلوم ہے کہ آپ لکھنے میں جلد بازی نہیں کرتے بلکہ سوچ سمجھ کر بڑے غور وفکر گہرے مطالعہ کے بعد لکھتے ہیں۔ نہ اندھادھند کسی کی تائید کرتے ہیں اور نہ تردید (تا) آپ کی تقریظ میں اعتدال کوملحوظ خاطر رکھا گیا ہے اس کے ایک ایک لفظ اور جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دل سے چاہتے ہیں یہ نزاع ختم

ہوجائے اور طرفین کی عزت محفوظ رہے اور اہل سنت کا شیرازہ بھی نہ بکھرے۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات 208-209)

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا:

علماء وفضلاء کے بارے میں عوام اہل سنت کا جو حسن ظن ہے اللہ تعالیٰ اس پر انہیں پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے ورنہ ایسا نقصان ہوسکتا ہے جس کا تدارک اور تلافی شاید نہ ہوسکے۔

استفتاء میں فاضل مفتی اور ان کی تقریظ کے بارے میں مستفتی نے اپنے خیالات کا اظہار جن الفاظ سے کیا ہے وہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فاضل مفتی کے بارے میں مستفتی کا کس قدر حسن ظن ہے۔ جبکہ ان کے فتویٰ اور تقریظ کی حقیقی صورتحال آپ آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

پہلے فاضل مفتی کی تقریظ کی حقیقت واضح کی جاتی ہے جس سے اجمالی طور پر فتویٰ کی حیثیت بھی واضح ہوجائے گی اور اس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ فتویٰ پر کچھ تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

بتوفیق اللہ تعالی اقول:

فاضل مفتی کی تقریظ کا اقتباس اور اس کی حقیقی صورتحال

فاضل مفتی نے ''تحقیقات'' پر اپنی تقریظ میں لکھا ہے کہ:

کتاب شائع کر کے حضرت نے بہت اچھا کیا اور اہل سنت پر بڑا احسان کیا ہے اگر کچھ عرصہ پہلے مارکیٹ میں آجاتی تو اور بھی اچھا ہوتا مگر ہر چیز کا اللہ کے ہاں وقت مقرر ہے اس لئے وہ چیز نہ مقدم ہوسکتی ہے نہ مؤخر۔

میں نے اس کتاب کا اول تا آخر گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے اس میں کوئی بات اہل

سنت وجماعت کے مسلمہ عقائد ونظریات اور اصول کے خلاف نہیں ہے۔
(تحقیقات اشاعت ثانی ص 49 تا ثرات عالیہ الخ)

الجواب:

فقیر راقم الحروف محو حیرت ہے کہ تحقیقات میں جو نظریہ اور عقیدہ تعلیم دیا گیا ہے اسلام میں اس کی گنجائش ہی نہیں ہے کیونکہ اس سے عالم ارواح والی نبوت کا زوال پذیر ہونا لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے عالم ارواح میں نبوت کا بالفعل اور خارج میں ثبوت وتحقق تسلیم کرنے کے باوجود عالم اجسام میں قبل از بعثت کے عرصہ میں آپ کے منصب نبوت پر فائز اور نبی ہونے کی مطلقاً نفی اور انکار کیا گیا ہے۔ جبکہ علمائے حق سے کسی کا یہ نظریہ اور عقیدہ نہیں ہے۔

اور تحقیقات میں علمائے اعلام کی نقول وتصریحات جو پیش کی گئی ہیں وہ سراسر دھوکا دہی اور مغالطہ ہے۔ کیونکہ ان میں عالم اجسام والی نبوت سے مشرف ہونے کا بیان ہے جس پر پوری امت مسلمہ کا اجماع واتفاق ہے۔

ان نقول وتصریحات اور عبارات اکابر میں عرصہ مذکورہ میں عالم ارواح والی نبوت سے بدستور منصب نبوت پر حقیقتاً فائز ہونے کی نفی اور انکار نہیں ہے۔ جبکہ تحقیقات میں ان عبارات کو چالیس سال تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی نہ ہونے کے ثبوت کے طور پر پیش کیا گیا ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانیت کی نفی کے لئے بشریت مقدسہ والی نصوص پیش کر دی جاتی ہیں۔

اور اس سے بڑھ کر یہ ظلم کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی پہلی وحی کے نزول کے ساتھ حضور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قطعی طور پر منصب نبوت ورسالت پر فائز ہونا باجماع

علمائے امت، قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین سے ہے۔ جبکہ تحقیقات میں قرآن کریم کی چند آیات مقدسہ کے نزول کے بعد بھی کچھ عرصہ تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نبی ہونا اور آپ کی نبوت کا بالفعل ثابت و متحقق ہونا اور آپ کو نبوت حاصل ہونا۔ (یہ مختلف تعبیرات تحقیقات کی ہیں) علمائے اسلام میں اختلافی مسئلہ قرار دیدیا ہے۔

اور دوسرا ظلم یہ کیا ہے کہ افتراء اور بہتان حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر باندھا ہے کہ انہوں نے یہ لکھا ہے۔ حالانکہ وہ اس ظلم عظیم کے ارتکاب سے بری ہیں جیسا کہ ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ'' اور ''تصریحات جلد اول'' میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ اور ''تحقیقات'' میں علمی خیانتیں اور مضامین میں تضاد و تناقض وغیرہ اس کے علاوہ ہے۔ لیکن نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ تحقیقات میں یہ سب کچھ ہونے کے باوجود فاضل مفتی نے اسے اہل سنت پر بڑا احسان قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ: ''میں نے اس کتاب کا اول تا آخر گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے اس میں کوئی بات اہل سنت و جماعت کے مسلمہ عقائد و نظریات اور اصول کے خلاف نہیں ہے۔''

گزارش یہ ہے کہ ایسی تصدیق و تائید اور تقریظ پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہی پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ جس نظریہ اور عقیدہ کی اسلام میں گنجائش ہی نہیں ہے اور یہ نظریہ اسلاف کرام سے کسی کا نہ تھا اس کی تبلیغ کے لئے تحقیقات نامی کتاب لکھی گئی ہے اور اس میں مزید ایسا نظریہ اور عقیدہ پیش کر دیا ہے جو باجماع علمائے امت قطعیاتِ اسلام اور ضروریات دین کے خلاف ہے۔

اور فاضل مفتی کے نزدیک ایسا نظریہ اور عقیدہ بھی اہلسنت و جماعت کے مسلمہ عقائد و نظریات اور اصول کے خلاف نہیں ہے تو اس سے کم درجہ سنگینی والے عقائد و نظریات

ان کے نزدیک اہل سنت و جماعت کے مسلمہ عقائد ونظریات اور اصول کے خلاف کیسے ہوسکتے ہیں۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

فاضل مفتی سے جواب طلب سوال:

کیا قرآن کریم کی پہلی وحی کے نزول کے ساتھ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عالم اجسام والی نبوت سے قطعی طور پر منصب نبوت ورسالت پر فائز ہونا باجماع علمائے امت قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین سے نہیں ہے؟ جب ہے اور یقیناً ہے تو پھر امت مسلمہ پر یہ ظلم عظیم کیوں کیا جارہا ہے کہ:''میں نے تحقیقات کا اول تا آخر گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے اس میں کوئی بات اہل سنت و جماعت کے مسلمہ عقائد ونظریات اور اصول کے خلاف نہیں ہے۔''لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔اتنی بڑی غلط بیانی۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ:

کیا اسلاف کرام سے کسی کا یہ عقیدہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم ارواح میں تو حقیقتاً منصب نبوت پر فائز تھے اور عالم اجسام میں دعوائے نبوت اور تبلیغ سے پہلے دور میں آپ کی نبوت کا عقیدہ کسی مسلمان کا ہونا تو درکنار کسی دوسرے عقل مند انسان کا بھی نہیں ہوسکتا؟

کیا یہ عقیدہ اہل سنت و جماعت کے مسلمہ عقائد ونظریات اور اصول کے خلاف ہے یا نہیں؟

جب ہے اور یقیناً ہے کیونکہ اس سے عالم ارواح والی نبوت کا زوال پذیر ہونا لازم آتا ہے۔اور''تحقیقات''اس عقیدہ کی تبلیغ کررہی ہے اور اس لئے معرض وجود میں آئی ہے تو عوام اہل سنت پر یہ ظلم کیوں جائز سمجھا جارہا ہے کہ اس میں اہل سنت و جماعت کے مسلمہ

عقائد ونظریات اور اصول کے خلاف کوئی بات نہیں ہے۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ اتنی بڑی زیادتی اور دھوکا دہی۔

ضروری تنبیہ:

فقیر راقم الحروف کے اس مختصر بیان سے فاضل مفتی کے فتویٰ کی حقیقت بھی ہر ذی شعور انسان کو معلوم ہورہی ہے۔تاہم اتمام حجت کے لئے فتویٰ کے بارے میں کچھ تفصیلی معروضات ملاحظہ فرمائیں؟

فاضل مفتی کے فتویٰ کا علمی وتحقیقی جائزہ

فتویٰ کی پہلی عبارت اور اس کا جواب:

فاضل مفتی نے لکھا ہے:

مسئلہ عطائے نبوت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم میں علمائے کرام کے مابین اختلاف اصولی اور بنیادی نہیں محض ''نزاع لفظی'' ہے۔

(فتویٰ ملحقہ بہ ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص210)

نوٹ: آئندہ حوالہ جات میں زیادہ تر صرف ارفع الدرجات کا ذکر آئے گا کیونکہ یہ فتویٰ اس رسالہ کا جزء ہے۔

الجواب:

فاضل مفتی کے مذکور بیان کا حقیقت واقعیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ سراسر فریب ہے۔اس لئے کہ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ: تحقیقات میں قرآن کریم کی چند آیات مقدسہ کے نزول کے بعد بھی کچھ عرصہ تک حضور المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نبوت کا حصول ہی علمائے امت میں اختلافی مسئلہ قرار دیدیا گیا ہے جو کہ بلاشبہ باجماع علمائے امت ضروریات دین کے خلاف ہے۔

اور جس نظریہ اور عقیدہ کی تبلیغ کے لئے ''تحقیقات'' معرض وجود میں آئی ہے یعنی عالم ارواح میں حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت بالفعل اور خارج میں ثابت ومتحقق ہونا اور عالم اجسام میں دعوائے نبوت اور تبلیغ احکام سے پہلے دور میں آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کا حقیقتاً منصب نبوت پر فائز نہ ہونا، یہ نظریہ بھی اجماع امت کے خلاف ہے۔لہذا فاضل مفتی کا مسئلہ نبوت میں اختلاف کو محض نزاع لفظی قرار دینا اور اصولی و بنیادی اختلاف ہونے کی نفی کرنا، سراسر غلط بیانی ہے۔

فتویٰ کی دوسری عبارت اوراس کا جواب:

فاضل مفتی نے لکھا ہے:

عطاءِ نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے ان کا وہی عقیدہ ہے جو اکابر اہل سنت کا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے چلا آرہا ہے۔ (ارفع الدرجات ص211)

الجواب:

ان کی پہلی کتب تنویر الابصار وکوثر الخیرات وغیرہ میں مسئلہ نبوت میں بیان کردہ عقیدہ تو واقعی وہی ہے جو اکابر اہل سنت کا، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے چلا آرہا ہے۔لیکن تحقیقات ونظریہ اور ہدایۃ المتذبذب میں مسئلہ نبوت کے بارے میں پیش کئے جانے والے نظریہ اور عقیدہ کے متعلق یہ کہنا کہ یہی اکابر اہل سنت حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے چلا رہا ہے، صاف غلط بیانی اور دن کو رات اور رات کو دن کہنے کے مترادف ہے۔کیونکہ جس نظریہ کی اسلام میں گنجائش ہی نہیں اور اجماع امت کے خلاف ہے اس کی نسبت فاضل مفتی ہی کہہ سکتے ہیں کہ:

''یہ اکابر اہل سنت کا نظریہ ہے جو حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے چلا آرہا ہے'' اناللہ وانا الیہ راجعون۔

فاضل مفتی سے جواب طلب سوال:

حضرات صحابہ ومن بعدہم اکابر اہل سنت سے کس کا یہ نظریہ اور عقیدہ ہے کہ عالم

ارواح میں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقتاً منصب نبوت پر فائز تھے اور عالم اجسام میں چالیس سال تک آپ کو نبی ماننا اہل ایمان تو درکنار ارباب عقل و دانش کی شان سے بھی بعید ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ تو اکابر اہل سنت پر سراسر بہتان عظیم ہے۔

فتویٰ کی تیسری عبارت اور اس کا جواب:

ان کی کتب ''تحقیقات وتنویر الابصار'' وغیرہ کے مطالعہ اور خطابات سن کر اور ان سے بالمشافہہ گفتگو سے فقیر یہ سمجھا ہے کہ حضرت افضل الاذکیاء علامہ محمد اشرف سیالوی دامت برکاتہ عالم ارواح میں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو بالفعل نبی تسلیم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:

آپ کی روح مبارک عالم ارواح میں ارواح انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور فرشتوں کی تربیت کرتی تھی اور آپ کی عالم ارواح والی نبوت دائمی ہے ابدالآباد تک باقی رہے گی ختم اور سلب نہیں ہوئی۔ البتہ عالم ارواح کے احکام اوامر ونواہی عالم اجساد میں لاگو نہیں ہوتے۔ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرا مرتبہ ودرجۂ نبوت چالیس سال بعد ملا۔ پیدائش سے چالیس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم عنداللہ نبی تھے اور عندالناس ولی تھے۔

(ارفع الدرجات ص211)

الجواب:

تحقیقات کے ساتھ تنویر الابصار اور کوثر الخیرات جیسی مبارک کتب شامل کرنا اور ان سب میں مسئلہ نبوت کے بارے میں ایک سا عقیدہ بیان ہونے کا دعویٰ کرنا، فاضل مفتی کی سراسر دھاندلی اور حقائق کو چھپانا ہے۔

تحقیقات اور تنویر الابصار وکوثر الخیرات میں پیش کئے جانے والے نظریہ اور عقیدہ

میں فرق تصریحات کی اسی جلد میں گزر چکا ہے۔ ملاحظہ کرلیں۔

خطابات وغیرہ میں اکابر اہل سنت کی ترجمانی کی حیثیت

فاضل مفتی نے عبارت مذکورہ میں خطابات اور بالمشافہہ گفتگو کا حوالہ بھی دیا ہے۔

جواباً گزارش یہ ہے کہ فقیر نے تو ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ''میں تحقیقات کے مندرجات پر گفتگو کی ہے اور تصریحات بجواب نظریہ وتحقیقات میں تحقیقات کی چند عبارات اور نظریہ کے مندرجات پر کلام کیا ہے۔اور اگر خطابات وغیرہ تحقیقات ونظریہ کے خلاف ہیں تو تحقیقات ونظریہ کے غلط مندرجات سے براءت یا رجوع کا اعلان کرکے خطابات والا نظریہ معرض تحریر میں کیوں نہیں لایا گیا؟

تحقیقات ونظریہ کے بدستور باقی رہنے کی صورت میں اگر خطابات میں اکابر اہل سنت کے عقیدہ کی ترجمانی ہے تو یہ خطابات تحقیقات ونظریہ والے فساد کا ازالہ نہیں کرسکتے۔

کیا صاحبِ تحقیقات کے نزدیک عالم ارواح والی نبوت دائمی ہے؟

فاضل مفتی نے عبارت مذکورہ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ:

صاحبِ تحقیقات کے نزدیک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عالم ارواح والی نبوت دائمی ہے ابدالآباد تک باقی رہے گی ختم اور سلب نہیں ہوئی۔(مذکور فتویٰ)

الجواب:

سیدھی اور صاف بات ہے اگر تو فاضل مفتی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ تحقیقات واقعی طور پر صاحب تنویر الابصار وکوثر الخیرات کی تصنیف ہے پھر تو یہ دعویٰ بالکل غلط اور خلافِ واقع ہے۔اس لئے کہ تحقیقات کی تصریحات اس کے خلاف ہیں۔

اگر عالم ارواح والی نبوت حقیقیہ کا دائمی ہونا اور ابدالآباد تک باقی رہنا، ختم اور سلب

نہ ہونا واقعی طور پر تسلیم کرتے ہیں تو پھر عالم اجسام میں جلوہ گری اور دعوائے نبوت تبلیغ احکام کے درمیانی عرصہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصب نبوت پر فائز ہونے کی مطلقاً نفی اور انکار کیوں کیا ہے؟ حتی کہ اس دور میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا دعویٰ ہی نا قابل تسلیم قرار دیا ہے۔

کیا پیدائش سے چالیس سال تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عنداللہ نبی اور عندالناس ولی تھے؟

فاضل مفتی نے عبارت مذکورہ میں صاحب تحقیقات کے عقیدہ کے بیان کے آخر میں لکھا ہے کہ: ''پیدائش سے چالیس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم عنداللہ نبی اور عندالناس ولی تھے۔'' (مذکور فتویٰ)

الجواب:

درحقیقت فاضل مفتی نے اپنی اس عبارت کے ساتھ اپنے پہلے دعویٰ کہ:

''صاحب تحقیقات کے نزدیک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عالم ارواح والی نبوت دائمی ہے، تا آخر، کی تردید کردی ہے۔

وہ اس طرح کہ صاحب تحقیقات کے نزدیک عرصہ مذکورہ میں عنداللہ نبی اور عندالناس ولی ہونے سے مراد یہ نہیں ہے کہ عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالفعل اور خارج میں حقیقتاً منصب نبوت پر فائز تھے اور لوگ حقیقت حال سے بے خبر ہونے کی وجہ سے آپ کی ذات پاک میں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی صفات پائے جانے کی بنا پر آپ کو صرف ولی سمجھتے تھے۔

اس لئے کہ تحقیقات و نظریہ میں عنداللہ نبی ہونے کی وضاحت کردی گئی ہے کہ عند

اللہ نبی ہونے سے مراد اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر میں نبی ہونا ہے اور مستقبل میں آپ کو نبی بنانے کا فیصلہ ہو چکا تھا اس لئے مجازاً آپ کو نبی کہہ دیا گیا۔(تفصیل ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ'' اور ''تصریحات بجواب نظریہ وتحقیقات'' میں ملاحظہ کریں)

جب عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حقیقتاً منصب نبوت پر فائز نہیں مانتے تو عالم ارواح والی نبوت کے دائمی اور ابدالآباد تک باقی رہنے اور سلب وختم نہ ہونے کا عقیدہ تو ثابت نہ ہوا بلکہ ختم ہو جانے کا عقیدہ ثابت ہوا۔

نمبر2: ''عند اللہ نبی اور عند الناس ولی تھے'' یہ عبارت علامہ سالمی کی تمہید سے اخذ کی گئ ہے اور یہ صرف حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے بارے میں نہیں ہے جیسا کہ تحقیقات میں دھوکا دیا گیا ہے بلکہ ہر نبی کے متعلق علامہ سالمی کا یہی نظریہ اور عقیدہ ہے۔اس لئے کہ علامہ سالمی کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر نبی وحی نبوت اور دعوائے نبوت سے پہلے بھی حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہوتا ہے اور اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے اور اس زمانہ کے لوگ ان کے اصل مقام سے بے خبر ہوتے ہیں البتہ اس عبد مقرب میں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی صفات کا مشاہدہ کررہے ہوتے ہیں اس لئے وہ اسے اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ اور ولی سمجھتے ہیں۔ یہ ہے علامہ سالمی کے نزدیک عند اللہ نبی اور عند الناس ولی کا مفہوم ومعنی۔

جبکہ صاحب تحقیقات کے نزدیک علامہ سالمی کا یہ نظریہ اور عقیدہ کہ ہر نبی وحی نبوت اور دعوائے نبوت سے پہلے بھی حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہوتا ہے، باطل ومردود ہے۔

لہذا علامہ سالمی کے نزدیک عند اللہ نبی ہونے کا جو معنی اور مراد ہے وہ صاحب تحقیقات کے نزدیک باطل اور مردود ہے۔

اور عند اللہ نبی سے صاحب تحقیقات کی مراد ومقصود کا بیان جواب نمبر 1 میں گزر

چکا ہے۔ جبکہ وہ نظریہ علامہ سالمی کے نزدیک باطل اور مردود ہے اس لئے کہ علامہ سالمی کے نزدیک جو عقیدہ قطعیہ ہے صاحب تحقیقات کا نظریہ اس کے خلاف ہے۔

اب اگر بالفرض صاحب تحقیقات کے نزدیک عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عند اللہ نبی ہونے سے حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہونا مراد ہے۔

تو جواب طلب سوال یہ ہے کہ: علامہ سالمی کی عبارت مذکورہ تو تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہے تو کیا تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں صاحب تحقیقات اور فاضل مفتی کا نظریہ اور عقیدہ علامہ سالمی والا ہے؟

جب صاحب تحقیقات اور فاضل مفتی کا یہ عقیدہ ہی نہیں تو ان کے لئے تمہید کی اس عبارت سے استدلال کا کوئی جواز ہی نہیں ہے کیونکہ یہ تو سراسر دھوکا دہی ہے۔ اس لئے کہ اس عبارت سے جو مفہوم و معنی علامہ سالمی کی مراد ہے اور انہوں نے اس میں جو اپنا نظریہ اور عقیدہ بیان کیا ہے صاحب تحقیقات اور فاضل مفتی کے نزدیک وہ نظریہ ہی باطل ہے۔

اور صاحب تحقیقات و فاضل مفتی اس عبارت کا جو مفہوم و معنی بناتے ہیں وہ علامہ سالمی کے نزدیک باطل و مردود ہے۔ تو اس صورتحال میں تمہید کا یہ جملہ اور فقرہ تحقیقات میں نقل کر کے حوالہ بھی تمہید کا دے کر پھر اس کا مفہوم و معنی اپنی مرضی کا مراد لینا، حقیقت حال سے بے خبر لوگوں کے ساتھ فراڈ نہیں تو اور کیا ہے؟

اور فاضل مفتی کا پہلے یہ لکھ کر کہ صاحب تحقیقات کے نزدیک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عالم ارواح والی نبوت دائمی ہے ابدالآباد تک باقی رہے گی۔ ختم اور سلب نہیں ہوئی اور اس کے بعد تمہید کی وہی عبارت پیش کر دینا اور لکھ دینا کہ: پیدائش سے چالیس سال تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند اللہ نبی اور عند الناس ولی تھے، ڈبل فراڈ ہے۔ اس لئے کہ فاضل

مفتی کو معلوم ہے کہ عنداللہ نبی ہونے کا مطلب تحقیقات میں کیا بیان کیا گیا ہے۔

نمبر 3: اگر صاحب تحقیقات کے نزدیک قبل از بعثت کے زمانہ میں بھی حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالفعل اور خارج میں حقیقتاً منصب نبوت پر فائز تھے تو پھر عرصہ مذکورہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی نہ ہونے کی گردان تحقیقات میں کیوں کی گئی ہے؟

ضروری تنبیہ:

علامہ سالمی کا عقیدہ مذکورہ عقیدہ اہل سنت نہیں ہے بلکہ علامہ سالمی کا تفرد ہے۔

پیدائش سے چالیس سال تک عندالناس ولی ہونے کے عقیدہ کی حقیقت

فاضل مفتی نے عبارت مذکورہ کے آخر میں لکھا ہے کہ: عندالناس ولی تھے۔ یعنی پیدائش سے چالیس سال کی عمر مبارک تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے نزدیک ولی تھے۔

الجواب:

یہ بھی صاحب تحقیقات اور فاضل مفتی کی سراسر دھوکا دہی ہے اس لئے کہ علامہ سالمی کے نزدیک وحی نبوت سے پہلے بھی ہر نبی حقیقی نبی ہوتا ہے جیسا کہ قریب ہی علامہ سالمی کا عقیدہ بیان کیا جا چکا ہے۔

اور علامہ سالمی نے عندالناس جو ولی کہا ہے تو الناس سے علامہ سالمی کی مراد وہ لوگ ہیں جو کسی بھی نبی پر وحی نبوت کے نزول اور دعویٰ نبوت سے پہلے زمانے میں موجود تھے۔ تو چونکہ ان لوگوں کے پاس وحی نبوت کے نزول اور دعویٰ نبوت سے پہلے زمانہ میں نبی کی نبوت پر کوئی ثبوت اور دلیل نہیں ہوتی اس لئے وہ اس کے نبی ہونے کا عقیدہ کیونکر رکھ سکتے ہیں۔ البتہ اس ذات اقدس میں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی صفات کا پایا جانا اس زمانہ کے لوگوں کے علم میں ہوتا ہے لہذا وہ اسے اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ اور ولی سمجھتے تھے۔

تو علامہ سالمی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ عبد مقرب اس زمانہ کے لوگوں کے علم کے مطابق تو صرف ولی ہوتا ہے کیونکہ انہیں اس کے منصب نبوت پر فائز ہونے کا علم ہی نہیں ہوتا جبکہ فی الواقع وہ عبد مقرب اللہ تعالیٰ کے حضور منصب نبوت پر فائز ہوتے ہیں اس لئے کہا ہے کہ عند اللہ نبی اور عند الناس ولی تھے یعنی اس زمانہ کے لوگ انہیں صرف ولی سمجھتے رہے جبکہ علامہ سالمی کے عقیدہ کے مطابق علام الغیوب ذات پاک کے علم کے مطابق وہ صرف ولی نہیں بلکہ فی الواقع منصب نبوت پر بھی فائز ہوتے ہیں۔

ضروری وضاحت:

علامہ سالمی کی یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ اس زمانہ کے لوگ یہ عقیدہ رکھیں کہ عرصہ مذکورہ میں ہمارے نزدیک تو یہ عبد مقرب صرف ولی ہیں اور صرف عند اللہ نبی ہیں۔

اور نہ ہی یہ مراد ہے کہ نزول وحی اور دعوائے نبوت کے زمانہ کے لوگ یہ عقیدہ رکھیں کہ عرصہ مذکورہ میں ہمارے نزدیک آپ ﷺ صرف ولی ہیں اور عند اللہ منصب نبوت پر فائز تھے۔

اور نہ ہی یہ مراد ہے کہ بعد والے لوگ عرصہ خاص کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے نزدیک صرف ولی ہیں اور عند اللہ منصب نبوت پر فائز تھے۔

اور نہ ہی یہ مراد ہے کہ بعد والے لوگ یہ عقیدہ رکھیں کہ عرصہ خاص میں ہمارے نزدیک صرف ولی ہیں اور عند اللہ ان کو نبوت عطا کئے جانے کا فیصلہ ہو چکا تھا اور حقیقتاً منصب نبوت پر فائز نہ تھے۔ (آخری نظریہ تحقیقات میں پیش کیا گیا ہے) اس لئے کہ یہ تمام صورتیں علامہ سالمی کے نظریہ اور عقیدہ کے بالکل خلاف ہیں۔

ضروری تنبیہ:

اغلب و اکثر عادتِ الہیہ اسی طرح جاری رہی ہے کہ وحی نبوت سے مشرف فرمانے کے ساتھ ہی دین حق کی دعوت پر بھی مامور فرما دیا جاتا تھا یعنی وحی نبوت کے نزول کے ساتھ ہی بعثت بھی ہو جاتی تھی۔ اس لئے راقم الحروف نے ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ'' میں لکھا ہے کہ الناس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی بھی نبی کے قبل از بعثت کے زمانہ میں موجود تھے۔ اور علامہ سالمی کی عبارت میں الناس سے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اجابت ہرگز مراد نہیں ہے یعنی آپ کی بعثت مقدسہ ہونے کے بعد آپ کی ذات اقدس پر ایمان لانے والے لوگ مراد نہیں ہیں کہ وہ بھی چالیس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ولی ہونے کا عقیدہ رکھیں۔

کیونکہ نزول وحی نبوت اور دعوائے نبوت سے پہلے زمانہ کے لوگ تو صرف اس لئے اس عبد مقرب کے ولی ہونے کا عقیدہ اور نظریہ رکھتے تھے کہ ان کے پاس اس ذات اقدس کی نبوت پر کوئی دلیل نہیں ہوتی تھی۔ اور انہیں اس کے نبی ہونے کا کوئی علم نہیں ہوتا تھا اگرچہ علامہ سالمی کے نزدیک وہ عبد مقرب اس زمانہ میں بھی حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہوتا ہے اور وہ لوگ اس ذات اقدس میں چونکہ ولایت کے اوصاف و کمالات کا مشاہدہ کر رہے ہوتے تھے اس لئے وہ اس کے ولی ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ لیکن حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ بعثت میں جس وقت کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب نبوت پر فائز ہونا ضروریات دین سے ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مقدس حجت شرعیہ ہے، اپنی امت کو عالم ارواح سے ہی اپنے منصب نبوت پر حقیقتاً فائز فرما دیئے جانے کی خبر دی ہے۔

فاضل مفتی سے جواب طلب سوال:

حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت اجابت یعنی اہل اسلام کو آپ کے

ارشادات پر ایمان رکھتے ہوئے ،قبل از بعثت کے زمانہ میں بھی آپ کے حقیقتاً نبی ہونے کا عقیدہ رکھنا چاہیے یا صرف ولی ہونے کا؟

جمہور اکابر علمائے امت کا موقف اور نظریہ یہی ہے کہ عالم ارواح والی نبوت سے متعلقہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات اپنے حقیقی معنی پر ہیں۔لہذا عالم ارواح سے ابد الآباد تک آپ ﷺ بالفعل اور خارج میں حقیقتاً نبی ہیں۔البتہ قبل از بعثت کے زمانہ میں آپ کی عالم ارواح والی نبوت کا ظہور نہیں ہوا تھا اور دوسری نبوت سے مشرف فرمائے جانے کے زمانہ میں جب آپ نے اپنی امت کو پہلی نبوت سے بھی آگاہ فرمادیا ہے تو آگاہی کے بعد چالیس سال کے دورانیہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہونے کا نظریہ اور عقیدہ ہونا ہی حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی تصدیق کا تقاضا ہے اور بفضلہ تعالیٰ جمہور اکابر علمائے امت کا یہی نظریہ اور عقیدہ ہے۔

فقیر راقم الحروف کا جواب طلب سوال:

کیا حضور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت اجابت یعنی آپ پر ایمان لانے والے لوگوں کو عالم اجسام میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وحی نبوت سے مشرف ہو کر اعلان نبوت فرمانے سے پہلے زمانہ کے لوگوں کا یعنی عہدِ جاہلیت کے لوگوں کا عقیدہ اختیار کرنا چاہیے یا حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نزول قرآن کریم کے زمانہ میں اپنی امت کو اپنے بارے میں خود جو عقیدہ تعلیم فرمایا ہے وہ اپنانا چاہیے؟

تنویر الابصار اور کوثر الخیرات دونوں مبارک کتابیں تو بتاتی ہیں کہ حضور سید الاولین والآخرین ﷺ کا تعلیم فرمایا ہوا عقیدہ امت کو اپنانا چاہیے کہ وہی صراط مستقیم ہے۔

جبکہ تحقیقات اس بات کی تبلیغ کر رہی ہے کہ قبل از و بعثت اور عہد جاہلیت کے لوگوں

کا عقیدہ ہی اہل ایمان کو بھی اپنانا چاہیے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعلیم فرمائے ہوئے عقیدہ کی نسبت کہتی ہے کہ یہ عقیدہ اہل ایمان تو درکنار ارباب عقل و دانش کی شان سے بھی بعید ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اور واللہ تعالیٰ اعلم فاضل مفتی حقائق سے آگاہی کے باوجود قصداً اور ارادۃً یا حقائق سے بے خبری اور غلط فہمی اور گہری نظر سے مطالعہ کے باوجود تحقیقات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اس کی تائید اور حمایت میں لگے ہوئے ہیں۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

لیکن تحقیقات کو نہ سمجھنا بھی باعث تعجب ہے کیونکہ اس کے مضامین تو اول نظر سے ہی واضح ہیں۔

فتویٰ کی چوتھی عبارت اور اس کا جواب:

فاضل مفتی نے لکھا ہے کہ:

حضرت اشرف العلماء ائمۂ اہل سنت (تا) کی اتباع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو نبوتوں اور دو رسالتوں کے قائل ہیں۔ ایک نبوت ورسالت عالم ارواح کی دوسری نبوت ورسالت عالم اجساد کی اور یہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص 211)

الجواب:

دو نبوتیں اور دو رسالتیں ماننا قابل اعتراض نہیں ہے بلکہ اعتراض تو اس پر ہے جو قبل از بعثت کے عرصہ چالیس سال میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصب نبوت پر فائز ہونے کا انکار کیا گیا ہے بلکہ عرصہ مذکورہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالفعل اور حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہونے کے عقیدہ کو دین و مذہب اور منصب نبوت کے ساتھ بدترین

مزاح اور استہزاء قرار دے دیا ہے اور بہتان اسلاف پر باندھا ہے کہ انہوں نے ایسا کہا ہے

لاحول و لاقوۃ الا باللہ۔

فتویٰ کی پانچویں عبارت اور اس کا جواب:

فاضل مفتی نے لکھا ہے:

پہلا مغالطہ:

سرمایہ اہل سنت علماء کرام کو مغالطہ لگا کہ اشرف العلماء عالم ارواح والی نبوت کے سلب کے قائل ہیں اور یہ صحیح نہیں۔ فقیر نے جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام سرگودھا میں حضرت سیالوی صاحب سے ملاقات کے دوران عرض کیا: آپ سے اختلاف رکھنے والے علماء کرام فرماتے ہیں: آپ عالم ارواح والی نبوت کے سلب کے قائل ہیں جبکہ میں نے آپ کی کتب کے مطالعے اور آپ کے خطابات سے یہ سمجھا ہے کہ آپ سلب نبوت کے قائل نہیں؟ حضرت نے جواباً فرمایا: ''آپ نے صحیح سمجھا میں سلب نبوت کا قائل نہیں ہوں۔''

میرے ہمراہ حضرت شیخ الحدیث مفتی غلام محمد شرقپوری دامت برکاتہم بھی تھے۔ انہوں نے فرمایا: عالم ارواح کی نبوت سلب نہیں ہوئی؟

حضرت نے پھر فرمایا: سلب نہیں ہوئی۔

حضرت شیخ نے اپنی کتاب ''تحقیقات'' میں کہیں بھی سلب نبوت کا قول نہیں کیا۔ بلکہ تحقیقات میں جواہر البحار علامہ یوسف النبہانی کے حوالے سے علامہ سلیمان جمل کا یہ قول نقل کیا ہے: دوسری جسمانی نبوت چالیس سال کی عمر میں تسلیم فرمائی اور پہلی روحانی (عالم ارواح والی) نبوت کو بھی دائم، باقی اور مستمر تسلیم کیا ہے اس کے سلب ہوجانے کا شائبہ بھی نہیں۔ (تحقیقات طبع ثانی ص148) (ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص111-112)

الجواب:

واضح رہے کہ فاضل مفتی نے تحقیقات سے اتفاق نہ کرنے والے خدام دین کو طنزیہ طور پر سرمایۂ اہل سنت اور علماء کرام کہا ہے اور دراصل کہنا یہ چاہتے ہیں کہ تحقیقات سے اتفاق نہ کرنے والے لوگوں میں تحقیقات کے سمجھنے کی اہلیت اور صلاحیت ہی نہیں ہے اس لئے مغالطہ میں واقع ہو گئے ہیں کہ صاحب تحقیقات عالم ارواح والی نبوت کے سلب کے قائل ہیں جبکہ صاحب تحقیقات کا یہ نظریہ نہیں ہے۔

اور اس پر دلیل یہ پیش کی ہے کہ: فاضل مفتی نے صاحب تحقیقات کی کتب کے مطالعہ اور خطابات سے یہی سمجھا ہے اور صاحب تحقیقات نے ان کی تصدیق کی ہے کہ آپ نے صحیح سمجھا ہے۔

گزارش یہ ہے کہ تحقیقات نامی کتاب سے اتفاق نہ کرنے والے معصوم نہیں ہیں انہیں مغالطہ لگ سکتا ہے۔لیکن سوال یہ ہے کہ تحقیقات کے سمجھنے میں آیا واقعی طور پر انہیں مغالطہ لگا ہے یا خود فاضل مفتی مغالطہ میں مبتلا ہے؟

تو اس حقیقت سے آگاہی کہ مغالطہ میں کون مبتلا ہے، کچھ مشکل نہیں ہے۔اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ تنویر الابصار اور کوثر الخیرات وغیرہ پہلی کتب میں واقعی طور پر عقیدۂ اہل سنت کا روشن بیان ہے جبکہ تحقیقات میں جو نظریہ پیش کیا گیا ہے وہ درحقیقت عالم ارواح والی نبوت کے سلب وزوال کا نظریہ ہے۔

اور فاضل مفتی نے جو بالمشافہہ گفتگو کا حوالہ دیا ہے وہ تحقیقات کی عبارات صریحہ کے متضاد ہے۔جبکہ تحقیقات کا مطالعہ کرنے والوں کے سامنے تو تحقیقات نامی کتاب ہے۔

زبانی بیان کا حوالہ پیش کرنا تب مفید ہوسکتا تھا جب کہ تحقیقات کی عبارات میں ایسا

ابہام ہوتا کہ مصنف کی طرف سے وضاحت آنے پر ہی اس کا مطلب واضح ہوسکتا تھا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تحقیقات و نظریہ کی عبارات میں کوئی ابہام نہیں ہے۔

فاضل مفتی کی انوکھی تحقیق ہے:

تحقیقات میں واضح عبارات میں پیش کیے جانے والے نظریہ اور عقیدہ کا تو اعتبار نہیں کر رہے اور ایک زبانی بیان کا حوالہ دے کر کتاب سے ثبوت پیش کرنے والوں کو مغالطہ میں مبتلا قرار دے رہے ہیں جو کہ سراسر سینہ زوری اور دھاندلی ہے۔

کیا تحقیقات نامی کتاب میں کہیں سلب نبوت کا قول نہیں کیا گیا؟

فاضل مفتی نے عبارت منقولہ میں لکھا ہے:

حضرت شیخ نے اپنی کتاب ''تحقیقات'' میں کہیں سلب نبوت کا قول نہیں کیا۔

الجواب:

اگر تو نزاع صرف الفاظ میں ہوتا اور تحقیقات سے اتفاق نہ کرنے والے لوگ یہ دعویٰ کرتے کہ اس میں یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں کہ: عالم ارواح والی نبوت سلب ہوگئی تھی۔

تو فاضل مفتی کی اس بات کو درست مانا جا سکتا تھا۔ لیکن فاضل مفتی کو معلوم ہے کہ نزاع صرف الفاظ میں نہیں ہے بلکہ قابل اعتراض وہ نظریہ اور عقیدہ ہے جو تحقیقات میں پیش کیا گیا ہے اور وہ عالم ارواح والی نبوت کے سلب و زوال کو مستلزم ہے۔ کیونکہ تحقیقات میں عالم ارواح میں نبوت حقیقیہ تسلیم کرنے کے باوجود، نزول قرآن کریم سے پہلے دورانیہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصب نبوت پر فائز ہونے کی مطلقاً نفی کی گئی ہے اور نبی نہ ہونے کی بکثرت تصریحات موجود ہیں۔ (تفصیل کے لئے ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' اور ''تصریحات بجواب نظریہ و تحقیقات'' کا مطالعہ کریں)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ:

تحقیقات میں سلب نبوت کا قول نہ کرنے سے فاضل مفتی کی کیا مراد ہے؟

اگر تو صراحتاً عالم ارواح والی نبوت کے سلب ہوجانے کے الفاظ نہ لکھنا مراد ہے تو یہ امر محل نزاع ہی نہیں ہے۔

اور اگر مراد یہ ہے کہ تحقیقات میں ایسا نظریہ اور عقیدہ نہیں تعلیم دیا گیا جس کو سلب نبوت اور زوال نبوت لازم ہے۔ تو یہ بات ہرگز قابل تسلیم نہیں ہے کیونکہ صراحتاً جھوٹ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

عبارت نمبر 1:

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آغاز ولادت سے ہی نبی ہوتے یا عالم ارواح والی نبوت دائم اور مستمر ہوتی، تا آخر۔ (تحقیقات اشاعت اول ص173)

کیا عبارت منقولہ میں عالم ارواح والی نبوت کے دائم اور مستمر ہونے کی نفی اور انکار نہیں ہے؟ کیا عالم ارواح والی نبوت کے دوام واستمرار کی نفی کے عقیدہ کو اس نبوت کے سلب وزوال کا عقیدہ لازم نہیں ہے؟

عبارت نمبر 2:

بقول ان مجتہدین کے جو نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ارواح میں حاصل تھی وہ سلب تو نہیں ہوئی تھی بلکہ اپنی اسی حالت پر قائم ودائم تھی۔ (تحقیقات اشاعت دوم ص320)

کیا عبارت منقولہ میں، عالم ارواح والی نبوت کا سلب نہ ہونا اور اپنی اسی حالت پر قائم ودائم رہنا اپنے مخالفین کا عقیدہ نہیں بتایا؟

مخالفین کو طنزیہ طور پر مجتہدین سے تعبیر کیا ہے۔

ہمارے معترضین عالم ارواح میں ملنے والی نبوت کا دوام تسلیم کرتے ہیں۔

(تتمہ تحقیقات اشاعت ثانی ص370)

کیا عبارت منقولہ میں عالم ارواح والی نبوت کا دوام تسلیم کرنا اپنے معترضین اور مخالفین کا نظریہ نہیں بتایا؟

عبارت نمبر3:

اگر آپ وقت ولادت سے نبی تھے تو پھر چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز فرمائے جانے کا کیا مطلب ہوگا۔ (تحقیقات اشاعت اول ص120-121)

کیا عبارت منقولہ میں وقت ولادت سے نبی ہونے کی نفی ہے یا اثبات؟

عبارت مذکورہ سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ:

خود تو عالم ارواح والی نبوت کے دوام واستمرار کی نفی اور انکار کا نظریہ اپنا رکھا ہے اور اس نبوت کا دوام تسلیم کرنا اور سلب نہ ہونے کا نظریہ اپنے مخالفین کا بتایا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت ولادت سے نبی ہونا، چالیس سال کی عمر مبارک میں نبوت سے سرفراز فرمائے جانے کے منافی سمجھ رکھا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پھر تحقیقات کے دوسرے ایڈیشن میں مزید ترقی کی اور قبل از بعثت کے عرصہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منصب نبوت پر فائز تسلیم کرنے کے عقیدہ میں اپنی طرف سے کچھ رنگ بھر کر اسے دین ومذہب بلکہ منصب نبوت کے ساتھ بدترین مزاح اور استہزاء کرنا قرار دے دیا۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔جبکہ یہ بات خوب واضح ہے کہ منصب نبوت کے ساتھ بدترین مزاح اور استہزاء قطعی اور یقینی طور پر بدترین کفر ہے۔

اور اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جس شخص صاحبِ عقل ودانش کے نزدیک جو

عقیدہ منصب نبوت کے ساتھ بدترین مزاح اور استہزاء اور بدترین کفر ہے اس عقیدہ کو وہ شخص کسی قیمت پر نہیں اپنا سکتا۔ ایسے ہی جو عقیدہ ارباب عقل ودانش کی شان سے ہی بعید ہو وہ اس کو بھی ہرگز نہیں اپنا سکتا لہذا صاحب تحقیقات کے نزدیک چالیس سال عمر مبارک ہونے تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرگز نبی نہیں تھے اور نہ ہی عالم ارواح والی نبوت عالم اجسام میں باقی تھی۔

فاضل مفتی سے جواب طلب سوال:

جب یہ سب کچھ تحقیقات میں موجود ہے تو کیا یہ درحقیقت سلب نبوت اور زوال نبوت کا نظریہ اور عقیدہ ہے یا نہیں؟

کیا گہری نظر سے تحقیقات کا مطالعہ کرنے کے باوجود فاضل مفتی کو یہ تصریحات نظر نہیں آئیں؟

کیا فاضل مفتی مطالعہ کے وقت تحقیقات سامنے رکھ کر اپنے ذہن میں تنویر الابصار اور کوثر الخیرات جیسی مبارک کتب کے مضامین کو گردش دیتے رہے ہیں یا صاحب تحقیقات کی شخصیت کا مطالعہ کرتے رہے ہیں؟

کیا عالم ارواح میں بالفعل اور حقیقتاً منصب نبوت پر فائز تسلیم کرنا اور قبل از بعثت کے عرصہ میں اس نظریہ کو منصب نبوت کے ساتھ بدترین مزاح اور استہزاء قرار دینا اور ایسا عقیدہ اہل ایمان تو درکنار ارباب عقل ودانش کی شان سے بھی بعید بتانا، سلب نبوت کا قائل ہونا نہیں ہے تو کیا منصب نبوت کو ابدی اور لازوال ماننا ہے؟

فاضل مفتی اب بتائیں کہ تحقیقات میں سلب نبوت کا قول کیا ہے یا نہیں؟

فاضل مفتی کو اب تو اعتراف کر لینا چاہیے کہ یہ نظریہ اور عقیدہ درحقیقت عالم ارواح والی نبوت کے سلب وزوال کا ہے اور عنوان وتعبیر تبدیل کر کے دھوکا دیا جا رہا ہے۔

ازالہ شبہ:

تحقیقات کے دوسرے ایڈیشن میں لکھا ہے:

عالم ارواح والی نبوت سلب تو نہیں ہوئی تھی اور جبریل امین علیہ السلام بھی وہاں آپ کے مستفیدین میں شامل تھے۔

جواباً گزارش یہ ہے کہ اس عبارت کے ظاہر کا اعتبار کریں تو یہ تضاد بیانی ہے کیونکہ عبارات سابقہ اس کے خلاف ہیں بلکہ دوسرے ایڈیشن کی بعض عبارات بھی اس کے خلاف ہیں۔ اور درحقیقت یہ دھوکا دہی ہے جس کی تفصیل تصریحات جلداول میں بیان کی جا چکی ہے

ضروری تنبیہ:

فتویٰ کی تیسری عبارت میں فاضل مفتی نے جو صاحب تحقیقات کا عقیدہ بتایا ہے کہ: آپ کی عالم ارواح والی نبوت دائمی ہے ابدالآباد تک باقی رہے گی ختم اور سلب نہیں ہوئی،

مذکورہ عبارات اور معروضات سے اس کی حقیقت اور زیادہ واضح ہوگئی ہے۔

فاضل مفتی کے گہری نظر سے مطالعہ کی ایک جھلک:

عبارت مذکورہ میں فاضل مفتی نے یہ بھی لکھا ہے:

بلکہ ''تحقیقات'' میں جواہر البحار علامہ یوسف النبہانی کے حوالے سے علامہ سلیمان جمل کا یہ قول نقل کیا ہے:

دوسری جسمانی نبوت چالیس سال کی عمر میں تسلیم فرمائی اور پہلی روحانی (عالم ارواح والی) نبوت کو بھی دائم، باقی اور مستمر تسلیم کیا ہے اس کے سلب ہوجانے کا شائبہ بھی نہیں۔

(تحقیقات طبع ثانی ص148)(ارفع الدرجات ص212)

تنبیہ:

ارفع الدرجات میں فتویٰ میں عبارت اسی طرح ہی لکھی ہوئی ہے۔ جبکہ تحقیقات میں اس کے ساتھ کچھ الفاظ مزید ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

پہلی روحانی نبوت کو بھی دائم اور باقی اور مستمر تسلیم کیا ہے اس کے سلب ہو جانے کا شائبہ بھی نہیں ظاہر ہونے دیا۔

الجواب:

ایسے فتویٰ پر انا للہ وانا الیہ راجعون ہی پڑھنا چاہیے۔

کیا تحقیقات کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے سے فاضل مفتی نے یہی سمجھا ہے کہ:

دوسری جسمانی نبوت، تا آخر۔ یہ علامہ سلیمان جمل کا قول ہے؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

فاضل مفتی کو معلوم ہونا چاہیے کہ علامہ سلیمان جمل کی عربی عبارت اور اس کا ترجمہ لکھنے کے بعد صاحبِ تحقیقات نے علامہ سلیمان جمل کی عبارت سے اپنے موقف کی تائید کا خلاصہ ایک فائدہ کی صورت میں اپنی طرف سے سخاوت فرمایا ہے اور عبارت منقولہ سے پہلے باقاعدہ طور پر ''فائدہ'' کا عنوان اور سرخی دے کر اس کے تحت یہ عبارت لکھی ہے۔ جب کہ فاضل مفتی نے ''فائدہ'' کا لفظ حذف کر کے عبارت منقولہ کو علامہ سلیمان جمل کا قول قرار دیدیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ تو فاضل مفتی کی گہری نظر سے مطالعہ کا نتیجہ ہے تو جس کتاب کا مطالعہ گہری نظر سے نہ کرتے ہوں گے اس سے کتنا سمجھتے ہوں گے؟ اس کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے۔

اور اگر بالفرض عبارت منقولہ علامہ سلیمان جمل رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہی ہوتا تو پھر بھی فاضل مفتی کا یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کہ:

انہوں نے تحقیقات میں کہیں بھی سلب نبوت کا قول نہیں کیا۔

کیونکہ صاحب تحقیقات کا اپنا نظریہ اور عقیدہ تو وہی ہے جس کا مختصر بیان آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ البتہ علامہ سلیمان جمل رحمہ اللہ تعالیٰ کا ان کے مخالفین سے ہونا ضرور ثابت ہوتا ہے۔

کیونکہ صاحب تحقیقات نے عالم ارواح والی نبوت کا سلب نہ ہونا اور دوام تسلیم کرنا اپنے مخالفین کا نظریہ اور عقیدہ بتایا ہے۔ جبکہ علامہ سلیمان جمل کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

فتویٰ کی چھٹی عبارت اور اس کا جواب:

فاضل مفتی نے لکھا ہے:

دوسرا مغالطہ: علماء کرام کو اشرف العلماء کی اس تحریر سے ہوا:

''پیدائش سے چالیس سال تک ولی تھے نبی نہیں تھے۔''

انہوں نے ولی سے امتی ولی سمجھ لیا اس میں کوئی شک نہیں ہر نبی ولی بھی ہوتا ہے مگر اس کی ولایت امتی کی ولایت جیسی نہیں ہوتی۔ امتی ولی کی ولایت غیر معصوم ہوتی ہے جبکہ نبی کی ولایت اس کی نبوت کی طرح معصوم ہوتی ہے۔ اس لئے نبی کی ولایت کو ولی کی ولایت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اور بہت بڑی زیادتی ہے۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص212)

الجواب:

جیسا کہ پہلے عرض کیا ہے کہ ایسے فتویٰ پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہی پڑھنا چاہیے۔ کیا علماء کرام کو اشرف العلماء کی اس تحریر ''پیدائش سے چالیس سال تک ولی تھے نبی نہیں تھے۔'' سے مغالطہ ہوا ہے کہ: انہوں نے ولی سے امتی (غیر نبی) ولی سمجھ لیا ہے؟

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا علماء کرام نے نبی کی ولایت کو ولی کی ولایت پر قیاس کیا ہے اور بہت بڑی زیادتی کی ہے۔ یا عبارت مذکورہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ولی ہونا تسلیم کرنے کے ساتھ ہی واضح طور پر نبی ہونے کی نفی بھی کی گئی ہے۔؟

جبکہ نفیِ نبوت اور انکارِ نبوت میں فاضل مفتی کی نقل کردہ عبارت سے زیادہ واضح عبارات بھی تحقیقات میں موجود ہیں۔ اس کے باوجود فاضل مفتی کا یہ کہنا کہ علماء کرام کو اس تحریر سے مغالطہ ہوا، بذات خود بہت بڑی زیادتی ہے۔

کیونکہ سراسر دھوکا دہی اور دھاندلی ہے۔ اس لئے کہ عبارت منقولہ میں ''نبی نہیں تھے'' کا ترجمہ ''نبی تھے'' فاضل مفتی اور تحقیقات کے دوسرے مؤیدین ہی کرسکتے ہیں جو دن کو رات اور رات کو دن کہہ رہے ہیں ورنہ ان کے علاوہ کوئی منصف بقائمی ہوش وحواس عبارت منقولہ ''پیدائش سے چالیس سال تک ولی تھے نبی نہیں تھے'' کا یہ معنی اور مفہوم کہ: پیدائش سے چالیس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولی بھی تھے اور نبی بھی تھے، کبھی تسلیم نہیں کرسکتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ عبارت مذکورہ کا معنی ومفہوم یہ بتانے سے بچے بھی مذاق اڑائیں گے۔ لیکن تحقیقات کے مؤیدین کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہی کی فکر شاید نہیں ہے اس لئے دلیر ہوگئے ہیں کہ عبارت منقولہ میں ''ولی تھے نبی نہیں تھے'' کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ ''ولی بھی تھے اور نبی بھی تھے۔'' لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

فتویٰ کی ساتویں عبارت اور اس کا جواب:

فاضل مفتی نے لکھا ہے:

اشرف العلماء کی تحریر میں ''ولی تھے نبی نہیں تھے'' کا ایک مطلب یہ ہے کہ مخصوص

زمانہ پیدائش سے چالیس سال تک مخصوص لوگوں یعنی مکہ والوں کے نزدیک نبی نہیں تھے ولی تھے۔ یہ صحیح ہے کیونکہ مکہ مکرمہ والے لوگ آپ کو ولی مانتے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق الامین کہتے تھے ولایت کی یہی دو بڑی صفتیں ہیں۔ البتہ نبی نہیں مانتے تھے اور نہ ہی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اگر کہیں اس وقت آپ لوگوں کے نزدیک نبی تھے ولی نہیں تھے تو صراحتاً جھوٹ ہے۔

اسی لئے کتب علم العقائد میں لکھا ہے ''عند اللہ نبی وعند الناس ولی''۔ اس میں کوئی جھگڑے کی بات نہیں ہے۔ (ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص213-212)

الجواب:

بغور ملاحظہ فرمائیں کہ فاضل مفتی نے عبارت منقولہ کا کیسا انوکھا مطلب بیان کیا ہے۔ کیسی سینہ زوری اور دھاندلی ہے۔

فاضل مفتی سے جواب طلب سوال یہ ہے کہ: مسئلۂ نبوت میں جو نزاع ہے کیا وہ اس میں ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدائش سے چالیس سال تک مکہ والوں کے نزدیک نبی تھے یا صرف ولی تھے؟

فاضل مفتی نے عبارت منقولہ کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ تو حقیقتِ حال سے بے خبر لوگوں کے ساتھ سراسر زیادتی اور دھوکا دہی ہے کیونکہ اختلاف اور نزاع تو اس بات میں ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے بارے میں آپ کی امت کا عقیدہ کیا ہونا چاہیے؟

آیا چالیس سال تک کی عمر مبارک کے عرصہ میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہونے کا عقیدہ رکھنا چاہیے یا صرف ولی ہونے کا؟ تو تحقیقات نے

اس عقیدہ کی تبلیغ کی ہے کہ پیدائش سے چالیس سال تک ولی تھے نبی نہیں تھے۔تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کو عرصہ مذکورہ میں آپ کے صرف ولی ہونے کا عقیدہ رکھنا چاہیے نہ کہ نبی ہونے کا کیونکہ آپ پیدائش سے چالیس سال تک ولی تھے نبی نہیں تھے۔

جبکہ فاضل مفتی یہ فرمارہے ہیں کہ اس عبارت کا ایک مطلب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مکہ والے لوگوں کے نزدیک آپ نبی نہیں تھے ولی تھے۔

فاضل مفتی سے جواب طلب سوال نمبر 1:

کیا تحقیقات ،امت مسلمہ کو زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا عقیدہ تعلیم دینے کے لئے لکھی گئی ہے؟ کہ عبارت مذکورہ ''پیدائش سے چالیس سال تک ولی تھے نبی نہیں تھے'' کا معنی فاضل مفتی یہ بتاتے ہیں کہ:

''مخصوص لوگوں یعنی مکہ والوں کے نزدیک نبی نہیں تھے ولی تھے''۔

لہٰذا اے اہل سنت! تم بھی یہی عقیدہ رکھو۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

یا حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعلیم فرمایا ہوا عقیدہ سکھانے کے لئے معرض وجود میں آئی ہے؟

اگر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلیم فرمایا ہوا عقیدہ امت مسلمہ کو عطا کرنے کے لئے لکھی گئی ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو عالم ارواح سے ہی اپنے منصب نبوت پر فائز ہونے کا عقیدہ اپنی امت کو تعلیم فرمایا ہے صرف ولی ہونے کا عقیدہ ہرگز تعلیم نہیں فرمایا۔تو تحقیقات میں اسی کی تبلیغ ہونی چاہیے تھی جیسا کہ تنویر الابصار اور کوثر الخیرات جیسی مبارک کتابوں میں اسی کی تبلیغ کی گئی ہے۔جبکہ تحقیقات حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

تعلیم فرمایا ہوا عقیدہ چھوڑ کر بلکہ اسے عقل وخرد کے تقاضوں سے بھی دور بلکہ منصب نبوت کے ساتھ بدترین مزاح اور استہزاء قرار دے کر اس کے مقابلہ میں عہدِ جاہلیت کے لوگوں کا حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جو عقیدہ تھا، اس کی تبلیغ کر رہی ہے۔

اس لئے کہ بقول فاضل مفتی اگر اس عبارت ''پیدائش سے چالیس سال تک ولی تھے نبی نہیں تھے'' سے یہی مراد ہے کہ ''چالیس سال تک مخصوص لوگوں یعنی مکہ والوں کے نزدیک نبی نہیں تھے ولی تھے'' تو کیا تحقیقات میں کسی ایک مقام پر بھی صراحتاً نہ سہی تو کنایۃً یا اشارۃً ہی یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ عقیدہ چونکہ عہدِ جاہلیت کے لوگوں کا ہے لہذا اے اہل سنت تم نے اسے نہیں اپنانا؟

بلکہ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر سارے جہان کو اس عقیدہ کا قائل کرنے کے لئے ہی تحقیقات لکھی گئی ہے اور اس میں علمی خیانتوں تک کا ارتکاب کر لیا گیا ہے۔

فاضل مفتی سے جواب طلب سوال نمبر 2:

کیا قبل از بعثت کے عرصہ کے بارے میں اپنے مقام و مرتبہ سے متعلق حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو عقیدہ تعلیم فرمایا ہے وہ صراط مستقیم ہے یا عہد جاہلیت کے لوگوں کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے بارے میں جو عقیدہ تھا وہ صراط مستقیم ہے؟ بڑی امید ہے کہ فاضل مفتی کو اس سے اختلاف نہیں ہوگا کہ یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعلیم فرمائے ہوئے عقیدہ کے مقابل عہدِ جاہلیت کے لوگوں کا عقیدہ صراط مستقیم ہرگز نہیں ہوسکتا۔ تو پھر تحقیقات میں یہ ظلم کیوں جائز سمجھا گیا ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطا فرمایا ہوا عقیدہ چھوڑ کر زمانہ جاہلیت کے لوگوں کے عقیدہ کی تبلیغ کی گئی ہے؟

جواب طلب سوال نمبر 3:

کیا عہدِ جاہلیت کے لوگ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرتبہ ومقام کو زیادہ جانتے تھے یا خود حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں؟ جب بلا شک وشبہ آپ ہی اپنے مقام کو زیادہ جانتے ہیں اور بالخصوص اس وقت جب کہ حجابات اٹھا دیئے گئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نزول قرآن کریم کا سلسلہ جاری وساری تھا تو خود آپ نے جو عقیدہ وحیِ الٰہی سے تعلیم فرمایا ہے اس کے خلاف عقیدہ کا پرچار کیوں کیا جارہا ہے؟

کیا عہدِ جاہلیت کے لوگوں کا عقیدہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے بارے میں درست تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرصہ خاص میں فی الواقع صرف ولی ہی تھے نبی نہیں تھے۔ یا اُن کا یہ عقیدہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرتبہ ومقام کے بارے میں حقیقتِ حال سے بے خبری پر مبنی تھا؟

بڑی امید ہے کہ فاضل مفتی کو اس بات سے بھی اختلاف نہیں ہوگا کہ: ان کا یہ عقیدہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصل مرتبہ ومقام سے بے خبری پر مبنی تھا۔

جب حقیقی صورتحال یہ ہے تو تحقیقات کے مؤیدین امت مسلمہ پر کچھ تو رحم کریں کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تعلیم فرمایا ہوا عقیدہ چھوڑ کر آپ کے اصل مرتبہ ومقام سے بے خبر لوگوں کا عقیدہ امت مسلمہ میں رائج کرنے پر کیوں کمربستہ ہیں؟

فاضل مفتی کی مزید کرم فرمائی:

فاضل مفتی نے عبارت منقولہ میں یہ بھی لکھا ہے:

اگر کہیں اس وقت آپ لوگوں کے نزدیک نبی تھے ولی نہیں تھے تو صراحتاً جھوٹ ہے۔

(ارفع الدرجات ص 213-212)

الجواب:

یہ سراسر دھوکا دہی ہے کیونکہ اصل محل نزاع اور موضوع بحث یہ نہیں ہے کہ:
اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کے نزدیک نبی تھے ولی نہیں تھے یا صرف ولی تھے نبی نہیں تھے۔ بلکہ نزاع اور اختلاف تو اس بات میں ہے کہ قبل از بعثت کے زمانہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آیا بالفعل اور خارج میں حقیقتاً منصب نبوت پر فائز تھے یا نہیں تھے؟

اب فاضل مفتی نے جو تحریر پیش کی ہے کہ ''پیدائش سے چالیس سال تک ولی تھے نبی نہیں تھے''۔ اس میں کس عقیدہ کی تبلیغ کی گئی ہے؟ یہ بات صرف اردو خواں کو بھی سمجھ آ رہی ہے کہ اس میں عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی نفی کی ہے اور صرف ولی ہونا تسلیم کیا ہے۔ جبکہ فاضل مفتی نے سینہ زوری سے اس کا مطلب جو بیان کیا ہے وہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اور اب فرما رہے ہیں: اگر کہیں، تا آخر۔

فاضل مفتی سے جواب طلب سوال:

عبارت مذکورہ میں لوگوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ عہد جاہلیت کے مکہ والے لوگ یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت اجابت یعنی اہل ایمان؟ اگر تو عہد جاہلیت کے مکہ والے لوگ مراد ہیں اور فاضل مفتی کہنا یہ چاہتے ہیں کہ: اگر کہیں اس وقت آپ اس وقت کے لوگوں کے نزدیک نبی تھے ولی نہیں تھے۔ تو جواباً عرض یہ ہے کہ ان کا ذکر کرنا اور حوالہ دینا ہی ایک فضول بات ہے اس لئے کہ یہ تو بات ہی نہیں ہو رہی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس زمانہ کے لوگوں کے نزدیک نبی تھے یا صرف ولی تھے۔

اور اگر لوگوں سے مراد حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت اجابت ہے

یعنی آپ کی دعوت کو قبول کرنے والے اور آپ پر ایمان لانے والے لوگوں کے نزدیک قبل از بعثت کے عرصہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی تھے صرف ولی نہیں تھے، تو فاضل مفتی کا اسے صراحتاً جھوٹ قرار دینا، بذاتِ خود بدترین جھوٹ ہے۔

اس لئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اپنے مرتبہ اور مقام سے امت کو آگاہ فرمانے کے وقت سے آپ کے ارشادات عالیہ سے باخبر ہونے والے اہل علم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے لے کر تحقیقات والے فتنہ کے معرض وجود میں آنے تک جمہور اکابر علمائے امت کا موقف اور نظریہ یہی رہا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل از بعثت کے زمانہ میں بھی حقیقتاً منصب نبوت پر فائز تھے البتہ ظہور نہ تھا۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم ارواح سے ابد الآباد تک حقیقی نبی ہیں۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

فاضل مفتی کی دوسری کرم فرمائی:

فاضل مفتی نے عبارت منقولہ میں یہ بھی لکھا ہے:

اسی لئے کتب علم العقائد میں لکھا ہے: عند اللہ نبی وعند الناس ولی۔ اس میں کوئی جھگڑے کی بات نہیں ہے۔ (ارفع الدرجات ص213)

الجواب:

فاضل مفتی کا یہ کہنا کہ: اسی لئے، تا آخر۔

تو سوال یہ ہے کہ ''اسی لئے'' سے کیا مراد ہے؟ اگر تو مراد یہ ہے کہ عہد جاہلیت کے لوگوں کے نزدیک عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ولی ہونے اور نبی نہ ہونے کی وجہ سے کتب علم العقائد میں لکھا ہے الخ۔ تو جواباً گزارش یہ ہے کہ ہماری گفتگو سے اس کا

کوئی تعلق نہیں ہے لہذا اس کا حوالہ دینا ہی ایک لایعنی بات ہے۔

اور اگر ''اسی لئے'' سے مراد یہ ہے کہ حضور امام الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی امت اجابت یعنی اہل اسلام کے نزدیک عرصہ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صرف ولی ہونے اور نبی نہ ہونے کے باعث کتب علم العقائد میں لکھا ہے الخ، تو یہ صراحتاً جھوٹ ہے۔ کیونکہ جمہور اکابر علمائے امت کے نزدیک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزولِ قرآن کریم سے پہلے زمانہ میں بھی حقیقتاً نبی تھے صرف ولی نہیں تھے۔

فاضل مفتی کی تیسری کرم فرمائی:

فاضل مفتی نے لکھا ہے کہ: کتب علم العقائد میں لکھا ہے، تا آخر۔

الجواب:

(1) فاضل مفتی نے صرف اپنی بات کا وزن بڑھانے کے لئے جمع کا لفظ استعمال کیا ہے کہ ''کتب علم العقائد میں لکھا ہے'' حالانکہ ایسے الفاظ علم العقائد کی کتب متداولہ میں سے صرف علامہ سالمی کی تمہید میں ہیں۔ اور ممکن ہے کہ اس کے ساتھ عقیدہ میں موافقت کی وجہ سے کسی نے اس سے نقل کر دیئے ہوں۔

(2) علامہ سالمی کے نظریہ اور عقیدہ کے مطابق مذکورہ الفاظ میں، تحقیقات میں پیش کئے جانے والے نظریہ کی زبردست تردید ہے جنہیں محض دھوکا دہی کے لئے پیش کیا جا رہا ہے جیسا کہ تیسری عبارت کے تحت مختصر کلام گزر چکا ہے۔ دراصل مسئلۂ نبوت میں علامہ سالمی کا عقیدہ، حقیقی اور واقعی عقیدۂ اہل سنت کے خلاف ہے۔ علامہ سالمی کے نزدیک ہر نبی وحی نبوت کے نزول سے پہلے بھی حقیقی نبی تھا۔ البتہ اس دورانیہ میں ان کے حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہونے کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو تھا اسے انہوں نے عنداللہ نبی سے تعبیر کر دیا ہے۔

اور وحی نبوت کے نزول اور دعویٰ نبوت سے پہلے زمانہ میں لوگوں کو ان کے حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہونے کا علم تو نہیں ہوتا لیکن اس عرصہ میں بھی اس مقرب بندے میں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں والی صفات ہوتی ہیں لہذا اس ہستی کے حالات سے باخبر لوگ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا محبوب اور ولی ہونے کا عقیدہ اور نظریہ رکھتے تھے جسے انہوں نے عندالناس ولی سے تعبیر کیا ہے۔

جبکہ یہ نظریہ اور عقیدہ علامہ سالمی کا تفرد ہے۔ اکابر علمائے امت کا یہ نظریہ ہرگز نہیں ہے کہ کوئی عبد مقرب وحی نبوت کے نزول سے پہلے بھی حقیقتاً منصب نبوت پر فائز تھا۔

اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لئے عالم ارواح سے ہی نبوت ثابت ہو چکی ہے اور اکابر علماء اعلام نے فرمایا ہے کہ نبوت، وحی نبوت کے بغیر نہیں پائی جاتی۔ تو لامحالہ عالم ارواح میں ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحیِ نبوت سے مشرف فرما دیئے گئے۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ منصب نبوت کے برقرار اور ثابت رہنے کے لئے ہر عالم اور جہان میں وحی نبوت کا نزول قطعاً ضروری نہیں ہے لہذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم اجسام میں وحی نبوت کے نزول سے پہلے بھی حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہی تھے کیونکہ منصب نبوت ابدی اور دائمی ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے عالم ارواح سے ہی ثابت ہو چکا ہے۔

اور دو نبوتوں سے مشرف ہونا اور عالم ارواح میں بھی حقیقتاً منصبِ نبوت پر فائز فرمایا جانا حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ باقی تمام انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم اجسام میں وحی نبوت سے مشرف فرمائے جانے کے وقت ہی منصب نبوت پر فائز فرمایا گیا ہے۔ اور وحی نبوت کے نزول سے پہلے وہ نفوس قدسیہ واقعی خود

پر صرف ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

جبکہ علامہ سالمی کا نظریہ اور عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وحی نبوت کے نزول سے پہلے بھی حقیقتاً منصب نبوت پر فائز تھے۔لیکن ان کے اس منصب عالی پر فائز ہونے کا علم دعوائے نبوت سے پہلے صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تھا لہذا عند اللہ نبی تھے۔اور لوگوں کے علم میں ان نفوس قدسیہ میں صرف اولیاء اللہ کی صفات ہی تھیں لہذا عند الناس ولی تھے۔

اور علامہ سالمی کا نظریہ جمہور اکابر علمائے امت کے نزدیک باطل اور مردود ہے۔ جب حقیقتِ حال یہ ہے تو یہ کتنا بڑا فریب اور دھوکا ہے کہ جو عقیدہ اور نظریہ فی نفسہ باطل اور مردود ہے اور جمہور اکابر علمائے امت اس کے بطلان پر متفق ہیں۔فاضل مفتی نے وہ پیش کر کے اس کے آخر میں لکھ دیا ہے کہ:

اس میں کوئی جھگڑے کی بات نہیں ہے۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

کیسی دھاندلی ہے کہ جو نظریہ اور عقیدہ جمہور اکابر علمائے امت کے نزدیک باطل اور مردود ہے اسے عقیدۂ اہل سنت کے طور پر پیش کرنا اور کہنا کہ: کتب علم العقائد میں لکھا ہے: عند اللہ نبی وعند الناس ولی۔اور پھر آخر میں یہ بھی لکھ دینا کہ: اس میں کوئی جھگڑے کی بات نہیں ہے''۔یہ تو اصلاح کے نام پر فساد پھیلانا ہے کیونکہ باطل ومردود عقیدہ کو عقیدۂ اہل سنت قرار دینا بلاشبہ جھگڑے کی بات ہے۔

تنبیہ:

بالفعل اور بالقوۃ کے معانی کے بارے میں ''نبوت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ'' اور ''تصریحات بجواب نظریہ وتحقیقات'' میں کچھ معروضات سپرد قلم کر دی ہیں۔

فتویٰ کی آٹھویں عبارت اوراس کا جواب:

فاضل مفتی نے لکھا ہے۔

خلاصہ بحث: فریقین میں بنیادی واصولی اختلاف نہیں، نزاع لفظی ہے۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص214)

الجواب:

یہ سراسر غلط بیانی ہے کیونکہ تحقیقات میں قرآن کریم کی چند آیات مقدسہ کے نزول کے بعد بھی کچھ عرصہ تک نبوت کے بالفعل تحقق اور ثبوت کو اختلافی امر قرار دینا، قطعیاتِ اسلام اور ضروریات دین اور اجماعِ امت کے ہی خلاف ہے، تو بنیادی اور اصولی اختلاف اور کس چیز کا نام ہے؟

اور عالم ارواح میں نبوت حقیقیہ تسلیم کرنے کے باوجود قبل از بعثت کے عرصہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہونے کی نفی کرنا بھی اجماعِ امت کے خلاف ہے۔

تو یہ بھی اصولی اور بنیادی اختلاف ہوا۔ لہذا اسے نزاع لفظی قرار دینے کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔

فتویٰ کی نوویں عبارت اوراس کا جواب:

فاضل مفتی نے لکھا ہے:

دونوں فریق عالم ارواح والی نبوت کو عالم ارواح سے لے کر ابدالآباد تک دائمی اور مستمر مانتے ہیں۔ ایک آن کے لئے بھی اس کے سلب کے قائل نہیں۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص214)

الجواب:

اس بات کا حقیقت واقعیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ تحقیقات کی تصریحات اس کے خلاف ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

نمبر1 عالم ارواح میں نبی ہونے سے پیدا ہوتے ہی نبی و رسول ہونا لازم نہیں آتا۔
(تحقیقات اشاعت اول ص26)

نمبر2 اگر آپ نبی اور رسول تھے تو تبلیغ فرماتے۔ (تحقیقات اشاعت اول ص25)

نمبر3 جب تبلیغی احکام اور بندوں کے لئے سفارت وساطت متحقق نہیں ہوئی تو آپ کے اس دور میں نبی ہونے کا دعویٰ کیونکر قابل تسلیم ہوگا۔ (تحقیقات اشاعت اول ص45)

اوران کے علاوہ بھی تصریحات کثیرہ ہیں۔

فاضل مفتی سے جواب طلب سوال یہ ہے: کیا ان عبارات کثیرہ میں عالم ارواح والی نبوت کو ابدالآباد تک مستمر اور دائمی مانا گیا ہے یا زمانۂ خاص میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا صاف انکار کیا گیا ہے؟ اس لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا واسطہ سیدھی اور سچی بات کریں دھاندلی چھوڑیں۔

فتویٰ کی دسویں عبارت اور اس کا جواب:

فاضل مفتی نے لکھا ہے:

دوسرے علمائے کرام حضور علیہ السلام کی نبوت کے ایک درجہ اور مرتبہ کے قائل ہیں۔ اشرف العلماء دو درجوں کے قائل ہیں۔ (ارفع الدرجات ص214)

الجواب:

یہ کہنا کہ دوسرے علماء کرام حضور علیہ السلام کی نبوت کے ایک درجہ اور مرتبہ کے

قائل ہیں، سراسر خلاف واقع بات ہے۔ کیونکہ جن اکابر علمائے امت کی اتباع میں صاحبِ تحقیقات نے دو نبوتیں تسلیم کی ہیں تو فاضل مفتی کے پاس کیا دلیل ہے کہ دوسرے علمائے کرام ان ائمۂ دین کی موافقت میں یہ نظریہ اور عقیدہ نہیں رکھتے؟

کیا ان علماء اعلام وائمہ کرام کی تصنیفات صرف کسی شخص خاص نے ہی پڑھی ہیں اور دوسرے خدامِ دین کی ان کتب تک رسائی نہیں ہے؟

بفضلہٖ تعالیٰ بہت سارے دین متین کے خادمین حقائق واقعیہ کی روشنی میں ہی اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دو نبوتیں عطا فرمائی گئی ہیں۔ اس لئے کہ عالم ارواح والی نبوت سے متعلقہ احادیث مبارکہ جمہور اکابر علمائے امت کے نزدیک اپنے حقیقی معنی پر ہیں یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم ارواح میں حقیقتاً مشرف بہ نبوت فرمائے گئے۔

اور عالم اجسام میں قرآن کریم کی پہلی وحی کے نزول کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قطعی طور پر منصب نبوت ورسالت پر فائز ہونا باجماع علمائے امت قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین سے ہے حتی کہ بعض وہ اہل علم جنہوں نے عالم ارواح والی نبوت سے متعلقہ احادیث مبارکہ کو مجازی معنی پر محمول کیا ہے ان کے نزدیک بھی نزول قرآن کریم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا منصب نبوت ورسالت پر فائز ہونا ضروریات دین سے ہے۔

عالم ارواح میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشرف بہ نبوت فرمایا جانا جمہور علمائے امت کا نظریہ اور عقیدہ ہے۔ اور عالم اجسام میں نزول قرآن کریم کے آغاز کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قطعی طور پر منصب نبوت پر فائز ہونا، پوری امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے۔

لہذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دو نبوتوں سے مشرف ہونا تو اہل علم پر روز روشن کی

طرح واضح ہے تو فاضل مفتی کیسے کہتے ہیں کہ دوسرے علمائے کرام حضور علیہ السلام کی نبوت کے ایک درجہ اور مرتبہ کے قائل ہیں؟ ہاں البتہ اگر خود فاضل مفتی اب تک اس غلط فہمی میں مبتلا رہے ہوں تو اس بات کا انہی کو علم ہے۔ لیکن دوسروں کے بارے میں خلاف واقع کچھ کہنے کا تو کوئی جواز نہیں ہے۔

تنبیہ: رسالت کے معنی میں متکلمین کی اصطلاح مراد ہے۔

فتویٰ کی گیارہویں عبارت اور اس کا جواب:

فاضل مفتی نے لکھا ہے:

اعتبارات مختلف ہوں تو حکم مختلف ہو جاتا ہے۔ عالم ارواح کی نبوت کا اعتبار کر کے کہہ سکتے ہیں آپ پیدائشی نبی تھے۔ عالم اجساد کا اعتبار کر کے کہہ سکتے ہیں کہ چالیس سال بعد نبوت ملی۔ اس میں کسی قسم کا کوئی تعارض و تضاد نہیں۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص214)

الجواب:

فاضل مفتی کی یہ بات فی نفسہ درست ہے لیکن تحقیقات میں پیش کردہ نظریہ اور عقیدہ کو صحیح اور حق ثابت کرنے کے لئے یہ بات کہنا سراسر دھوکا دہی اور دھاندلی ہے۔ کیونکہ تحقیقات میں یہ نظریہ پیش نہیں کیا گیا کہ عالم ارواح کی نبوت کے اعتبار سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدائشی نبی ہیں اور عالم اجسام میں چالیس سال بعد آپ کو نبوت ملی۔

اگر تحقیقات میں یہ نظریہ پیش کیا جاتا پھر تو اختلاف کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے اس لئے کہ پہلا عقیدہ جمہور علمائے امت کا ہے اور دوسرا صرف جمہور ہی نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے۔ جبکہ تحقیقات میں تو یہ نظریہ پیش کیا گیا ہے: عالم ارواح میں نبی ہونے

سے پیدا ہوتے ہی نبی و رسول ہونا لازم نہیں آتا۔

اگر آپ وقت ولادت سے نبی تھے تو پھر چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز فرمائے جانے کا کیا مطلب ہوگا۔

مزید عبارات کثیرہ میں چالیس سال تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی مطلقاً نفی اور انکار ہے۔

فتویٰ کی بارہویں عبارت اور اس کا جواب:

فاضل مفتی نے لکھا ہے:

مسائل کی اقسام متعین کر کے حکم لگانے میں آسانی ہوتی ہے مسئلہ زیر بحث میں پہلے درجے کے منکر کو دائرۂ اسلام سے خارج، کافر، گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے البتہ دوسرے درجہ کا منکر کافر، دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص214)

الجواب:

فاضل مفتی کی عبارت میں پہلے درجے سے مراد، عالم ارواح والی نبوت ہے اور دوسرے درجہ سے مراد، عالم اجسام والی نبوت ہے۔

گزارش یہ ہے کہ تحقیقات میں دوسرے درجہ کا مطلقاً انکار تو نہیں ہے۔ البتہ قرآن کریم کی چند آیات مقدسہ کے نزول کے بعد بھی کچھ عرصہ تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نبی ہونا علمائے اسلام میں اختلافی مسئلہ قرار دیا ہے اور یہاں حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر باندھا ہے کہ انہوں نے یہ لکھا ہے۔ جبکہ علمائے اسلام میں اس کے اختلافی ہونے کا نتیجہ بھی خوب واضح ہے کہ اس عرصہ میں جو شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

نبی تسلیم کرے وہ بھی مسلمان اور جو انکار کرے وہ بھی مسلمان حالانکہ باجماع علمائے امت قرآن کریم کی پہلی وحی کے نزول کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قطعی طور پر منصب نبوت پر فائز ہونا ضروریاتِ دین سے ہے اور اس کے بعد ایک لحظہ اور ایک آن کے لئے بھی نبوت کو مؤخر ماننا ضروریاتِ دین کے خلاف ہے۔

اور اس عرصہ میں حصولِ نبوت کو علمائے اسلام میں اختلافی امر قرار دینے کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس عرصہ تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب نبوت پر فائز ہونا ضروریاتِ دین سے نہیں ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

فاضل مفتی سے جواب طلب سوال:

بعض ضروریاتِ دین کا ضروریاتِ دین سے ہونا تسلیم ہی نہ کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟ اور ایسے نظریات کی تائید وتصویب کا شرعی حکم کیا ہے؟ کیا تحقیقات کے اس نظریہ اور علمائے امت کے اجماعی نظریہ اور عقیدہ کے درمیان تعارض وتضاد اور اصولی وبنیادی اختلاف ہے یا نہیں؟

اللہ تعالیٰ فاضل مفتی کو اِحقاق حق اور اِعلان حق کی جرأت عطا فرمائے۔

عالم ارواح میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نبوت حقیقیہ تسلیم کرنے کے باوجود عالم اجسام میں قبل از بعثت کے عرصہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہونے کا صاف انکار کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟ کیا یہ نظریہ اور عقیدہ اجماع امت کے خلاف ہے یا نہیں؟

فتویٰ کی تیرہویں عبارت اور اس کا جواب:

فاضل مفتی نے لکھا ہے:

حضرت زینت المحدثین پیر محمد چشتی پشاوری دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

نہ صرف عالم مہد سے نبوت کا عقیدہ رکھنا اور اس کی تبلیغ کرنا محض ظنی ہے بلکہ اس حوالے سے فریقین کی طرف سے اٹھائے جانے والے مسائل میں ایک بھی قطعی نہیں ہے تو پھر عالم مہد سے نبوت تسلیم نہ کرنے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج کہنے اور انہیں منکر نبوت ہونے جیسے خطرناک الزام دینے جیسے عمل کی اسلام میں کیا گنجائش ہوسکتی ہے؟

(ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص214)

الجواب:

فاضل موصوف کی اس تحریر کو فاضل مفتی کا اپنی تائید میں پیش کرنا تب مفید ہوتا جب اس میں حقیقت واقعیہ بیان کی گئی ہوتی۔ جبکہ اس تحریر سے تو یہی واضح ہو رہا ہے کہ فاضل موصوف نے فریقین کی تحریرات پوری طرح ملاحظہ نہیں کیں ورنہ یہ بات ہرگز نہ لکھتے بلکہ اس حوالے سے فریقین کی طرف سے اٹھائے جانے والے مسائل میں ایک بھی قطعی نہیں ہے۔ اس لئے کہ نظریہ والے رسالہ میں جو قطعیات اسلام اور ضروریات دین کا انکار ہے وہ تو فاضل موصوف کی اس تحریر کے بعد معرض وجود میں آیا ہے۔ جس میں حضرت الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نبی ہونا صرف جمہور اہل اسلام کا قول قرار دیا ہے جبکہ یہ نظریہ ضروریاتِ دین کے خلاف ہے کیونکہ قرآن کریم کی آیت ''وَ اِنَّ اِلۡیَاسَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ، [الصافات ۳۷: ۱۲۳] حضرت الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسول ہونے پر قطعی الدلالت ہے۔ ایسے ہی بعد از نزول حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبی نہ ہونے کا عقیدہ امت مسلمہ کو عطا کرنا بھی قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین کے خلاف ہے۔ اور بعد از نزول ان کا بدستور نبی ہونا حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ خاتم النبیین کے منافی قرار

دینا بھی قطعیاتِ اسلام کے خلاف ہے۔

جبکہ تحقیقات ہی میں قرآن کریم کی چند آیات مبارکہ کے نزول کے بعد بھی کچھ عرصہ تک حتی کہ ورقہ بن نوفل سے ملاقات کے وقت بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نبی بن جانا، اور آپ کو نبوت حاصل ہوجانا، آپ کی نبوت کا بالفعل ثابت اور متحقق ہونا، علمائے اسلام میں اختلافی مسئلہ قرار دیا ہے جو کہ قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین کے خلاف ہے۔ اور حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت میں اختلاف کے سبب کے بیان میں جو فریب کاری اور دھوکا دہی تحقیقات میں کی گئی ہے اس کا بیان ''نبوتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ'' اور ''تصریحات بجواب نظریہ وتحقیقات'' میں مفصل ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

فاضل موصوف کی یہ بات فی نفسہ درست ہے کہ عالم مہد سے نبوت کا عقیدہ رکھنا اور اس کی تبلیغ کرنا ظنی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ بندے کے اعتقاد کے تناسب سے احکام مختلف ہوتے ہیں یا نہیں؟

مثلاً ایک شخص نماز وتر کے واجب ہونے کا معتقد ہے اور دوسرا سنت ہونے کا۔ تو ان کے حق میں نمازوں کی ترتیب وغیرہ کے احکام میں ائمۂ اعلام کے نزدیک فرق ہے یا نہیں؟

ایسے ہی جب عالم ارواح والی نبوت سے متعلقہ احادیث مبارکہ سے حقیقی معنی مراد ہونے کا عقیدہ اختیار کرلیا ہے اور صراحت کردی ہے کہ عالم ارواح میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت حقیقیہ ہے اور امر محقق اور خارجی ہے۔ تو اب اس شخص پر کیا یہ لازم اور ضروری نہیں ہے کہ وہ عالم ارواح سے ابدالآباد تک حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہونے کا عقیدہ رکھے۔

کیونکہ عالم ارواح میں نبوت حقیقیہ تسلیم کرنے کے بعد ایک لمحہ اور ایک لحظہ کے

لئے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقتاً منصب نبوت پر فائز ہونے کی نفی کرنا زوال نبوت اورسلب نبوت کے اعتقاد کومستلزم ہے جبکہ منصب نبوت اورمرتبہ نبوت کا سلب یازوال پذیر ہونا قطعی طور پر ناممکن ہے۔اسی لئے اکابر علماء اعلام اورائمۂ کرام سے کسی کا یہ نظریہ نہیں تھا کہ عالم ارواح میں توآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نبوت حقیقیہ ثابت تھی اور عالم اجسام میں نزول قرآن کریم سے پہلے آپ حقیقتاً نبی نہ تھے۔

اس سے واضح ہوا کہ تحقیقات میں پیش کیا جانے والا یہ نظریہ اجماع امت کے خلاف ہے۔توکیا اجماع امت کے خلاف نظریہ اورعقیدہ کا باطل اورمردود ہونا قطعی نہیں ہے؟

ضروری تنبیہ:

موجودہ اختلاف سے پہلے جن بعض اہل علم کا عالم مہد سے نبوت کا عقیدہ نہیں ہے وہ صرف اورصرف اس لئے ہے کہ انہوں نے عالم ارواح والی نبوت سے متعلقہ احادیث مبارکہ کا حقیقی معنی پر ہونا تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ تاویلات گھڑی ہیں۔اور عالم اجسام میں وحیِ نبوت سے مشرف فرمائے جانے کے وقت ہی سے نبوت تسلیم کی ہے۔

توان کا یہ عقیدہ عالم ارواح والی نبوت حقیقیہ کے زوال پذیر اورسلب ہوجانے کے اعتقاد کومستلزم نہیں ہے کیونکہ انہوں نے عالم ارواح میں نبوت حقیقیہ تسلیم ہی نہیں کی ۔ لہٰذاان کے نظریہ پرتحقیقات والےنظریہ اورعقیدہ کوقیاس نہیں کیا جاسکتا۔

فاضل موصوف کا یہ بیان: توپھر عالم مہد سے نبوت تسلیم نہ کرنے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج کہنے،تا آخر۔

درست ہے۔اس لئے کہ عالم مہد سے نبوت تسلیم نہ کرنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے عالم ارواح والی نبوت سے متعلقہ احادیث مبارکہ میں تاویل کرنے کی

وجہ سے عالم ارواح میں نبوت حقیقیہ تسلیم نہیں کی اور بوقت بعثت ہی نبوت سے مشرف ہونا تسلیم کیا ہے۔ لیکن اس سے تحقیقات میں پیش کردہ نظریہ کا درست ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا جو کہ فاضل مفتی کا موقف ہے۔ کیونکہ وہ نظریہ عالم ارواح والی نبوت کے سلب اور زوال پذیر ہونے کو مستلزم ہے۔ تاہم جیسے حکم لگانے میں شرعی حدود کو نظر انداز کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

ایسے ہی قبل از بعثت کے عرصہ کے بارے میں تحقیقات میں پیش کردہ نظریہ اور عقیدہ سے رجوع بھی لازم اور ضروری ہے کیونکہ اس گمراہی کو نظر انداز کرنا بھی ہرگز جائز نہیں ہے۔ بالخصوص جبکہ ازالہ شبہات اور اتمام حجت کا عمل بھی بفضلہٖ تعالیٰ ہو چکا ہے اور تحقیقات و نظریہ میں وہ عقائد و نظریات جن میں بعض قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین کا سرے سے انکار ہے یا کم از کم ان کے قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین سے ہونے کا انکار ہے تو شبہات کے ازالہ اور اتمام حجت کے بعد بھی یہ لوگ اپنی بات پر بضد اور مصر ہی نہ رہیں کیونکہ شرعی حدود کا احترام ان لوگوں پر بھی لازم اور ضروری ہے اس لئے کہ ایک غلطی پر تائید کرنے والوں کی جماعت مل جائے اور بدقسمتی سے وہ تمام لوگ ہی اپنے کو عقل کل سمجھنے لگیں تو اس سے شرعی حدود تبدیل نہیں ہو جائیں گی لہذا فوری طور پر باطل سے رجوع اور قبول حق ان لوگوں پر لازم اور ضروری ہے۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

نوٹ: اختلاف ختم کرنے کی تجاویز فقیر راقم الحروف پیش کر چکا ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ فاضل مفتی کے فتویٰ کی حقیقی صورتحال واضح ہو چکی ہے کہ درحقیقت یہ فتویٰ نہیں ہے بلکہ اول تا آخر پُرفریب مغالطہ ہے اور صاحبِ ارفع الدرجات نے فاضل مفتی کی قصیدہ خوانی صرف اس لئے کی ہے کہ دونوں صاحبوں کا نظریہ اور مشن ایک ہی ہے کیونکہ انہوں نے بھی ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات میں تحکم اور سینہ زوری سے دن کو رات اور

رات کو دن ثابت کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

فقیر دونوں صاحبوں سے اپیل کرتا ہے کہ ضد تمہارے شایان شان نہیں ہے۔ غلطی سے رجوع اور قبول حق میں تمہاری عزت اور عظمت ہے جو ہمیشہ سے اہل اخلاص کا شیوہ ہے اور تمہارے قبول حق کی وجہ سے تمہارے معتقدین اور متوسلین خود بخود حق قبول کر لیں گے ورنہ ان کا گناہ بھی تمہاری گردنوں پر ہوگا۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت و ما توفیقی الا باللّٰہ علیه توکلت و الیه انیب و ما علینا الا البلاغ المبین۔

والحمد لله رب العلمین والصلٰوة والسلام علی سید المرسلین و علی اٰله واصحابه اجمعین۔

رسالہ:

جلالی سوال جمالی جواب

کا

علمی و تحقیقی جائزہ

تصنیف

شیخ الحدیث والتفسیر علامہ مفتی نذیر احمد سیالوی دامت برکاتہم العالیۃ

رات کو دن ثابت کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

فقیر دونوں صاحبوں سے اپیل کرتا ہے کہ ضد تمہارے شایان شان نہیں ہے۔ غلطی سے رجوع اور قبول حق میں تمہاری عزت اور عظمت ہے جو ہمیشہ سے اہل اخلاص کا شیوہ ہے اور تمہارے قبول حق کی وجہ سے تمہارے معتقدین اور متوسلین خود بخود حق قبول کرلیں گے ورنہ ان کا گناہ بھی تمہاری گردنوں پر ہوگا۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب وما علینا الا البلاغ المبین۔

والحمد للہ رب العلمین والصلٰوۃ والسلام علی سید المرسلین و علی اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

رسالہ:

جلالی سوال جمالی جواب

کا

علمی وتحقیقی جائزہ

تصنیف

شیخ الحدیث والتفسیر علامہ مفتی نذیر احمد سیالوی دامت برکاتہم العالیۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ....[النحل ۱۶:۱۲۵]

رسالہ: جلالی سوال جمالی جواب کا پس منظر:

فاضل مفتی کا مذکور فتوی بنام: مجھے ضرور پڑھیے، کا ایک فاضل نے جواب لکھا تو فاضل مفتی نے دراصل رسالہ مذکورہ کی صورت میں جواب الجواب لکھا ہے۔اور مسئلہ نبوت سے متعلق اپنے پہلے فتوىٰ کی صورت میں کرم فرمائی میں شاید کمی محسوس کی ہے تو رسالہ مذکورہ میں اس کمی کو پورا کیا ہے اس لئے رسالہ مذکورہ میں فتوىٰ سے بھی انوکھی تحقیق وتدقیق پیش کی ہے

توفقیر راقم الحروف نے مسئلہ نبوت کے بارے میں حقائق سے نقاب کشائی کے لئے نہایت اختصار کے ساتھ کچھ گذارشات ضروری سمجھی ہیں جو اس امید پر سپرد قلم کردی ہیں کہ فاضل مفتی شاید کسی بات پر ہی توجہ کرلیں اور انہیں قبول حق کی توفیق نصیب ہوجائے اور حقائق سے ناواقف دوسرے لوگ بھی اس نظریاتی فساد اور بگاڑ سے بچ سکیں۔

اٰمین برحمتک یاارحم الراحمین۔

فاضل مفتی کی چند عبارات:

عبارت نمبر 1:

جس طرح احکام میں کچھ اصولی مسائل ہوتے ہیں اور فروعی بھی اسی طرح عقائد میں بھی اصولی اور فروعی مسائل ہوتے ہیں۔ اصولی مسائل وعقائد میں اختلاف نہیں ہوتا فروعی میں ہوتا ہے۔جس طرح فقہ کے ائمہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ہیں۔اسی طرح عقائد میں بھی ہیں۔حنابلہ، ماتریدیہ، اشاعرہ سب اہل سنت وجماعت ہیں اوران کے اختلافات کتب عقائد میں مندرج ہیں۔

البتہ ضروریات دین اور ضروریات مذہب اہل سنت وجماعت میں سب متفق ہیں مگر فروعات عقائد میں مختلف ہیں۔ (جلالی سوال جمالی جواب ص21)

عبارت نمبر 2:

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مسلمانو! مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں۔

ایک: ضروریات دین، ان کا منکر بلکہ ان میں ادنی شک کرنے والا بالیقین کافر ہوتا ہے، ایسا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

دوم: ضروریات عقائد اہل سنت، ان کا منکر بدمذہب گمراہ ہوتا ہے۔

سوم: وہ مسائل کہ علمائے اہل سنت میں مختلف فیہ ہوں ان میں کسی طرف تکفیر و تضلیل ممکن نہیں یہ دوسری بات ہے کہ کوئی شخص اپنے خیال میں کسی قول کو راجح جانے خواہ تحقیقاً یعنی دلیل سے اسے وہی مرجح نظر آیا خواہ تقلیداً کہ اسے اپنے اکثر علماء یا اپنے معتمد علیہم

کا قول پایا، تا آخر۔ (ملخصاً فتاوی رضویہ جدید جلد 29 ص 413 تا 414)

(جلالی سوال جمالی جواب ص 34.35)

عبارت نمبر 3:

مسلک حق اہل سنت و جماعت کے عقائد میں تین مسلک مسلمہ ہیں: حنبلی، ماتریدی اور اشعری تینوں چونکہ ضروریات دین اور ضروریات مذہب اہل سنت میں متحد و متفق ہیں مگر فروعات عقائد میں اس کے مابین اختلاف بھی مسلمہ کتب علم العقائد وکلام میں تفصیلاً مذکور ہے (تا) یہ بھی یاد رہے کہ کسی فروعی مسئلہ میں اختلاف کی وجہ سے اگر کوئی کم فہم کسی صحیح العقیدہ سنی مسلمان کو کافر کہتا ہے یا اہل سنت سے خارج سمجھتا ہے تو ان کے فتوی کی زد میں صرف وہی شخص نہیں آتا بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر قیامت تک وہ سب مسلمان آئیں گے جو یہ نظریہ رکھتے ہوں گے۔ (جلالی سوال جمالی جواب ص 36)

عبارت نمبر 4:

اب ان چالیس مسائل کو ذکر کیا جاتا ہے کہ جن میں علماء ماتریدیہ اور اشاعرہ کا اختلاف ہے۔ (تا)

نمبر شمار	مسئلہ خلافی	علمائے ماتریدیہ کی رائے	علمائے اشعریہ کی رائے
33	انبیاء ورسل وصال کے بعد حقیقت میں انبیاء ہیں یا انبیاء کے حکم میں ہیں۔	وصال کے بعد بھی حقیقت میں انبیاء ہیں	رسالت ونبوت کے حکم میں ہوتے ہیں حقیقت میں یہ منصب ان کا باقی نہیں رہتا۔

مذاہب الاسلام مولوی محمد نجم الغنی خاں رامپوری۔ (جلالی سوال جمالی جواب ص 21-31-34)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: عبارات مذکورہ بغور ملاحظہ فرمالیں۔فاضل مفتی کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت کے عقائد میں تینوں مسالک ماتریدی،اشعری حنبلی،ضروریاتِ دین اورضروریاتِ مذہب اہل سنت میں متحد ومتفق ہیں مگر فروعاتِ عقائد میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔

اورضروریات دین کا منکر بلکہ ان میں ادنیٰ شک کرنے والا بالیقین کافر ہوتا ہے۔ اورضروریات مذہب اہل سنت کا منکر بدمذہب،گمراہ ہوتا ہے۔اورجو مسائل علمائے اہل سنت میں اختلافی ہوں ان میں کسی کو کافر یا گمراہ قرار دینا ممکن نہیں ہے۔اورساتھ ہی فاضل مفتی نے اپنے رسالہ میں عبارت نمبر 1 سے متصل بعد ''مذاہب الاسلام'' مصنفہ مولوی محمد نجم الغنی خاں رامپوری سے چالیس مسائل نقل کئے ہیں جن میں علمائے ماتریدیہ اورعلمائے اشعریہ کی رائے میں اختلاف بتایا گیاہے۔ان میں مسئلہ نمبر 33 یہ لکھاہے:

انبیاءورسل وصال کے بعد حقیقت میں انبیاء ہیں یا انبیاء کے حکم میں ہیں۔

توبتایا ہے کہ علمائے ماتریدیہ کے نزدیک وصال کے بعد بھی حقیقت میں انبیاء ہیں۔اورعلمائے اشعریہ کے نزدیک رسالت ونبوت کے حکم میں ہوتے ہیں حقیقت میں یہ منصب ان کا باقی نہیں رہتا۔(رسالہ مذکورہ ص 31) جوعبارت نمبر 4 میں پیش کیا گیا۔

فائدہ:

اہل علم توبخوبی واقف ہیں صرف عوام الناس کے فائدہ کے لئے بیان کردیتا ہوں کہ اسی ''مذاہب الاسلام'' میں اس امر کی وضاحت بھی موجود ہے کہ اہل سنت کے فقہی چاروں مذاہب حنفی،مالکی،شافعی اور حنبلی ہی عقائد کے اعتبار سے تین مذاہب ہیں۔

ماتریدیہ، اشعریہ، حنابلہ۔

اختلافی مسائل (اعتقادیہ) میں مالکی اور شافعی لوگ امام ابوالحسن (اشعری) کے تابع ہیں اس وجہ سے ان کو اشعریہ کہتے ہیں اور حنفی لوگ امام ابومنصور ماتریدی کے قول کے تابع ہیں اس سبب سے ان کو ماتریدیہ کہتے ہیں اور امام احمد کے مقلد لوگ حنبلی کہلاتے ہیں۔

(مذاہب الاسلام ص86)

فاضل مفتی کی عبارات مذکورہ کا نتیجہ:

جب تمام اہل سنت ضروریاتِ دین اور ضروریاتِ مذہب اہل سنت میں متفق اور متحد ہیں صرف فروعات عقائد میں اختلاف ہے جن کی وجہ سے کسی کو بدمذہب اور گمراہ نہیں کہا جاسکتا۔

اور فاضل مفتی کی تحقیق کے مطابق حضرات انبیاء کرام ورسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام وصال کے بعد حقیقت میں انبیاء ورسل ہیں یا انبیاء ورسل کے حکم میں ہیں اس میں علمائے ماتریدیہ اور اشعریہ کا اختلاف ہے۔

علمائے ماتریدیہ کے نزدیک وصال کے بعد بھی حقیقت میں انبیاء ورسل ہیں اور علمائے اشعریہ کے نزدیک حقیقت میں ان کا منصب نبوت ورسالت باقی نہیں رہتا البتہ نبوت ورسالت کے حکم میں ہوتے ہیں۔ تو اس سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ فاضل مفتی کے نزدیک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ودیگر تمام انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وصال کے بعد بھی حقیقت میں انبیاء ورسل اور بدستور منصب نبوت ورسالت پر فائز ہونا، نہ ہی ضروریاتِ دین سے ہے اور نہ ہی ضروریاتِ مذہب اہل سنت سے ہے بلکہ فروعاتِ عقائد سے ہے۔ اور جو شخص حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسرے تمام

انبیاء کرام ورسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں یہ نظریہ اور عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ وصال کے بعد حقیقت میں نبی اور رسول نہیں ہیں کیونکہ وصال کے بعد منصب نبوت و رسالت حقیقت میں باقی نہیں رہتا۔ البتہ انبیاء ورسل کے حکم میں ہیں۔

تو ایسے شخص کو گمراہ اور بد مذہب بھی نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ پکا سنی ہے۔

اور فاضل مفتی کے نزدیک حضرت امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ (جن کی وفات مذاہب الاسلام میں 320ھ یا 324ھ یا 330ھ ہجری میں ہونا درج ہے) کے زمانہ سے اب تک ہزاروں بلکہ لاکھوں علمائے مالکیہ اور شافعیہ کا یہی نظریہ اور عقیدہ ہے۔

اور فاضل مفتی کی تحقیق کے مطابق ان علمائے اعلام فقہاء ومحدثین ومتکلمین واولیاء کاملین کے نزدیک کلمہ طیبہ میں ''محمد رسول اللہ'' کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ظاہری حیات اور زندگی تک واقعی طور پر اور حقیقت میں رسول اللہ تھے۔

اور وصال کے بعد رسول اللہ ہونے کا منصب تو حقیقت میں باقی نہیں رہا۔ البتہ رسول کے حکم میں ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اور ایسے ہی باقی تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حال ہے۔

فاضل مفتی سے جواب طلب سوال:

فاضل مفتی نے جو علمائے اشعریہ کا عقیدہ بیان کیا ہے اس میں رسالت ونبوت کے حکم میں ہونے سے کیا مراد ہے؟ وضاحت کر دیں۔

ضروری وضاحت:

جس عبد مقرب کے لئے قطعی اور یقینی طور پر حقیقت میں منصب نبوت ورسالت ثابت ہوتا ہے اس کا حکم تو یہ ہے کہ اس عبد مقرب کا حقیقت میں نبی اور رسول ہونا ضروریاتِ

دین سے ہے اور مومن اور مسلم ہونے کے لئے اس کو تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہے۔

اور اس کے لئے حقیقت میں منصب نبوت ورسالت تسلیم نہ کرنا کفر جلی ہے۔ اور اگر کسی انسان کے لئے حقیقت میں منصب نبوت ورسالت ثابت نہیں ہے تو اس کے لئے حقیقت میں منصب نبوت و رسالت ثابت ہونے اور نبی اور رسول ہونے کا عقیدہ رکھنا، اسلام میں اس کی بھی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

فاضل مفتی سے جواب طلب سوال:

حضرات انبیاء کرام ورسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا عالم اجسام میں وحی نبوت ورسالت سے مشرف ہونے کے ساتھ حقیقت میں منصب نبوت ورسالت پر فائز ہوجانا اور نبی اور رسول بن جانا باجماع علمائے امت قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین سے ہے۔تو وصال کے ساتھ اس قطعی اور یقینی و دینی ضروری حکم کا زوال کونسی قطعی اور یقینی دلیل کے ساتھ ہوا ہے؟ اور اگر یہ حکم معلول ہے تو کونسی علت کے ساتھ؟

اور اس علت کے یقینی طور پر زائل ہوجانے پر کونسی قطعی دلیل ہے جس کی بنیاد پر فاضل مفتی کے نزدیک وصال کے بعد حضرات انبیاء کرام ورسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بدستور منصب نبوت ورسالت پر حقیقتاً فائز رہنا اور حسبِ سابق حقیقت میں نبی اور رسول ہونا قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین سے ہونا تو درکنار، ضروریاتِ مذہب اہل سنت سے بھی نہیں ہے بلکہ فروعاتِ عقائد سے ہے جو اہل سنت میں اختلافی ہیں؟

کیا تیسری صدی ہجری سے لے کر لاکھوں مالکی اور شافعی علماء اعلام وصوفیائے کرام اور عوام اہل سنت کا یہی نظریہ اور عقیدہ ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کرام ورسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے جو بھی وصال فرما چکے ہیں وہ

حقیقت میں نبی اور رسول نہیں ہیں کیونکہ ان کا منصب نبوت ورسالت حقیقت میں باقی نہیں رہا۔بس صرف انبیاء ورسل کے حکم میں ہیں؟

کیافاضل مفتی محققین علمائے مالکیہ اورشافعیہ (جو کہ بیان مذہب کے ذمہ دار ہیں) کی تصریحات اس مسئلہ پر پیش کر سکتے ہیں؟ کیاحضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا دوام واستمرار بکثرت علماء اشعریہ نے بیان نہیں کیا؟ کیاامام سبکی، امام جلال الدین سیوطی، امام عبدالوہاب شعرانی، علامہ خفاجی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ علماء اشعریہ نہیں ہیں؟

علمائے اشعریہ تو حضور المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصب نبوت ورسالت کا وصال کے بعد بھی دائم ومستمر ہونا بیان کریں اور فاضل مفتی ان نفوس قدسیہ پر حضور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منصب نبوت ورسالت کا حقیقت میں باقی نہ رہنے کا عقیدہ اپنانے کا بہتان عظیم باندھیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

کیا یہ فاضل مفتی کی طرف سے ان نفوس قدسیہ کی دینی خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کیا جارہا ہے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شبہ:

فاضل مفتی تو صرف ناقل ہے اس نے تو ''مذاہب الاسلام'' سے عبارت نقل کی ہے اور منقول کا حقیقت واقعیہ ہونا ثابت کرنا، ناقل کی ذمہ داری میں شامل نہیں ہے۔

جواب:

فاضل مفتی نے بحیثیت ناقل، نظریہ مذکورہ علمائے اشعریہ کے کھاتے میں نہیں ڈالا بلکہ بحیثیت محقق، لہذا وہ محض ناقل ہی نہیں ہیں بلکہ یہ ان کی تحقیق ہے کہ حضرات علماء اشعریہ کا یہی نظریہ اور عقیدہ ہے۔ فاضل مفتی نے ''مذاہب الاسلام'' سے جو نقل کیا ہے اس سے

پوری طرح متفق ہیں اور اسے حقیقت واقعیہ سمجھتے ہوئے نقل کیا ہے۔اور مسئلہ نبوت میں فاضل مفتی کا یہ مبلغ علم ہے جو فاخرانہ انداز میں اپنی تحقیق کے جوہر اور نچوڑ کے طور پر اہل اسلام کو سخاوت فرمایا ہے۔

مذاہب الاسلام سے نقل کر کے اس کا رد نہیں کیا۔لہٰذا اس نظریہ اور عقیدہ کو علمائے اشعریہ سے ثابت کرنے کی پوری ذمہ داری فاضل مفتی پر عائد ہوتی ہے۔اور اگر محققین علمائے اشعریہ کی نقول وتصریحات پیش نہ کر سکیں تو اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ اور بری الذمہ نہیں ہوں گے۔

جواب نمبر 2:

فاضل مفتی کو اس بات کا اعتراف ہے کہ حضرات علمائے ماتریدیہ کا نظریہ اور عقیدہ تو یہی ہے کہ حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا منصب نبوت ورسالت وصال کے بعد بھی حقیقت میں باقی اور ثابت رہتا ہے۔البتہ حضرات علمائے اشعریہ کو یہ انعام ضرور دیا ہے کہ ان کے نزدیک حضرات انبیاء کرام ورسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام وصال کے بعد حقیقت میں انبیاء ورسل نہیں ہیں انبیاء کے حکم میں ہیں کیونکہ وصال کے بعد ان کا منصب نبوت ورسالت حقیقت میں باقی نہیں رہتا۔اور اس حکم میں حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام سب داخل ہیں۔

جبکہ حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ فاضل مفتی کا حضرات علمائے اشعریہ پر یہ افتراء اور بہتان ہے کیونکہ حضرات انبیاء کرام ورسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا منصب نبوت و رسالت وصال کے بعد بھی حقیقتاً باقی اور ثابت رہنے میں حضرات محققین علمائے ماتریدیہ اور علمائے اشعریہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور مطلقاً منصب نبوت و

رسالت کا زوال ناممکن ہونے کے دلائل کے علاوہ بھی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب نبوت ورسالت وصال کے بعد بھی حقیقتاً باقی اور ثابت ہونا باجماع علمائے حق قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین سے ہے۔

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مسئلہ نبوتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرات اکابر اہل سنت، علمائے شریعت، بالخصوص ماتریدیہ اور اشعریہ اور علمائے طریقت کے عقائد بیان کرتے ہوئے مسئلہ نبوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تمام اکابر اہل سنت کا اجماعی اور اتفاقی نظریہ اور عقیدہ جو بیان فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیں:

المبحث السادس والثلاثون: فی عموم بعثۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم الی الجن والانس (الی ان قال) وھذہ فضیلۃ لم یشرکہ فیھا احد من المرسلین:

وقد ورد فی صحیح مسلم وغیرہ: وارسلت الی الخلق کافۃ۔

وفسروہ بالانس والجن کما فسروا بھما ایضًا من بلغ فی قولہ تعالٰی:

وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ۔ (الانعام 19:6)

و من بلغ ای بلغہ القران وکما فسروا بذلک ایضًا العالمین فی قولہ تعالٰی:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا۔ (الفرقان 1:25)

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر ص 282)

چھتیسویں مبحث جن وانس کی طرف حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے عموم کے بیان میں ہے۔ (تا) اور یہ ایسی فضیلت ہے جس میں حضرات مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے کوئی بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شریک نہیں ہے۔

اور صحیح مسلم و دوسری کتب حدیث میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مقدس ضرور وارد ہے:

''وارسلت الی الخلق کافۃ''اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

اور علمائے اعلام نے اس کی تفسیر انس وجن کے ساتھ کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول: وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ۔ (الانعام 19:6)۔

اور میری طرف اس قران کی وحی کی گئی تا کہ میں اس کے ساتھ تمہیں ڈراؤں اور جسے (یہ) پہنچے۔ میں علمائے اعلام نے ''من بلغ'' کی تفسیر بھی انس وجن کے ساتھ کی ہے اور جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا۔

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے فیصلہ کرنے والی کتاب اپنے بندے پر نازل فرمائی تا کہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔

میں علمائے اعلام نے ''العٰلمین'' کی تفسیر بھی انس وجن کے ساتھ کی ہے۔

حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس اجماعی عقیدہ کے بیان کے بعد مزید فرمایا:

والذی صححہ السبکی وغیرہ انہ ارسل الیھم وزاد البارزی رحمہ اللہ انہ ارسل الی الحیوانات والجمادات والشجر والحجر ذکرہ الجلال السیوطی فی اوائل کتاب ''الخصائص'' ونقل فیھا ایضًا عن السبکی انہ کان یقول ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء فھو کالسلطان الاعظم وجمیع الانبیاء

کامراء العساکر ولو ادرکہ جمیع الانبیاء لوجب علیھم اتباعہ اذ ھو مبعوث الی جمیع الخلق من لدن آدم الی قیام الساعۃ (الی ان قال) وکان سیدی علی الخواص رحمہ اللہ یقول: کان صلی اللہ علیہ وسلم مبعوثا الی الخلق اجمعین فی عالم الارواح والاجسام من لدن آدم الی قیام الساعۃ۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر ص282-283)

کیا حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملائکہ کی طرف مرسل ہیں یا نہیں؟ تو اس بارے میں حضرت امام سبکی اور ان کے علاوہ دیگر علمائے اعلام رحمہم اللہ تعالیٰ نے جس موقف اور نظریہ کو صحیح قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ بلاشبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملائکہ کے بھی رسول ہیں۔

اور بارزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا: کہ بیشک حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیوانات و جمادات اور شجر و حجر کی طرف بھی رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اسے حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الخصائص کے شروع میں ذکر فرمایا ہے۔

اور اس میں حضرت امام سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام سبکی فرماتے تھے: بیشک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی الانبیاء ہیں پس آپ سلطان اعظم کی طرح ہیں اور دوسرے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام لشکروں کے امراء کی طرح ہیں اور اگر باقی تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی دنیوی حیات اور زندگی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کا زمانہ پاتے تو ان پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع واجب ہوتی اس لئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے قیام قیامت تک تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہیں (تا) اور سیدی علی الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے:

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہیں عالم ارواح میں (بھی) اور عالم اجسام میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے قیام قیامت تک۔

حاصل کلام:

سیدی حضرت امام شعرانی اشعری شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اکابر امت علمائے شریعت اور علمائے طریقت حضرات ارباب کشف کا قرآن وحدیث کی نصوص مبارکہ سے ثابت شدہ اتفاقی اور اجماعی عقیدہ بیان کیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت تک تمام انسانوں اور جنات کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

قرآن کریم کی متعدد آیات مبارکہ میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۔

میں ''العالمین'' میں قیامت تک کے تمام انس وجن کے داخل ہونے میں علمائے حق میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور ایسے ہی فرمان الٰہی:

وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ ......۔

اس میں ''من بلغ'' کے اندر قیامت تک کے تمام انسان اور جنات کے داخل ہونے میں بھی علمائے حق میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اور حدیث شریف ''وارسلت الی الخلق کافۃ''

میں الخلق کافۃ کے اندر قیامت تک کے تمام انسان اور جنات کے داخل ہونے میں بھی علمائے حق میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اور قرآن کریم کی تیسری آیت مبارکہ (جسے حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے

ذکرنہیں فرمایا کیونکہ اس میں صرف انسانوں کا ذکر ہے لیکن فقیر کے مدعی کے لئے وہ بھی برہان قطعی ہے اس لئے اس کا حوالہ بھی دیا جارہا ہے)۔

''وَ مَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّ نَذِيۡرًا وَّ لٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ (سبا 28:34) اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر (قیامت تک) تمام لوگوں کے لئے اس حال میں کہ آپ خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے ہیں اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

تو اس آیت مبارکہ میں قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بشیر ونذیر اور نبی اور رسول ہونا بیان کیا گیا ہے۔لہذا قرآن کریم کی متعدد آیات مبارکہ اور احادیث شریفہ کی روشنی میں قیامت تک کے تمام انسانوں اور جنات کی طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا اور سب کے لئے بشیر ونذیر اور نبی اور رسول ہونا ثابت ہے اور حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرات علمائے اشعریہ کا بھی یہی عقیدہ اور نظریہ بیان فرمایا ہے اور اس مسئلہ میں اشارۃً اور کنایۃً بھی اختلاف کا ذکر تک نہیں کیا بلکہ اس کے بعد اکابر علمائے اشعریہ اور اپنے شیخ طریقت سے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عالم ارواح سے قیام قیامت تک تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہونا اور تمام کائنات کا نبی اور رسول ہونا نقل کیا ہے۔

نتیجہ کلام:

یہ امر کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے کہ قرآن وحدیث کی نصوص مذکورہ اور ختم نبوت سے متعلقہ آیات واحادیث اور دیگر نصوص کثیرہ کی روشنی میں نزول قرآن کریم کے آغاز سے قیامت تک تمام انسانوں اور جنات کی طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا اور نبی

اور رسول بنا کر بھیجا جانا قطعیاتِ اسلام اور ضروریات دین سے ہے۔

اور یہ امر بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قیامت تک تمام کی طرف مبعوث ہونا اور تمام کے لئے نبی اور رسول بنا کر بھیجا جانا تو اسی صورت میں متصور ہوسکتا ہے کہ وصال کے بعد بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منصب نبوت ورسالت پر حقیقتاً فائز ہی رہیں۔

تو بحمد اللہ تعالیٰ اب نتیجہ روز روشن کی طرح خوب واضح ہے کہ جب ثابت ہو چکا کہ قیامت تک تمام انس وجن کی طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا اور تمام کے لئے نبی اور رسول بنا کر بھیجا جانا قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین سے ہے تو لامحالہ وصال کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منصب نبوت ورسالت پر حقیقتاً فائز رہنا اور حقیقت میں نبی اور رسول ہونا قطعیاتِ اسلام اور ضروریات دین سے ہے۔ وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ

لہذا دین متین کا کوئی بھی خادم بقائمی ہوش وحواس اس بات کو ہرگز تسلیم نہیں کرسکتا کہ: قیامت تک تمام انس وجن کی طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا اور تمام کے لئے نبی اور رسول بنا کر بھیجا جانا تو قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین سے ہے لیکن وصال مقدس کے بعد العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منصب نبوت ورسالت حقیقت میں باقی نہیں رہا البتہ آپ نبی اور رسول کے حکم میں ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس لئے کہ یہ نظریہ اور عقیدہ قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین کے خلاف ہے جس کی اسلام میں ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

اور ایسے ہی دوسرے تمام انبیاء کرام ورسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منصب نبوت ورسالت کا وصال کے بعد حقیقت میں باقی رہنا تسلیم نہ کرنے کا صاف مطلب،

منصب نبوت ورسالت کا زوال تسلیم کرنا ہے جس کی اسلام میں ہرگز گنجائش نہیں ہے۔تو ایسا عقیدہ دین متین کا ادنیٰ خادم بھی نہیں اپنا سکتا چہ جائیکہ اسلاف کرام ائمہٴ اعلام یہ نظریہ اور عقیدہ اختیار کریں۔

ان حقائق واقعیہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ فاضل مفتی کا حضرات علمائے اشعریہ رحہم اللہ تعالیٰ پر یہ بہتان عظیم ہے کہ ان کے نزدیک حضرات انبیاء کرام ورسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام وصال کے بعد انبیاء ورسل کے حکم میں ہوتے ہیں حقیقت میں ان کا منصب نبوت ورسالت باقی نہیں رہتا۔

جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرات علمائے اشعریہ کا نظریہ اور عقیدہ بھی وہی ہے جو دوسرے علمائے حق کا ہے کہ تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام منصب نبوت ورسالت پر فائز فرمائے جانے کے وقت سے ابدالآباد تک اپنے اس منصب عالی پر حقیقتاً فائز اور حقیقت میں نبی اور رسول ہی رہیں گے اور اس اعزاز سے کبھی محروم نہ کئے جائیں گے۔البتہ فرائض نبوت ورسالت کی ادائیگی کے لئے ضرور ایک حد اور نہایت ہوتی ہے جیسا کہ خدامِ دین متین پر ہرگز مخفی نہیں ہے۔وللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ۔اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

ضروری وضاحت:

حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ: آیت مبارکہ:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا۔

میں ''العالمین ''اور حدیث شریف ''وارسلت الی الخلق کافۃ ''میں ''الخلق کافۃ'' کی تفسیر وتشریح علمائے اعلام نے انس وجن سے کی ہے۔

تو اس سے ان کی مراد ہرگز یہ نہیں ہے کہ انس وجن کے سوا باقی تمام مخلوق کے العالمین اور الخلق کافۃ میں داخل وشامل نہ ہونے پر اجماع ہے۔ کیونکہ یہ بات کتب دینیہ کا ادنیٰ خادم بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ عظیم امام، جامع شریعت وطریقت ایسی بات کہے۔ اس لئے کہ جن علمائے امت نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تمام مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا جانا تسلیم کیا ہے، جیسا کہ حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اکابر سے نقل کیا ہے تو انہوں نے ایسی نصوص عامہ ہی سے استدلال کیا ہے۔ بلکہ حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ

مذکورہ آیت مبارکہ میں العالمین اور حدیث مذکورہ میں الخلق کافۃ سے انس وجن تو تمام علمائے امت کے نزدیک مراد ہیں ان میں سے تو کوئی فرد ہرگز خارج نہیں ہے۔ اس حد تک تو سب کا اتفاق اور اجماع ہے، البتہ ان کے ماسوا میں اختلافِ رائے موجود ہے۔ اور اس میں بھی حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو موقف اور نظریہ مختار ہے وہ انہوں نے اکابر علمائے شریعت اور طریقت سے نقل کر دیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت تک تمام مخلوق کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں۔

اور یہی حق وصواب ہے کیونکہ یہی نصوص عامہ کا مقتضیٰ ہے وللہ الحمد۔

ضروری تنبیہ:

(الف) حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان عقائد پر مشتمل اپنی کتاب مستطاب ''**الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر**'' میں حضرات علمائے طریقت اور حضرات علمائے شریعت کے عقائد کے درمیان مطابقت ثابت کی ہے جیسا کہ شروع کتاب میں انہوں نے خود وضاحت فرمائی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

ہذا کتاب الّفتہ فی علم العقائد سمیتہ "بالیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر" حاولت فیہ المطابقۃ بین عقائد اہل الکشف و عقائد اہل الفکر حسب طاقتی وذلک لان المدار فی العقائد علی ہاتین الطائفتین۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر ص3)

یہ کتاب ہے جسے میں نے علم العقائد میں تالیف کیا ہے۔ میں نے اس کا نام "الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر" رکھا ہے۔ میں نے اس میں اپنی طاقت کے مطابق، اہل کشف (حضرات علمائے طریقت) اور اہل فکر (حضرات علمائے شریعت) کے عقائد کے درمیان مطابقت (ثابت کرنے) کا قصد کیا ہے۔اور وہ اس لئے کہ عقائد کے بارے میں انہیں دونوں گروہوں پر دارومدار ہے۔

(ب) حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی صراحت بھی کی ہے کہ حضرات محققین علمائے اشعریہ اور علمائے ماتریدیہ کے درمیان عقائد میں ایسا کوئی اختلاف نہیں ہے جس کی وجہ سے ایک گروہ دوسرے کو بدعتی یا گمراہ سمجھتا ہو بلکہ سب ایک دوسرے کے بارے میں اہل سنت و جماعت سے ہونے کا عقیدہ اور نظریہ رکھتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

ولیس بین المحققین من کل من الاشعریۃ والماتریدیۃ اختلاف محقق بحیث ینسب کل واحد صاحبہ الی البدعۃ والضلال۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر ص4)

اور حضرات محققین علمائے اشعریہ اور ماتریدیہ کے درمیان ایسا کوئی اختلاف محقق اور ثابت نہیں ہے کہ ایک گروہ دوسرے کو بدعت اور گمراہی کی طرف منسوب کرتا ہو۔

(ج) حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(فان قلت) فالی ای وقت یستمر حکم الرسالۃ والنبوۃ؟

(فالجواب) اما الرسالة فتستمر الی دخول الناس الجنة او النار و اما النبوة فانها باقية الحكم فی الآخرة لا یختص حکمها بالدنیا۔

(الیواقیت والجواہر ص 261)

سوال: رسالت اور نبوت کا حکم کب تک دائم ومستمر رہے گا؟

جواب: رسالت (اِبلاغِ کلام اللہ اور تبلیغ احکام وشرائع اور اس کے متعلقات یعنی منصب نبوت کے فرائض اور ان سے متعلقہ اُمور اور معاملات) تو لوگوں کے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک دائم ومستمر رہے گی۔ اور لیکن نبوت، تو بیشک اس کا حکم آخرت میں بھی باقی رہے گا اس کا حکم دنیا کے ساتھ مختص نہیں ہے۔

حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبارت منقولہ میں اکابر علمائے امت حضرات ارباب کشف اور حضرات علمائے شرع محققین اشعریہ اور ماتریدیہ کا اتفاقی اور اجماعی عقیدہ اور نظریہ یہ بیان کیا ہے کہ:

نبوت کا حکم صرف عالم دنیا سے مختص نہیں ہے بلکہ نبوت آخرت میں بھی ابد تک دائم ومستمر اور باقی رہے گی۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام آخرت میں بھی منصب نبوت پر حقیقتاً فائز اور حقیقت میں انبیاء ہی رہیں گے۔

حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کے بارے میں اکابر علماء اعلام کا کوئی اختلاف ہرگز ذکر نہیں کیا۔ البتہ یہ ضرور بتایا ہے کہ منصب نبوت کی ذمہ داریوں سے متعلقہ اُمور اور معاملات کا سلسلہ لوگوں کے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک محدود ہے جسے انہوں نے اما الرسالة فتستمر الی دخول الناس الجنة والنار میں بیان کیا ہے۔

اس عبارت میں رسالت سے، منصب رسالت جو منصب نبوت سے بھی اعلیٰ مقام

ہے وہ ہرگز مراد نہیں ہے۔اس عبارت کی تفصیل گزشتہ اوراق میں ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات کی عبارات کے بارے میں معروضات کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

اور یہ بھی ایک حقیقت واقعیہ ہے کہ منصب رسالت، منصب نبوت سے بھی ارفع واعلیٰ ہے تو جب منصب نبوت آخرت میں بھی ابد تک دائم و مستمر اور باقی رہے گا تو لامحالہ منصب رسالت بھی آخرت میں ابد تک دائم و مستمر اور ثابت رہے گا۔لہذا حضرات انبیاء کرام ورسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام نبوت ورسالت سے مشرف ہونے کے بعد جیسے دنیوی حیات اور زندگی میں حقیقت میں انبیاء ورسل ہوتے ہیں آخرت میں بھی حقیقت میں انبیاء ورسل ہی ہوں گے، وللہ الحمد ۔

جواب نمبر 3:

فاضل مفتی کے نزدیک اگر وصال کے بعد منصب نبوت ورسالت کا بدستور باقی رہنا نہ ہی ضروریاتِ دین سے ہے اور نہ ہی ضروریاتِ مذہب اہل سنت سے ہے بلکہ علمائے ماتریدیہ اور علمائے اشعریہ کے درمیان اختلافی مسئلہ ہے اور فروعاتِ عقائد سے ہے جن کے منکر کو گمراہ اور بدمذہب بھی نہیں کیا جا سکتا، تو پھر

جواب طلب سوال یہ ہے کہ: منصب نبوت کا زوال بالفعل واقع ماننا تو درکنار، منصب نبوت کا زوال صرف جائز جاننے والے کی تکفیر، علم العقائد کی کتب میں کیوں کی گئی ہے؟ جیسا کہ برصغیر کے اکابر علماء اہل سنت جن میں حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی، حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی، حضرت مفتی صدر الدین رحمہم اللہ تعالیٰ جیسی شخصیات شامل ہیں، کی مصدقہ کتاب المعتقد المنتقد میں امام اہل سنت حضرت مولانا فضل الرسول بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

ومن جوز زوال النبوۃ من نبی فانہ یصیر کافرا، کذا فی التمہید
(المعتقد المنتقد ص116)

اور جو شخص کسی بھی نبی سے (منصب) نبوت کا زوال جائز جانے تو بیشک وہ کافر ہو جائے گا۔ تمہید میں ایسا ہی ہے۔

حضرت صدر الافاضل مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہار شریعت حصہ اول ص8 میں عقائد کے باب میں فرمایا:

جو شخص نبی سے نبوت کا زوال جائز جانے کافر ہے۔

کیا ان اکابر اہل سنت کو معلوم نہیں ہے کہ یہ مسئلہ تو علمائے اہل سنت و جماعت حضرات ماتریدیہ اور اشعریہ کے درمیان اختلافی ہے اور فروعات عقائد سے ہے جن کی وجہ سے کسی کو بد مذہب اور گمراہ بھی نہیں کہا جا سکتا ہے اور ہم تکفیر کر رہے ہیں؟

فاضل مفتی سے جواب طلب سوال:

یہ ائمۂ اعلام وعلماء کرام جو بفضلہٖ تعالیٰ اصول وفروع کی جامع شخصیات ہیں۔ کیا یہ نفوس قدسیہ فاضل مفتی کے نزدیک اتنے غیر محتاط تھے کہ فروعاتِ عقائد میں اختلاف کی وجہ سے دوسرے علمائے اہل سنت کی ہی تکفیر کر چکے ہیں اور ضروریاتِ دین اور ضروریاتِ مذہب اہل سنت اور فروعات عقائد کے درمیان فرق بھی نہیں کر سکے۔ یا یہ ائمۂ اعلام اور فضلاء عظام تو واقعی طور پر اصول وفروع کی جامع شخصیات اور حکمِ شرع کے بیان میں بھی نہایت محتاط تھے

البتہ فاضل مفتی نے حضرات علمائے اشعریہ کے حوالے سے وصال کے بعد منصب نبوت ورسالت کے حقیقت میں باقی نہ رہنے کا نظریہ جو نقل کیا ہے وہ نقل خلافِ واقع ہے اور اکابر حضرات محققین علماء اشعریہ جو بیانِ مذہب کے ذمہ دار ہیں، پر افتراء اور بہتان ہے۔

اور نبوت کا عدمِ زوال واقعی طور پر قطعیاتِ اسلام سے ہے۔ لہذا نبوت کا زوال جائز جاننے والے کے بارے میں ان ائمہ اعلام اور اکابر اہل سنت نے جو حکم بیان کیا ہے وہ برمحل اور درست ہے اور فاضل مفتی خود اس قدر غیر محتاط ہیں کہ ایمان اور کفر کے درمیان فرق نہیں کرر ہے؟ اب فاضل مفتی خود ہی وضاحت کریں کہ ان میں سے کونسی بات حقیقت پر مبنی ہے۔

فاضل مفتی کی احتیاط اور بے احتیاطی کا اندازہ تو اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ: قرآن کریم کی چند آیات مقدسہ کے نزول کے بعد ورقہ بن نوفل سے ملاقات کے وقت بھی تحقیقات میں متعدد مقامات پر حضور سرورکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے حصولِ نبوت، علمائے اسلام میں اختلافی مسئلہ قرار دیا گیا ہے، جو باجماع علمائے امت ضروریاتِ دین کے خلاف ہے لیکن فاضل مفتی نے تحقیقات پر اپنی تقریظ میں لکھا ہے کہ: میں نے اس کتاب کو اول تا آخر گہری نظر سے پڑھا ہے اس میں کوئی بات اہل سنت کے مسلمہ عقائد اور اصول کے خلاف نہیں ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت تک تمام انس وجن کی طرف مبعوث ہیں

حضرت امام اہل سنت مولانا فضل الرسول بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

والقول المجمل فی الایمان به صلی الله علیه و سلم ان یصدقه فی کل ماجاء به وله تفصیل یجب علمه حتی لایخالف فی التفصیل لما امن به اجمالا منها تصدیقه فی ان الله تعالی بعثه الی الانس والجن فان استثنی احد هم الجان او صنفا من بنی أدم من دعوته صلی الله تعالی علیه وسلم لا یصح ایمانه برسالته۔

(المعتقد المنتقد ص124-125)

اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان کے بارے میں قول مجمل یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور سے جو کچھ لائے ہیں اس سب میں آپ کی تصدیق کرنا۔اوراس کے لئے تفصیل ہے جس کا جاننا واجب ہے حتی کہ تفصیل میں اس کی مخالفت نہ کرے جس پر اجمالاً ایمان لایا ہے۔

جن امور کا تفصیلاً جاننا واجب ہے ان سے یہ بھی ہے کہ اس امر میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوانس وجن کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔پھر اگر کوئی ایک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت سے جن یا بنی آدم سے کسی صنف اور نوع کا استثناء کرے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت پراس کا ایمان صحیح نہیں ہوگا۔ (المعتقد المنتقد)

نتیجۂ کلام:

بحمد اللہ تعالیٰ عبارت مذکور سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ: حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال مقدس کے بعد بھی حقیقت میں نبی اور رسول ہونا اور واقعی طور پر منصب نبوت ورسالت پر بدستور فائز رہنا قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین سے ہے اس لئے کہ قیامت تک کے تمام انس وجن کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا عام ہونا اور تمام کے لئے آپ کا حقیقی نبی اور رسول ہونا قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین سے ہے۔

عبارت منقولہ میں واضح کیا گیا ہے کہ اگر کوئی فرد کسی جن یا انسانوں کی کسی صنف اور نوع (بلکہ کسی ایک شخص) کا استثناء کرے کہ اس کی طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث نہیں ہیں اور اس کے حق میں حقیقت میں آپ نبی اور رسول نہیں ہیں، تو ایسے فرد کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان ہی صحیح نہیں ہے اور اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ شخص مذکور کے حق میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان صحیح نہ ہونے کا

سنگین حکم صرف اس لئے ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قیامت تک تمام انس وجن کی طرف مبعوث ہونا اور حقیقی نبی اور رسول ہونا ضروریاتِ دین سے ہے اور یہ صرف اسی صورت میں متصور ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال مقدس کے بعد بھی حقیقت میں نبی اور رسول اور بدستور منصب نبوت ورسالت پر فائز ہی ہوں۔

جبکہ فاضل مفتی کا موقف اور نظریہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ فروعات عقائد سے ہے اور فاضل مفتی کے نزدیک حضرات علمائے مالکیہ اور شافعیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال کے بعد کسی فرد کے لئے بھی حقیقت میں نبی اور رسول نہیں ہیں کیونکہ آپ کا منصب نبوت ورسالت حقیقت میں باقی نہیں رہا۔اور ایسے ہی دوسرے تمام انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے کوئی بھی وصال کے بعد حقیقت میں نبی اور رسول نہیں ہے۔ کیونکہ وصال کے بعد منصب نبوت ورسالت حقیقت میں باقی نہیں رہتا۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ ونعوذ باللہ من ھذہ الخرافات۔

اکابر علمائے اعلام جس عقیدہ کو حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان کے منافی قرار دے رہے ہیں، فاضل مفتی اسے فروعی مسئلہ بتا کر لاکھوں علمائے اہل سنت کا وہی عقیدہ ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔نعوذ باللہ من ذلک۔

کیا یہ اتحادِ اہل سنت کی طرف دوسرا قدم ہے یا افتراق اہل سنت کی دوسری مہم ہے؟ یہ تو اصلاح اہل سنت کے نام پر تخریب کاری کی جارہی ہے اور سادہ لوح لوگوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا جارہا ہے۔

فاضل مفتی نے جواب طلب سوال:

اگر زوال نبوت کا عقیدہ فروعاتِ عقائد سے ہے تو پھر جمالی جواب سے پہلے عرصہ

میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر محض غلط بیانی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کیوں کی گئی ہے کہ تحقیقات میں پیش کردہ نظریہ اور عقیدہ سے قبل از بعثت زوال نبوت اور سلب نبوت کا اعتقاد لازم نہیں آتا اور نہ ہی صاحب تحقیقات نبوت کے سلسہ یا زوال پذیر ہونے کے قائل ہیں؟

جب فاضل مفتی کے نزدیک وصال کے بعد تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منصب نبوت ورسالت کا حقیقت میں باقی نہ رہنا اور زائل ہوجانا لاکھوں علمائے اہل سنت حضرات اشعریہ کا نظریہ اور عقیدہ ہے تو پھر فاضل مفتی کے نزدیک چالیس سال تک زوال ماننے سے کیا خرابی لازم آرہی تھی؟

جب فاضل مفتی کے نزدیک وصال کے بعد ابد تک تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ورسالت کا حقیقت میں زوال تسلیم کرنے سے بندہ اہل سنت سے خارج نہیں ہوجاتا تو ایک نبی کی نبوت کا صرف چالیس سال تک زوال ماننے سے کسی کے سنی ہونے میں کیا خرابی لازم آتی؟

ایسے مفتی سے اللہ تعالیٰ ہی پوچھے۔ اکابر علمائے اعلام زوال نبوت کے نظریہ اور عقیدہ کو ایمان کے منافی قرار دیتے ہیں اور فاضل مفتی اسے سنیت کے منافی بھی نہیں سمجھتا اور محض غلط بیانی سے لاکھوں علمائے اہل سنت کا نظریہ اور عقیدہ بھی یہی بتاتا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور بھولے لوگ اسے مصلح اہل سنت سمجھتے ہیں اور نہ جانے کیا کیا القاب دیئے جارہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کاش فاضل مفتی ان القاب کی لاج ہی رکھ لیتے جو اُن کے بارے میں خوش فہمی کی وجہ سے کچھ لوگوں نے لکھ دیئے ہیں۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

ضروری تنبیہ:

المعتقد المنتقد کے حوالہ سے گزشتہ معروضات میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت مقدسہ کے عموم اور وسعت کے بارے میں صرف اسی قدر بیان پر اکتفاء کی گئی ہے جو قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین سے ہے۔ ورنہ حضرت مصنف علام رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی قول مختار یہی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملائکہ اور حیوانات و جمادات بلکہ تمام مخلوق کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ''لِيَكُونَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا'' اور ارشاد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ''ارسلت الی الخلق کافۃ'' کے عموم سے خوب واضح ہے۔

اور معصومین وغیر مکلفین کی طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرسل ہونے میں آپ کے شرف وعظمت پر ان کا اذعان اور یقین مطلوب ہے اور آپ کی دعوت کے تحت ان کے داخل ہونے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام مرسلین پر شرافت بخشنا ہے۔

یہ المعتقد المنتقد ص 125 کے کلام کا مختصر خلاصہ ہے۔ اور اس کے تحت حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ذکر المصنف قدس سرہ دلائل ہذا القول امارۃ اختیارہ فان التعلیل دلیل التعویل و ہو المختار عندنا و بہ نقول و حسبنا الآیۃ والحدیث الصحیح المذکور المروی فی صحیح مسلم فلا تخص العمومات الشرعیۃ الا بدلیل واین الدلیل الخ۔

حضرت مصنف قدس سرہ کا اس قول کے دلائل ذکر کرنا اس بات کی علامت ہے کہ ان کے نزدیک یہی قول مختار ہے۔ اس لئے کہ کسی قول کی علت بیان کرنا اس قول پر اعتماد کرنے کی دلیل ہے۔ اور یہی قول ہمارے نزدیک مختار ہے اور اسی کے مطابق ہم عقیدہ

رکھتے ہیں اور اس موقف اور نظریہ پر دلیل یہ آیت مبارکہ ''لیکون للعلمین نذیرا'' اور حدیث صحیح مذکور (ارسلت الی الخلق کافۃ) جو صحیح مسلم میں روایت کی گئی ہے، ہمیں کافی ہے۔ پھر عمومات شرعیہ دلیل کے بغیر مخصوص نہیں کئے جاسکتے اور خصوص کی دلیل کہاں ہے؟

اور فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہی قول حق وصواب ہے جو اکابر علمائے امت کے نزدیک مختار ہے کیونکہ اس کے دلائل وزنی ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم۔

جواب نمبر 4:

فاضل مفتی نے اپنے فتویٰ میں لکھا ہے:

مسئلہ زیر بحث میں پہلے درجے کے منکر کو دائرۂ اسلام سے خارج، کافر، گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے۔ البتہ دوسرے درجہ کا منکر کافر، دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ (ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات ص214)

عبارت منقولہ میں نبوت کے پہلے درجے سے مراد، حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عالم ارواح والی نبوت ہے۔ اور دوسرے درجہ سے مراد عالم اجسام میں بوقت بعثت مقدسہ عطا کی جانے والی نبوت ہے۔

فاضل مفتی سے جواب طلب سوال:

وصال کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسرے تمام انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منصب نبوت ورسالت کے حقیقت میں باقی نہ رہنے اور حقیقت میں نبی اور رسول نہ ہونے بلکہ صرف نبی اور رسول کے حکم میں ہونے کا نظریہ اور عقیدہ، وصال کے بعد حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کے دوسرے درجہ کا انکار ہے یا نہیں؟ اور ایسے ہی باقی تمام انبیاء کرام ورسل عظام علیہم الصلوٰۃ

والسلام کی نبوت ورسالت کا وصال کے بعد انکار ہے یا نہیں؟

اگرانکار ہے تو کیا فاضل مفتی کے نزدیک اس انکار پر دائرہ اسلام سے خارج ہونے والا حکم لاگو ہوگا یا سنیت سے خارج ہونے کا حکم بھی لاگو نہیں ہوگا؟

اور اگر اس نظریہ میں وصال کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کے دوسرے درجہ کا انکار نہیں ہے۔اور ایسے ہی دوسرے انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام کی نبوت و رسالت کا وصال کے بعد انکار نہیں ہے۔تو پھر کیا فاضل مفتی کے نزدیک یہ نظریہ وصال کے بعد منصب نبوت ورسالت حقیقتاً باقی رہنے اور حقیقت میں نبی اور رسول ہونے کا ہے؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

کیا فاضل مفتی کے نزدیک وصال کے بعد منصب نبوت ورسالت حقیقت میں باقی نہ رہنے کا معنی، منصب نبوت ورسالت کا حقیقت میں باقی رہنا اور حقیقت میں نبی اور رسول ہونا ہے؟انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا فاضل مفتی کو کوئی ذہنی اور دماغی عارضہ تو لاحق نہیں ہوگیا کہ فتویٰ میں ایک نظریہ کو کفر قرار دیا ہے اور اس کے بعد رسالہ میں وہی نظریہ اور عقیدہ علمائے اشعریہ پر تھوپ دیا ہے اور اسے سنی ہونے کے منافی بھی نہیں سمجھا اور فروعات عقائد سے ہونے کی صراحت کر دی ہے؟ یا فاضل مفتی کے نزدیک صرف دنیوی حیات میں نبوت کے دوسرے درجہ کے انکار پر حکم مذکور لاگو ہوگا اور وصال کے بعد انکار درحقیقت منصب نبوت کا انکار نہیں ہے؟

اور اگر اس نظریہ میں واقعی طور پر وصال کے بعد منصب نبوت ورسالت کے حقیقت میں باقی رہنے کا صاف انکار ہے اور اس انکار کا حکم بھی وہی ہے جو فاضل مفتی نے اپنے قلم سے نقل کیا ہے تو پھر فاضل مفتی کا اسے فروعی عقیدہ قرار دے کر لاکھوں علمائے اہل

سنت کا یہ عقیدہ ہونے کا دعویٰ کرنا، جہاں لاکھوں علماء اہل سنت پر بہتان عظیم ہے وہاں دین میں بدترین خیانت بھی ہے اور سادہ لوح اہل اسلام کو کفر کی وادی میں دھکیلنا ہے۔اس لئے کہ جوعقیدہ اور نظریہ ایمان کے منافی ہے اس کے متعلق فاضل مفتی نے یہ بتایا ہے کہ اس سے سنی ہونے میں بھی کوئی فرق نہیں پڑھتا۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

یہ ہے فاضل مفتی کا انصاف اور حق گوئی جس پر فاضل محقق صاحب ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ ابھی منصفین حق گو بھی موجود ہیں۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

کیا حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے دوسرے درجہ یعنی بعثت مقدسہ والی نبوت کے انکار پر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا حکم جو لاگو ہوتا ہے۔تو اس حکم کے لئے مطلقاً نبوت کا انکار شرط ہے یا دنیوی حیات اور زندگی تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت تسلیم کر کے وصال کے بعد آپ کے حقیقت میں نبی اور رسول ہونے اور آپ کے منصب نبوت ورسالت کے حقیقت میں باقی رہنے کے انکار پر بھی یہ حکم لاگو ہوگا؟ اپنے عقیدہ اور نظریہ کی وضاحت کریں۔

فاضل محقق صاحب ارفع الدرجات سے جواب طلب سوال:

کیا فقیر راقم الحروف کی طرف سے فاضل مفتی کے انصاف اور حق گوئی کی حقیقت واضح ہونے کے بعد بھی آپ فاضل مفتی کو منصف اور حق گو سمجھتے ہیں اور فاضل مفتی کی طرح وصال کے بعد حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ودیگر تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا منصب نبوت ورسالت حقیقت میں باقی نہ رہنے اور ان نفوس قدسیہ کے حقیقت میں انبیاء ورسل نہ ہونے اور صرف انبیاء ورسل کے حکم میں ہونے کے عقیدہ کو فروعات عقائد سے

سمجھتے ہیں اور لاکھوں علمائے اہل سنت حضرات اشعریہ کو اسی عقیدہ کا حامل جانتے ہیں یا اس عقیدہ کو اسلام اور ایمان کے منافی یقین کرتے ہیں؟

اگر تو اب بھی فاضل مفتی کو منصف اور حق گو سمجھتے ہیں تو پھر تحقیقات کے مؤیدین کا مرض لا علاج ہے۔ فقیر راقم الحروف اتمام حجت کر چکا ہے اب ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے قبول حق کی صرف دعا ہی کر سکتا ہے۔

اور اگر فاضل محقق کو اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ انصاف اور حق گوئی نہیں ہے بلکہ دین میں بدترین خیانت اور ایمان وکفر کے درمیان فرق نہ کرنا ہے، تو پھر یقین کر لیں کہ تحقیقات کے سارے مؤیدین یہی کچھ کر رہے ہیں کیونکہ تحقیقات میں بھی بعد از بعثت کچھ عرصہ تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نبی ہونا اور آپ کو نبوت حاصل ہو جانا، علمائے اسلام میں اختلافی مسئلہ قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے فاضل محقق صاحب ارفع الدرجات مع تشریح تحقیقات کو چاہیے کہ فوری طور پر تحقیقات کی تائید سے رجوع اور قبول حق کا اعلان کریں۔

اور فاضل مفتی سے بھی اس ظلم عظیم سے رجوع اور قبول حق کی اپیل ہے ورنہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عذر نہ سنا جائے گا۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم اللّٰھم ارزقنا حسن الخاتمة یا ارحم الراحمین۔

اہم شبہ:

علامہ ابو شکور سالمی نے لکھا ہے:

قالت الاشعریة بان الانبیاء والرسل قبل الوحی والانباء ما کانوا رسلا ولا انبیاء (الی ان قال) وکذلک بعد الوفات لا یکونوا انبیاء۔ (تمہید ص 66-67)

اشعریہ نے کہا ہے کہ بیشک انبیاء ورسل وحی اور انباء سے پہلے رسل اور انبیاء نہ تھے (تا) اور ایسے ہی وفات کے بعد انبیاء نہ ہوں گے۔

تمہید کی عبارت منقولہ میں فاضل مفتی کے دعویٰ کی تصدیق ہے کہ واقعی طور پر علمائے اشعریہ کا نظریہ اور عقیدہ یہی ہے کہ:

حضرات انبیاء کرام ورسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات اور وصال کے بعد حقیقت میں انبیاء ورسل نہیں ہوتے۔

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالٰی اقول:

علامہ سالمی کی تحقیق کا معیار بھی وہی ہے جو فاضل مفتی کا ہے۔فاضل مفتی کے دعویٰ کی تصدیق کے لئے تمہید کی مذکورہ عبارت پیش کرنے والے کو بہت ساری مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا جن کا اس کے پاس کوئی حل نہیں ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

(الف) فاضل مفتی کو اس بات کا اعتراف ہے کہ مسلک حق اہل سنت وجماعت کے عقائد میں تین مسلک مسلمہ ہیں: حنبلی، ماتریدی اور اشعری۔تینوں ضروریات دین اور ضروریات مذہب اہل سنت میں متحد ومتفق ہیں مگر فروعات عقائد میں ان کے مابین اختلاف ہے۔جیسا کہ ان کی اصل عبارت گزر چکی ہے۔جبکہ علامہ سالمی اشعریہ کو اہل سنت وجماعت میں شمار ہی نہیں کرتے جیسا کہ تمہید کے اسی مقام سے بھی خوب واضح ہے، ملاحظہ فرمائیں:

القول الثانی فی عصمة الانبیاء: اعلم ان الناس تکلموا فیه قالت الاشعریة بان الانبیاء والرسل قبل الوحی والانباء ما کانوا رسلا ولا انبیاء (الی ان قال) وقالت المتقشفة من الکرامیة (الی ان قال) واما المعتزلة فقال بعضهم (الی ان

قال)وقال اهل السنة والجماعة ان الانبياء صلوات الله عليهم الخ۔ (تمہید ص66-67)

عصمتِ انبیاء علیہم الصلوٰ والسلام کے بارے میں لوگوں کے نظریات وعقائد بیان کرتے ہوئے سرفہرست ''قالت الاشعریہ'' سے اشعریہ کا موقف بیان کیا ہے پھر کرامیہ سے ایک گروہ متقشفہ کا نظریہ بتایا ہے پھر معتزلہ کا اور آخر میں ''قال اہل السنة والجماعة'' سے اہل سنت وجماعت کا موقف اور نظریہ بیان کیا ہے۔

تو اشعریہ اور اہل سنت کے درمیان اس تقابل سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ علامہ سالمی کے نزدیک اشعریہ اہل سنت میں شامل نہیں ہیں بلکہ معتزلہ اور کرامیہ وغیرہ کی طرح بدعتی اور گمراہ فرقوں سے ایک فرقہ ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

نیز اس بارے میں نبوتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ میں تمہید کی مزید عبارات نقل کی ہیں۔ اب اگر اس مسئلہ میں علامہ سالمی کی عبارت سے استدلال کرنا ہے تو ان کی طرح حضرات علمائے اشعریہ، مالکیہ اور شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کو اہل سنت وجماعت سے خارج سمجھنا ہوگا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

(ب) فاضل مفتی کے نزدیک وصال کے بعد انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منصب نبوت ورسالت کا حقیقت میں باقی نہ رہنے کا نظریہ اور عقیدہ ضروریاتِ مذہب اہل سنت کے خلاف نہیں ہے بلکہ محض فروعی عقیدہ ہے جبکہ علامہ سالمی کے نزدیک یہ نظریہ کفر ہے جیسا کہ اسی مقام پر اشعریہ کا نظریہ اور عقیدہ بیان کیا ہے۔

وكذلك بعد الوفات لا يكونوا انبياء۔

اور اسی طرح اشعریہ کے نزدیک حضرات انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام وصال کے بعد انبیاء نہیں ہوں گے۔

تو اس سے متصل بعد اپنا فیصلہ بھی لکھ دیا ہے:''و ھذا خطأ عظیم''اور یہ موقف عظیم خطا اور غلطی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ علامہ سالمی کے نزدیک کس درجہ کی عظیم خطا اور غلطی ہے؟ تو دوسرے مقام پر واضح کر دیا ہے۔ چنانچہ اشعریہ کی بجائے متقشفہ کا یہی نظریہ اور عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

و قالت المتقشفة ان النبی یصیر معزولا بالذنب وکذلک بالموت و ھذا کفر۔ (تمہید ص76)

اور متقشفہ نے کہا کہ بیشک نبی ذنب کے ارتکاب کے ساتھ منصب نبوت سے معزول ہوجاتا ہے اور ایسے ہی وفات کے ساتھ بھی منصب نبوت سے معزول ہوجاتا ہے۔ اور یہ نظریہ اور عقیدہ کفر ہے۔(تمہید)

اب یہ فیصلہ فاضل مفتی نے کرنا ہے فاضل مفتی اور علامہ سالمی میں سے کس نے درست حکم بیان کیا ہے۔کیا فاضل مفتی ایک کفریہ نظریہ اور عقیدہ کو فروعی عقیدہ قرار دے کر سنی ہونے کے منافی بھی نہیں سمجھ رہے یا علامہ سالمی نے ایک فروعی عقیدہ کو کفر قرار دے دیا ہے؟

فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں علامہ سالمی نے صحیح حکم بیان کیا ہے کیونکہ نبی کا نبوت سے معزول ہونا ناممکن اور محال ہے۔لہذا وصال کے بعد منصب نبوت سے معزول ماننا اور منصب نبوت کا حقیقت میں سلب اور زوال پذیر ہوجانے کا عقیدہ اور نظریہ اپنانا،قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین کے منافی ہے جس کی اسلام میں ہرگز گنجائش نہیں ہے۔جبکہ فاضل مفتی نے دھوکا دہی سے کام لیا ہے۔

(ج) علامہ سالمی علمائے اشعریہ کا نظریہ اور عقیدہ بیان کرنے میں تضاد بیانی

میں مبتلا ہیں۔ اگر ایک مقام پر یہ لکھا ہے:

قالت الاشعریۃ (الی ان قال) وکذلک بعد الوفات لایکونوا انبیاء۔

(تمہید ص 66-67)

اشعریہ کا موقف اور نظریہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام ورسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد انبیاء ورسل نہیں ہوں گے (حقیقت میں ان کا منصب ورسالت باقی نہیں رہتا)

جبکہ دوسرے مقام پر لکھا ہے:

وقالت الاشعریۃ ان النبوۃ لاتزول بالموت۔ (تمہید ص 76)

اور اشعریہ نے کہا ہے کہ بیشک نبوت وفات کے ساتھ زائل نہیں ہوتی۔

اگر علامہ سالمی کی عبارت سے استدلال کرنا ہے تو فاضل مفتی بتائیں کہ حقیقت میں حضرات علمائے اشعریہ کا نظریہ کونسا ہے۔ پہلی عبارت میں جو بیان کیا گیا ہے یا جو دوسری عبارت میں بیان ہوا ہے؟

علامہ سالمی کو اپنی تضاد بیان کا کچھ علم نہیں ہے۔ پہلی عبارت میں جو نظریہ اور عقیدہ حضرات اشعریہ کے کھاتے میں ڈالا ہے اور اسے خطا عظیم قرار دیا ہے اور دوسری عبارت میں متقشفہ کے موقف کے بیان میں اسی نظریہ کو صراحتاً کفر قرار دیا ہے تو ساتھ ہی حضرات اشعریہ کی اس عقیدہ اور نظریہ سے براءت بیان کی ہے کہ ان کا یہ نظریہ نہیں ہے، ملاحظہ فرمائیں:

قالت الاشعریۃ ان النبوۃ لاتزول بالموت۔ (تمہید ص 76)

اشعریہ کا موقف اور نظریہ یہ ہے کہ بیشک نبوت، موت کے ساتھ زائل نہیں ہوتی۔

نبی وصال کے بعد بھی حقیقت میں نبی ہی ہوتا ہے کیونکہ منصب نبوت حقیقت میں ابد تک باقی رہے گا۔تو ایسی تضاد بیانی کی صورت میں فاضل مفتی کے دعویٰ کے نبوت کے لئے تمہید کی عبارت پیش کرنے کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔

اور اگر تمہید کی عبارت پیش کرنا ہی ہے تو وہ کیوں نہیں پیش کرتے جس میں حضرات علمائے اشعریہ کی اس نظریہ سے براءت بیان کی گئی ہے جو قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین کے خلاف ہے؟

وصال اور وفات کے ساتھ نبوت زائل نہ ہونے کے دلائل

علامہ سالمی نے اس مسئلہ پر جو دلائل دیئے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں:

وكذلك لو زالت النبوة بالموت انما يزول على معنى انه ليس بمبلغ الرسالة فى هذه الحالة بنفسه وليس بمبين الاحكام على التحقيق ولو لم يكن نبيا ورسولا الا فى حالة التبليغ والبيان يؤدى الى ان يكون هذا الشخص فى يوم واحد يعزل عن النبوة عشر مرات واكثر ويثبت نبوته فى الحال لانه اذا اوحى اليه ربه وهو مبلغ قومه فيكون رسولا واذا فرغ وسكت يصير معزولا بترك التبليغ والفراغ وهذا مما لا يقتضى العقل والحكمة (الى ان قال) ولان الايمان بالانبياء واجب بعد الوفات كما انه واجب قبل الوفات ثم لو كانت النبوة مما تزول بالموت لكان لا يصح الايمان بقول محمد رسول الله ويقتضى ان يقول كان محمد رسول الله واجمعنا على انه يصح ايمانه فيصح ما قلنا وكذلك فى الاذان ان نقول اشهد ان محمدا رسول الله و لان حكم النبوة ثابت كحكم الايمان بل اقوىٰ واولىٰ (الى ان قال) والله تعالىٰ يقول كل أمن بالله وملئكته وكتبه ورسله لا نفرق بين احد من رسله

فاللہ تعالیٰ سماھم رسلا بعد الموت ولا یقع الفرق بین الحی والمیت فی الرسالۃ فصح ماقلنا۔ (تمہید ص 76-77)

اور اسی طرح اگر نبوت وفات کے ساتھ زائل ہوجائے تو صرف اس معنی میں زائل ہوگی کہ نبی اس حالت میں بنفس نفیس مبلغِ رسالت نہیں ہے اور نہ ہی حقیقتاً مبینِ احکام ہے اور اگر نبی اور رسول صرف تبلیغ وبیان کی حالت میں ہی نبی اور رسول ہو تو یہ نظریہ اور عقیدہ اس طرف پہنچا دے گا کہ یہ شخص ایک دن میں دس بار یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ، نبوت سے معزول ہوجائے اور فی الحال اس کی نبوت ثابت ہوجائے۔

اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ اس کی طرف وحی فرمائے اور وہ اپنی قوم کو تبلیغ کر رہے ہوں، تو وہ رسول ہوں گے اور جب فارغ ہوں اور خاموش ہوجائیں تو ترکِ تبلیغ اور فراغ کی وجہ سے نبوت سے معزول ہوجائیں۔ اور یہ ان امور سے ہے جو عقل وحکمت کے تقاضے کے خلاف ہیں (تا) اور اس لئے کہ بیشک ایمان بالانبیاء ان کی وفات کے بعد بھی واجب ہے جیسا کہ وفات سے پہلے واجب ہے۔ پھر اگر نبوت ان امور سے ہوتی جو وفات کے ساتھ زائل ہوجاتے ہیں تو ''محمد رسول اللہ'' (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں) کہنے کے ساتھ ایمان صحیح نہ ہوتا اور وہ ''کان محمد رسول اللہ'' (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانہ ماضی میں اللہ تعالیٰ کے رسول تھے) کہنے کا تقاضا کرتا۔

اور ایسے ہی اذان میں ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' (میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رسول ہیں) ہمارا کہنا درست نہ ہوتا (بلکہ یوں ہونا چاہیے تھا اشھد ان محمدا کان رسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گزرے ہوئے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے رسول تھے)

اور اس لئے کہ بیشک نبوت کا حکم ایمان کے حکم کی طرح ثابت ہے بلکہ اس سے اقویٰ اور اولیٰ ہے (تا) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''کل اٰمن باللّٰہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ''

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر سب ایمان لائے۔ ہم فرق نہیں کرتے کسی کے درمیان اس کے رسولوں میں سے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرات رسل کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد بھی ان کا نام رسل رکھا ہے۔

اور رسالت میں دنیوی حیات سے زندہ اور وفات یافتہ کے درمیان فرق واقع نہیں ہوتا۔ پس وفات کے ذریعے نبوت زائل نہ ہونے کے ہمارے نظریہ اور عقیدہ کی صحت ثابت ہوگئی۔ (تمہید)

حاصل کلام:

نبوت کی حقیقت صرف تبلیغ احکام میں مشغول ومصروف رہنا نہیں ہے بلکہ یہ تو اس منصب عالی کے فرائض سے ہے۔ نبوت اگر صرف فرائض نبوت کی ادائیگی میں مصروف ہونا ہے پھر تو لازم آئے گا کہ ''العیاذ باللّٰہ ثم العیاذ باللّٰہ'' نبی ایک ہی دن میں کئی بار منصب نبوت سے معزول ہو جائے اور کئی بار اس کا یہ منصب بحال ہو۔ جبکہ یہ بات عقل وحکمت کے تقاضوں کے ہی خلاف ہے۔

تبلیغ احکام نبوت کا ظہور ہے اور اس کی ایک حد اور نہایت ہے جبکہ منصب نبوت ابدی اور لازوال ہے۔ وہ وصال کے ساتھ زائل نہیں ہوتا۔ نیز حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد بھی ان پر ایمان واجب ہے جیسا کہ ان کی ظاہری اور دنیوی زندگی میں تو اب العیاذ باللّٰہ ثم العیاذ باللّٰہ اگر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے وصال کے بعد آپ کا منصب نبوت ورسالت حقیقت میں زائل ہو چکا ہوتا پھر تو ''محمد رسول اللہ'' کہنے سے ایمان ہی صحیح اور معتبر نہیں ہونا چاہیے تھا کیونکہ اس کا معنی ومفہوم تو یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

جبکہ مذکورہ نظریہ کی رو سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقت میں صرف دنیوی حیات اور زندگی میں رسول اللہ تھے۔لہذا ایمان صحیح اور معتبر ہونے کے لئے ''کان محمد رسول اللہ'' کہ زمانہ ماضی میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول تھے، کہنا لازم اور ضروری ہونا چاہیے تھا۔

اور اسی طرح اذان میں بھی ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' کی جگہ ''اشھد ان محمدا کان رسول اللہ'' ہونا چاہیے تھا۔جبکہ محمد رسول اللہ کہنے سے ہی ایمان صحیح ہوتا ہے اور اذان میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت اور گواہی ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' کے الفاظ سے ہی دی جاتی ہے جس کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ: میں شہادت اور گواہی دیتا ہوں کہ بیشک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

تو اس سے واضح ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ایسے ہی دوسرے حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا منصب نبوت ورسالت حقیقت میں وصال کے بعد بھی ابد تک باقی اور ثابت رہے گا۔نیز نبوت کا حکم ایمان سے بھی اقویٰ ہے۔

ایسے ہی ارشاد باری تعالیٰ: کل اٰمن باللہ و ملئکتہ و کتبہ و رسلہ الایۃ ،کے نزول کے وقت سوائے بعض حضرات انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے باقی تمام حضرات کا وصال ہو چکا تھا تو اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کا نام رسل رکھا ہے اور رسول کا حقیقی معنی مراد ہونے سے شرعی یا عقلی کوئی صارف بھی نہیں ہے۔تو معلوم ہوا کہ تمام

انبیاءکرام ورسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام وصال مقدس کے بعد بھی حقیقت میں نبی اور رسول ہی رہیں گے۔ اس لئے کہ منصب نبوت ورسالت میں دنیا کی زندگی سے زندہ اور وفات یافتہ کے درمیان کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ وفات اور وصال کے ساتھ منصب نبوت ورسالت زائل نہیں ہوتا۔ وللہ الحمد۔

ضروری تنبیہ:

بلاشبہ علامہ سالمی کی تمہید کافی فوائد پر مشتمل ہے لیکن یہ حقیقت بھی ناقابل تردید ہے کہ اس میں کئی ایک مقامات پر تحکم اور سینہ زوری سے کام لیا گیا ہے اور علامہ سالمی نے اپنی اختراعات اور تفردات کو عقائد اہل سنت قرار دے دیا ہے۔ اس لئے جو شخص تمہید کے مطالعہ سے قبل اصل عقائد اہل سنت نہیں جانتا اور صرف تمہید ہی پر اعتماد کرتا ہے وہ ضرور دھوکا میں واقع ہو جائے گا۔

اسی مقام پر علامہ سالمی نے اہل سنت کا عقیدہ ان الفاظ سے لکھا ہے:

وقال اہل السنۃ والجماعۃ ان الانبیاء صلوات اللہ علیہم قبل الوحی کانوا انبیاء معصومین واجب العصمۃ والرسول قبل الوحی کان رسولا نبیا ماموناً۔

(تمہید ص 67)

اور اہل سنت و جماعت کا نظریہ اور عقیدہ یہ ہے کہ بیشک حضرات انبیاء صلوات اللہ علیہم وحی نبوت (کے نزول) سے پہلے بھی انبیاء معصومین واجب العصمۃ تھے۔ اور رسول وحی رسالت سے پہلے بھی رسول، نبی مامون تھے۔

جبکہ حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام وحی نبوت ورسالت کے نزول سے پہلے اہل سنت و جماعت کے نزدیک بلاشبہ معصوم تو تھے۔

لیکن علامہ سالمی کا یہ کہنا کہ انبیاء اور رسل بھی تھے، یہ عقیدۂ اہل سنت ہر گز نہیں ہے جیسا کہ کتبِ مذہب مہذب کے خادمیں پر پوشیدہ نہیں ہے۔

اور علامہ سالمی یا تو حقیقی عقیدۂ اہل سنت سے پوری طرح واقف نہیں ہیں یا تحکم اور سینہ زوری سے اپنی رائے کو ہی عقیدۂ اہل سنت قرار دیدیا ہے۔ اس حوالے سے ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ'' اور ''تصریحات جلد اول'' میں بھی کچھ معروضات پیش کی جا چکی ہے۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔

ضروری وضاحت:

وصال کے بعد منصب نبوت ورسالت کے حقیقت میں باقی رہنے یا نہ رہنے کے بارے میں فاضل مفتی کی اس انوکھی تحقیق کا ماخذ مذاہب الاسلام نامی کتاب ہے اس کے مصنف نے علماء ماتریدیہ اور اشعریہ کے درمیان اختلافی چالیس مسائل کہاں سے نقل کئے ہیں اس بات کی وضاحت مذاہب الاسلام ہی سے پیش کی جاتی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

ایک عالم نے ماتریدیہ واشاعرہ کے خلافیات میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں چالیس فریدون کے اندر چالیس ایسے مسئلے ذکر کئے ہیں جن میں ان دونوں مذہب کے علماء میں خلاف ہے جو کہ اس محل کے یہ مناسب ہے اس لئے میں بھی بطور انتخاب کے ان مسائل کو دکھاتا ہوں، تا آخر۔ (مذاہب الاسلام ص 129)

یہ ہے فاضل مفتی کے ماخذ کی اصل حقیقت کہ کسی عالم نے چالیس اختلافی مسائل پر مشتمل ایک رسالہ لکھا تو مذاہب الاسلام میں اس بات کی وضاحت کئے بغیر کہ وہ رسالہ کس صاحب نے لکھا ہے اسے اپنی کتاب میں نقل کر دیا ہے۔

اور مذاہب الاسلام کا مصنف مولوی محمد نجم الغنی خاں رامپوری کس قدر محتاط ہے اس بات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے اسی کتاب میں مولوی اسماعیل دہلوی کے تعارف میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

اعلام الناس کے حصہ چہارم میں جس کا لقب تحذیر المومنین من اکفار المسلین ہے لکھا ہے کہ مولوی محمد اسماعیل شہید فی سبیل اللہ کی تکفیر کے فتوے مکہ مبارک کے مفتیوں سے لکھوا کر لائے گئے اور ابتک نا انصاف مولوی اس بزرگ اعلائے کلمۃ اللہ میں تصانیف کرنے والے اور آخر اسی راہ پر اپنی جان فدا کرنیوالے کے کفر پر اصرار کرر ہے ہیں۔

(مذاہب الاسلام ص656)

اب اس پر فقیر راقم الحروف کسی تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا کیونکہ اس شہید فی سبیل اللہ کی اعلائے کلمۃ اللہ میں کی جانے والی تصانیف علمائے حق سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ البتہ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ فاضل مفتی جیسے محقق کو صاحبِ مذاہب الاسلام جیسے محققین کے ہاں ہی پناہ مل سکتی ہے۔

فائدہ عظیمہ:

فقیر راقم الحروف نے اس سے قبل اصول وضوابط کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد منصبِ نبوت ورسالت حقیقت میں باقی نہ رہنے کا نظریہ اور عقیدہ علمائے اشعریہ پر افتراء اور بہتان ہے۔اب بفضلہٖ تعالیٰ اکابر علمائے اشعریہ سے اس امر کی وضاحت ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔

حضرات علمائے اشعریہ میں سے عظیم امام حضرت تاج الدین ابی نصر عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی اور ان کے استاذ محترم حضرت ابی ہوازن رحمہا اللہ تعالیٰ سے اس

افتراء اور بہتان کی صراحت ملاحظہ فرمائیں:

و کذا الرسالة بعد موت ان تکن صحت والا اجمع الشیخان

وقد ادعی ابن هوازن استاذنا فیها افتراء من عدو شان

(الی ان قال)

(مسألة)

انکار الرسالة بعد الموت معزوة الی الاشعری وهی من الکذب علیه وانما ذکرناها وفاء بما اشترطناه من انا ننظم کل ما عزی الیه ولکنه صرح بخلافها وکتبه وکتب اصحابه قد طبقت الارض ولیس فیها شیء من ذلک بل فیها خلافه (الی ان قال) واشتد نکیر الاشاعرة علی من نسب هذا القول الی الشیخ وقالوا قد افتری علیه وبهته۔ (طبقات الشافعیة الکبری الجزء الثالث ص384-385)

حضرت امام تاج الدین ابی نصر عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی متوفی 771ھ نے فرمایا:

اوراسی طرح وصال کے بعد رسالت، اگر یہ مسئلہ پایہ صحت کو پہنچے (کہ واقعی طور پر حضرت امام ابوالحسن اشعری کے نزدیک وصال کے بعد منصب نبوت ورسالت باقی نہیں رہتا، تو پھر یہ مسئلہ اختلافی شمار کیا جائے گا) ورنہ شیخین (حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ابوالحسن اشعری رحمہا اللہ تعالیٰ) کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ وصال کے بعد بھی منصبِ نبوت ورسالت بدستور باقی رہتا ہے۔

اور ہمارے استاذ ابن ہوازن رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کے بارے میں ضرور دعویٰ کیا ہے کہ وصال کے بعد منصب نبوت ورسالت کے باقی رہنے کا انکار، حضرت امام

اشعری پر افتراء اور بہتان ہے دشمن کی طرف سے جس نے عیب لگایا ہے۔

(تا) حضرت امام سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مسئلہ:

وصال کے بعد منصب نبوت ورسالت کا انکار حضرت امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اور یہ ان پر افتراء اور بہتان ہے اور ہم نے (اپنے قصیدہ میں) اس کا ذکر صرف اس شرط اور التزام کو پورا کرنے کے لئے کیا ہے کہ جو کچھ حضرت امام اشعری کی طرف منسوب ہے وہ تمام ہم قصیدہ میں ذکر کریں گے۔ اور لیکن حضرت امام اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ نے، وصال کے بعد منصب نبوت ورسالت کے انکار والے مسئلہ کے خلاف تصریح فرمائی ہے۔ اور ان کی کتب اور ان کے اصحاب کی کتب نے زمین کو ڈھانپ لیا ہے۔ (دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں)

اور ان کتب میں وصال کے بعد منصب نبوت ورسالت کے انکار کا نام ونشان تک نہیں ہے بلکہ ان میں اس کا خلاف موجود ہے۔ (یعنی ان کتب میں وصال کے بعد بھی منصب نبوت ورسالت کا اثبات ہے) (تا) اور جس شخص سے یہ قول امام ابوالحسن اشعری کی طرف منسوب کیا، اس پر اشاعرہ نے شدید انکار کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اس شخص نے شیخ اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ پر ضرور افتراء اور بہتان باندھا ہے۔ (طبقات الشافعیہ الکبری)

مقام تعجب ہے:

کہ صدیوں پہلے حضرت امام اشعری پر الزام اور عیب لگانے والے کچھ دشمنوں نے وصال کے بعد منصب نبوت ورسالت کے انکار کا ان پر افتراء اور بہتان باندھا ہے اور مذکور حوالہ کی رو سے تقریباً سات سو سال قبل بلکہ اس سے بھی پہلے اکابر ائمۂ اشعریہ اس بات

کی صراحت فرما چکے ہیں کہ یہ حضرت امام اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ پر افتراء اور بہتان ہے کیونکہ انہوں نے اس کے خلاف تصریح کی ہے۔ اور ان کی کتب اور ان کے اصحاب علمائے اشعریہ کی کتب دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں اور ان کتب میں اس انکار کا نام ونشان تک نہیں ہے بلکہ ان میں وصال کے بعد بھی منصب نبوت ورسالت کا بدستور باقی رہنا تسلیم کیا گیا ہے۔ اور ائمہ اشاعرہ نے اس مفتری پر شدید انکار کیا ہے۔

جبکہ فاضل مفتی نے ''مذاہب الاسلام'' کا سہارا لے کر حضرت امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اصحاب علمائے اشعریہ یعنی علمائے مالکیہ اور شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ پر پھر وہی افتراء اور بہتان باندھا ہے کہ علمائے اشعریہ کے نزدیک وصال کے بعد حضرات انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کا منصب نبوت ورسالت حقیقت میں باقی نہیں رہتا۔ تو ایسے فتویٰ اور ایسی تحقیق پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہی پڑھنا چاہیے۔

دراصل کچھ لوگ حق واضح ہوجانے کے باوجود بھی اپنی غلطی سے رجوع اور توبہ کرنے کی بجائے صرف ضد کی وجہ سے باطل کو حق ثابت کرنے اور تحقیق وافتاء کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرنے کا عزم کر چکے ہیں اور تحقیقات کے مؤیدین تمام محققین یہی کچھ کر رہے ہیں اور یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کر رہے کہ حقیقی عظمت اور عزت، انابت الی اللہ اور اعتراف حق اور اعلان حق ہی سے نصیب ہوگی ورنہ ایسے فتاویٰ اور ایسی تحقیقات اور ان کی تشریحات سے سوائے ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ان محققین کو آگاہ رہنا چاہیے کہ اپنے حلقہ احباب اور معتقدین کو فریب تو دیا جاسکتا ہے اور ایسے فتاویٰ اور ایسی تشریحات لکھ کر جو اول تا آخر مغالطہ ہیں اور اپنے مشائخ واساتذہ کی راہ سے ہٹ کر بھی اساتذہ ومشائخ کے نام کی لسٹ دے کر عوام الناس کو کسی حد تک دھوکا

تو دیا جا سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری بھی پیش نظر رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدی کی فکر بھی کرلیں اور خلوت اور تنہائی میں کچھ غور و فکر بھی کرلیں کہ آپ کس راہ پر چل رہے ہیں اور امت مسلمہ کو کیا انعام دے کر جارہے ہیں۔

اور اس بات کو بھی اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ آپ کا فریب دیر پا نہیں ہے لیکن اس پر ملنے والا اخراج تحسین ضرور دیر پا ہے اس لئے کہ واللہ تعالیٰ اعلم آپ کی ضد کی داستان دنیا میں کب تک باقی رہے گی۔ اور اگر کوئی چالاک یہ سمجھے کہ تمام خدام دین کو دھوکا دے سکتا ہوں تو یہ اس کی غلط فہمی بلکہ خود فریبی ہے اس لئے کہ عقائد حقہ کی حفاظت تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے فرماتا رہے گا۔ البتہ دھوکا دہی کا وبال دھوکا دینے والے کی گردن پر ہی ہوگا۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

فاضل مفتی کی پانچویں عبارت اور اس کا جواب:

فاضل مفتی نے لکھا ہے:

البتہ چالیس سال بعد نبوت ملنے کا مسئلہ قسم اول سے ہے لہذا چالیس سال بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملنے کا منکر یا ادنیٰ شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ الحمد للہ فریقین میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں جو چالیس سال بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر یا شک کرنے والا ہو۔ (جلالی سوال جمالی جواب ص38)

الجواب:

تحقیقات میں چالیس سال بعد نبوت ملنے کا مطلقاً انکار تو نہیں ہے البتہ چالیس سال بعد وحی نبوت سے مشرف فرمائے جانے اور چند آیات مبارکہ کے نزول کے بعد بھی کچھ عرصہ تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبوت حاصل ہو جانا علمائے اسلام میں اختلافی مسئلہ قرار دیا ہے۔

اب فاضل مفتی سے جواب طلب سوال یہ ہے کہ وضاحت کریں کہ اس نظریہ اور عقیدہ کا شرعی حکم کیا ہے؟ کیا قرآن کریم کی پہلی وحی کے نزول کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قطعی اور یقینی طور پر منصب نبوت پر فائز ہونا ضروریاتِ دین سے نہیں ہے؟

کیا تحقیقات میں پیش کردہ یہ نظریہ ضروریاتِ دین کے خلاف نہیں ہے؟ ایسی کتاب کا اول تا آخر گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد اس کی تائید کرنا اور یہ کہنا کہ اس میں کوئی بات اہل سنت و جماعت کے مسلمہ عقائد و نظریات اور اصول کے خلاف نہیں ہے، شرعاً کیسا ہے؟ کیا قرآن کریم کی چند آیات مقدسہ کے نزول کے بعد بھی کچھ عرصہ تک آپ ﷺ کے لئے حصولِ نبوت علمائے اسلام میں اختلافی مسئلہ قرار دینا، اس عرصہ تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبوت ملنے میں شک کرنا ہے یا نہیں؟ اور اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

ان حقائق کے باوجود فاضل مفتی کا یہ کہنا کہ:

''الحمد للہ فریقین میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں جو چالیس سال بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر یا شک کرنے والا ہو۔'' کیا سراسر غلط بیانی اور دھاندلی نہیں ہے؟

فاضل مفتی کی چھٹی عبارت اور اس کا جواب:

فاضل مفتی نے لکھا ہے:

عالم ارواح کی نبوت کا مسئلہ اجتہادی اور کشفی ہے اس کے منکر کو مخطی اور قصور وار بھی نہیں کہا جائے گا۔ (جلالی سوال جمالی جواب ص 39)

الجواب:

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب تک علمائے حق فرمانِ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ''کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد'' اور اس مضمون کی دیگر احادیث مبارکہ سے

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عالم ارواح میں نبوت حقیقیہ ثابت کرتے چلے آرہے ہیں اور تحقیقات میں بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے۔

جبکہ فاضل مفتی کی انوکھی تحقیق ہے فرماتے ہیں کہ ”عالم ارواح کی نبوت کا مسئلہ اجتہادی اور کشفی ہے“۔

جواب طلب سوال یہ ہے کہ جو مسئلہ نصوص صریحہ سے ثابت ہو کیا اسے اجتہادی اور کشفی کہا جاتا ہے؟

نیز یہ بھی فاضل مفتی کی عجیب سینہ زوری ہے کہ اس مسئلہ کو اجتہادی بھی قرار دے دیا ہے اور ساتھ ہی اس پر کشفی ہونے کا حکم بھی لگا دیا ہے۔ کیا فاضل مفتی کے نزدیک اجتہاد اور کشف ایک ہی چیز ہے یا ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہیں؟

واللہ تعالیٰ اعلم فاضل مفتی کو کوئی پتہ ہی نہیں چل رہا کہ میں کیا لکھ رہا ہوں یا صرف دھوکا دینے اور مرعوب کرنے کے لئے ایسا کر رہے ہیں۔

فاضل مفتی کی ساتویں عبارت اور اس کا جواب:

فاضل مفتی نے لکھا ہے:

میں نے اس موضوع پر مطالعہ شروع کیا تو میری اپنی لائبریری جو کہ 72000 سے زائد کتب پر مشتمل ہے اس سے استفادہ کے علاوہ دوسری لائبریریوں کی کتب سے بھی استفادہ کیا اصل حقیقت میرے سامنے آجانے کے بعد حضرت سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین کی تحریروں اور اقوال کا گہری نظر سے مطالعہ کیا، میرے سامنے یہ امر واضح ہو گیا کہ فریقین میں ”نزاع لفظی“ ہے ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی جارہی۔

(جلالی سوال جمالی جواب ص53-54)

الجواب:

فاضل مفتی کی اس تحریر سے خوب واضح ہے کہ وہ دانستہ طور پر حقائق چھپا رہے ہیں کیونکہ انہوں نے پہلا فتویٰ اور یہ رسالہ فریقین کی تحریروں کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد لکھا ہے۔ اور اپنے ہاں کتب کی کثرت بتا کر اپنا علمی مقام بھی واضح کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن صد افسوس کہ کیا نتیجہ ہوا ہزاروں کتب جمع کرنے کا جب ان سے فائدہ اٹھانے اور ایسے نازک مسئلہ میں حق و باطل کے درمیان امتیاز اور فرق کرنے اور حق کا اعلان کرنے کی توفیق ہی نصیب نہیں ہوئی جبکہ دھوکا دہی ضروری سمجھی ہے۔

کیونکہ فاضل مفتی نے عبارت منقولہ میں اعتراف کیا ہے کہ

''مخالفین کی تحریروں اور اقوال کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ میرے سامنے یہ امر واضح ہو گیا کہ فریقین میں نزاع لفظی ہے۔''

کیا فریقین میں نزاع لفظی ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ فاضل مفتی کے اس دعویٰ کی حقیقت گزشتہ صفحات میں تفصیل سے واضح ہو چکی ہے۔ فاضل مفتی دھوکا نہ دیں کیونکہ محل نزاع صرف عالم ارواح والی نبوت کا مسئلہ ہی نہیں ہے بلکہ درحقیقت محل نزاع تحقیقات کے غلط مندرجات ہیں۔ جن میں بعض ضروریاتِ دین کا انکار بھی شامل ہے اور اس کے بعد نظریہ نامی رسالہ کے غلط مندرجات محل نزاع ہیں اور ان میں بھی بعض ضروریات دین کے انکار تک ظلم موجود ہے۔

تفصیل کے لئے فقیر کی کتب ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ'' اور ''تصریحات جلد اول'' کا مطالعہ کریں۔

فاضل مفتی کی آٹھویں عبارت اوراس کا جواب:

فاضل مفتی نے لکھا ہے:

نوجوان علماء وافاضل کی مسامحت کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دعویٰ مفرد کہ حضور سرورانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پیدائش کے وقت بھی نبی تھے، سے دعوی مرکب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم دنیا کی پیدائش کے وقت والی نبوت بعینہ چالیس سال کے بعد والی نبوت تھی جس طرح بعثت والی نبوت ضروریات دین سے ہے اوراس کا منکر بلکہ شک کرنے والا بھی کافر ومرتداورزندیق ودائرۂ اسلام سے خارج ہے اسی طرح پیدائشی نبوت کا منکر بھی کافر ومرتداور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

جبکہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ائمہ بخارا (ماتریدیہ) نے اشاعرہ کی طرح فرمایا: ہمارے نزدیک قبل بعثت وجوب ایمان اور حرمت کفر دونوں نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج28 ص444)

یعنی بعثت سے قبل نبی پر ایمان لانا واجب نہیں اور نبی کا انکار کرنا کفر نہیں۔اور عالم ارواح کنت نبیا و أدم بین الروح والجسد اور عالم ذر اور پیدائشی نبوت جو کہ ظنیات سے ثابت ہے اور بعثت کے وقت کی نبوت دلائل قطعیہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت سے ثابت ہے ان دومرتبوں پر ایک ہی حکم لگانا درست نہیں۔(جلالی سوال جمالی جواب ص54)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

اگرکسی نے عالم ارواح والی نبوت کو بعثت مقدسہ والی نبوت کی طرح ضروریاتِ دین سے قرار دیا ہے تو وہ غلطی پر ہے۔شرعی اصول وضوابط کو نظرانداز کرنا کسی کے لئے جائز

نہیں ہے۔اپنی من مانی اورسینہ زوری سے احکام شرع اختراع کرنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔اگرکسی شخص نے ایسی سینہ زوری کی ہےتو شرعی اصول کے مطابق اپنی غلطی سے رجوع اور قبول حق اس پر لازم اورضروری ہے۔

اور ایسے ہی بیان مسائل میں دھاندلی کرنے کی اجازت بھی شرعاً ہرگز نہیں ہے کیونکہ یہ بھی دین میں خیانت ہے۔جبکہ فاضل مفتی نے عبارت منقولہ میں فتاویٰ رضویہ کی عبارت نقل کرکے اپنی طرف سے اس کی شرح اور وضاحت میں بڑی فراخ دلی سے دھاندلی کی ہے چنانچہ لکھاہے:

جبکہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ائمہ بخارا (ماتریدیہ) نے اشاعرہ کی طرح فرمایا: ہمارے نزدیک قبل بعثت وجوب ایمان اور حرمت کفر دونوں نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج28ص444) یعنی بعثت سے قبل نبی پر ایمان لانا واجب نہیں اور نبی کا انکار کرنا کفر نہیں۔ (جلالی سوال جمالی جواب ص54)

اقول: لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ جب انسان کو موت یاد نہ رہے اوراللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہی کی فکر نہ ہو اور اللہ تعالیٰ ورسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرم وحیا کے تقاضے بھی پیش نظر نہ رہیں تو پھر تحقیق اور افتاء کا معیار یہی ہوتا ہے۔

فاضل مفتی نے فتاویٰ رضویہ سے عبارت نقل کرکے اور پھر اس کی تشریح خود لکھ کر عملی طور پر اس بات کا اعتراف کرلیا ہے کہ تحقیقات نامی کتاب میں پیش کردہ نظریہ اور عقیدہ ثابت کرنے کے لئے سوائے غلط بیانی اور دھاندلی کے دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔

کبھی یہ خیال آتا تھا کہ تحقیقات کے مؤیدین شاید کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوں لیکن فاضل مفتی کے اس اقدام نے واضح کردیا ہے کہ کوئی غلط فہمی نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کو اس

بات کا پوری طرح احساس ہو چکا ہے کہ ان سے غلطی سرزد ہو چکی ہے لیکن تہیہ کر چکے ہیں کہ حق کا اعتراف اور اقرار ہرگز نہیں کرنا اگرچہ تحقیق اور افتاء کے نام پر غلط بیانی اور خیانت ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

فتاویٰ رضویہ کی عبارت کا پس منظر اور سیاق وسباق:

فقیر راقم الحروف فتاویٰ رضویہ کے اس مقام کا پس منظر اور سیاق وسباق نہایت اختصار سے ذکر کر دیتا ہے تا کہ فاضل مفتی کی دیانت اور حق گوئی ناظرین پر واضح ہو جائے، ملاحظہ فرمائیں:

حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ سے یہ سوال کیا گیا کہ: زید کہتا ہے کہ جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ چونکہ قبل از بلوغ ایمان لائے اور نہ پہلے بت پرستی شرک وکفر وغیرہ کے آپ مبتلا ہوئے۔ نیز بلحاظِ حدیث شریف: کل مولود یولد علی الفطرۃ۔

ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ (ت) یہ کہنا کہ آپ پہلے کافر تھے بعد ازاں مسلمان ہوئے صحیح نہیں، اور جملۂ مذکور بہ نسبت آپ کے سوءِ ادب میں داخل ہے۔ عمرو کہتا ہے چونکہ اطفال تابع والدین کے ہوتے ہیں اور والدین آپ کے حالت کفر پر تھے، لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ پہلے علی مرتضیٰ کافر تھے بعد ازاں مسلمان ہوئے فقط۔ اس صورت میں زید کا قول صحیح ہے یا عمرو کا؟ بینوا توجروا۔

توحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اس کے جواب میں فرمایا:

قول زید حق وصحیح قولِ عمرو باطل وقبیح ہے۔

پھر اس پر دلائل دیئے ہیں اور اس ضمن میں بیان کیا کہ:

اہل فترت جنہیں انبیاء اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہم کی دعوت نہ پہنچی تین قسم ہیں:

اول موحد دوم مشرک سوم غافل۔ پھر آگے چل کر بیان کیا کہ:

جماہیر اشاعرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک جب تک بعثت اقدس حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوکر دعوتِ الٰہیہ انہیں نہ پہنچی یہ سب فرقے ناجی وغیر معذب تھے۔

اور یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اشاعرہ کے اس موقف اور نظریہ سے اتفاق نہیں کیا اور بتایا ہے کہ یہ نظریہ احادیث صحیحہ صریحہ کثیرہ کے خلاف ہے جن نے زمانۂ فترت کے مشرکین کا عذاب میں مبتلا ہونا ثابت ہے۔

اور جہاں تک غافل کے مبتلائے عذاب نہ ہونے کا معاملہ ہے تو اس کے بارے میں بتایا ہے کہ اس سے مراد وہ غفلت ہے جو رسالت نبوت اور سمعی عقائد بعثت بعد الموت وغیرہ کے باب میں ہو۔لیکن توحید سے غفلت کا کوئی موجب نہیں۔ اور اس موقف کو قرآن کریم کی متعدد آیات مبارکہ سے ثابت کیا ہے۔ اور اس کے بعد جمہور اشاعرہ کے نظریہ کی نسبت فرمایا کہ:

ائمۂ ماتریدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ائمۂ بخارا وغیرہم بھی اسی کے قائل ہوئے۔ امام محقق کمال الدین ابن الہمام قدس سرہ نے اسی کو مختار رکھا۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

قال ائمة بخاری عندنا لا یجب ایمان و لا یحرم کفر قبل البعثة کقول الاشاعرة۔ (فتاوی رضویہ ج28 ص443-444)

اور شرح فقہ اکبر کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ فاضل مترجم مولانا عبدالستار سعیدی زید مجدہ نے یہ لکھا ہے:

ائمۂ بخارا نے اشاعرہ کی طرح فرمایا: ہمارے نزدیک قبل بعثت وجوب ایمان اور

حرمت کفر دونوں نہیں (ت)۔(فتاویٰ رضویہ ج28 ص444)

تو فاضل مفتی نے اپنے رسالہ میں صرف اس ترجمہ کو نقل کیا ہے۔اور اس میں ''ائمہ بخارا'' کے الفاظ کے بعد بریکٹ میں ''ماتریدیہ'' کا لفظ شامل کیا ہے۔اس میں شبہ نہیں ہے کہ یہ ائمۂ بخارا حضرات ماتریدیہ ہی سے ہیں لیکن فاضل مفتی کی اس روش سے عامی شخص مغالطہ میں واقع ہوسکتا ہے کہ شاید تمام ماتریدیہ کا یہی موقف اور نظریہ ہے جبکہ یہ صرف بعض کا موقف ہے اور جمہور ائمہ ماتریدیہ کا یہ نظریہ ہرگز نہیں ہے۔

اور شرح فقہ اکبر کی عبارت مذکورہ بالا کا مفہوم و معنی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جمہور اشاعرہ اور ماتریدیہ سے ائمۂ بخارا کے نزدیک، قبل از بعثت، زمانہ فترت کے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا واجب نہیں تھا اور نہ ہی توحید کا انکار اور کفر حرام تھا۔

شرح فقہ اکبر کی عبارت سے متصل بعد حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے فواتح الرحموت اور اس کے بعد حاشیہ طحطاویہ علی الدرالمختار سے عبارات نقل کی ہیں وہ بھی عبارت مذکورہ کے مفہوم و معنی اور مراد کو واضح کر رہی ہیں جیسا کہ ان کا بیان عنقریب آرہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ تعالیٰ نے آگے چل کر جمہور ائمۂ ماتریدیہ کا نظریہ ان الفاظ سے بیان کیا ہے:

جمہور ائمۂ ماتریدیہ قدست اسرارہم کے نزدیک اہل فترت کے مشرک، معاقب۔ موحد، ناجی۔ غافلوں میں جس نے مہلتِ فکر و تامل نہ پائی، ناجی۔ پائی، معاقب۔

(فتاویٰ رضویہ ج28 ص448)

اور اس کے بعد مزید دلائل سے قولِ زید کا حق و صحیح ہونا ثابت کیا ہے اور دیگر فوائد

کے بیان کے ساتھ ساتھ آخر میں یہ فرمایا:

بحمد اللہ تعالیٰ یہی فضلِ اجل واجمل، بلکہ اس سے بھی اعلیٰ واکمل ،نصیبِ حضرت امیرالمومنین امام المشاہدین افضل الاولیاء المحمدیین سیدنا ومولانا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

اور فتویٰ کے آخری دوصفحات اسی حوالے سے ہیں۔

یہ تھا اس فتویٰ کا مختصر خلاصہ۔ اب فاضل مفتی نے شرح فقہ اکبر کی عبارت مذکورہ کا جو مطلب بیان کیا ہے اس پر ایک نظر۔

فتاویٰ رضویہ کی عبارت اور فاضل مفتی کی دیانت داری:

فتاویٰ رضویہ کے جس فتویٰ سے فاضل مفتی نے عبارت نقل کی ہے وہ رسالہ کی صورت میں مفصل فتویٰ ہے جو بیس سے زائد صفحات پر مشتمل ہے اور حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے اس پورے فتویٰ سے صراحتاً تو درکنار اشارۃً یا کنایۃً بھی شرح فقہ اکبر کی عبارت منقولہ کا وہ مفہوم نہیں سمجھا جاتا جو فاضل مفتی نے بیان کیا ہے کہ: بعثت سے قبل نبی پر ایمان لانا واجب نہیں اور نبی کا انکار کرنا کفر نہیں۔ اور نہ ہی اس فتویٰ میں یہ مسئلہ زیر بحث ہے اور قطعاً ویقیناً اس عبارت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے۔

اولا: جو موقف اور نظریہ جمہور اشعریہ اور ائمۂ بخارا کا ہے وہی حضرت شیخ ابن ہمام کا ہے۔ اور فتاویٰ رضویہ میں شرح فقہ اکبر کی عبارت سے متصل بعد فواتح الرحموت کی یہ عبارت نقل کی ہے۔

عند الاشعریۃ والشیخ ابن الھمام لا یؤاخذون ولو اتوا بالشرک والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اشعریہ اور شیخ ابن الہمام کے نزدیک ان سے مواخذہ نہیں اگرچہ مرتکب شرک ہوں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔(ت)

اور اس سے متصل بعد حاشیہ طحطاویہ علی الدر المختار کی یہ عبارت نقل کی ہے:

اھل الفترۃ ناجون ولو غیروا وبدلوا علی ما علیہ الاشاعرۃ وبعض المحققین من الماتریدیۃ۔

اہل فترت ناجی ہیں اگرچہ تغییر وتبدیل کے مرتکب ہوں۔اس پر اشاعرہ اور بعض محققین ماتریدیہ ہیں۔(ت) (فتاویٰ رضویہ ج28 ص444)

ان تینوں عبارات میں جمہور اشاعرہ اور بعض محققین ماتریدیہ کا نظریہ اور موقف بیان کیا گیا ہے۔(حضرت شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ماتریدی ہیں)

اور فواتح الرحموت وحاشیہ طحطاویہ کی عبارات سے بھی خوب واضح ہے کہ بعثت سے پہلے، زمانۂ فترت کے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان واجب نہ ہونا اور کفر حرام نہ ہونا جمہور اشاعرہ اور ماتریدیہ سے بعض ائمہ کا موقف اور نظریہ ہے اور یہی شرح فقہ اکبر کی عبارت میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

ثانیا: بقول فاضل مفتی اگر شرح فقہ اکبر کی عبارت مذکورہ کا یہی مفہوم ومعنی ہے کہ بعثت سے قبل نبی پر ایمان لانا واجب نہیں اور نبی کا انکار کرنا کفر نہیں۔

تو پھر فاضل مفتی بتائیں کیا یہ ماتریدیہ سے ائمۂ بخارا اور اشاعرہ ہی کا نظریہ اور عقیدہ ہے اور باقی تمام ائمہ ماتریدیہ کے نزدیک بعثت سے قبل نبی پر ایمان لانا واجب اور نبی کی نبوت کا انکار کرنا کفر ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

کیا علمائے حق میں سے کسی کا یہ مذہب بھی ہے کہ بعثت سے قبل نبی پر ایمان لانا

واجب اور نبی کی نبوت کا انکار کرنا کفر ہے؟انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

ثالثاً: حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آگے چل کر جمہور ائمۂ ما تریدیہ کا نظریہ بایں الفاظ بیان کیا ہے:

جمہور ائمۂ ماتریدیہ قدست اسرارہم کے نزدیک اہل فترت کے مشرک، معاقب۔ موحد، ناجی۔ غافلوں میں جس نے مہلتِ فکر وتامل نہ پائی، ناجی۔ پائی، معاقب۔

(فتاویٰ رضویہ ج28 ص448)

اس نظریہ کو جمہور اشاعرہ اور ائمۂ بخارا وغیرہ کے نظریہ کے مقابل بیان کرنا بھی اشاعرہ اور ائمۂ بخارا کے نظریہ اور موقف کو واضح کر رہا ہے۔ جمہور ائمۂ ماتریدیہ کا مذہب یہ ہے کہ اہل فترت کے مشرک پر عقاب و عذاب ہے اور موحد کے لئے نجات ہے اور غافل جو نہ ہی شرک میں مبتلا ہوئے اور نہ ہی توحید کا عقیدہ اپنایا ان کے دو گروہ ہیں:

جس نے فکر وتامل کی اتنی مہلت پائی کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کو سمجھ سکتا تھا لیکن غفلت میں وقت گزار دیا اور عقیدۂ توحید اختیار نہ کیا اس پر بھی عقاب اور عذاب ہے اور جس نے اس قدر مہلت ہی نہیں پائی اس کے لئے نجات ہے۔

اور جمہور اشاعرہ اور ائمۂ بخارا کا نظریہ اہل فترت کے بارے میں یہ ہے کہ

لا یجب ایمان ولا یحرم کفر قبل البعثۃ۔

کہ بعثت سے قبل، اہل فترت کے لئے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان واجب نہیں اور نہ ہی کفر حرام۔

لہذا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت اور تعلیمات نبویہ سے مستفید ہونے اور دعوت الٰہیہ کے پہنچنے سے پہلے دور میں اگر کوئی توحید پر ایمان نہ لایا بلکہ شرک میں مبتلا رہا

العیاذ باللہ، تو اس سے مواخذہ نہیں۔

اس سے بھی واضح ہوا کہ فتاویٰ رضویہ کی عبارت اہل فترت کے بارے میں ہے نہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت اجابت یعنی اہل اسلام کے بارے میں کہ ان کا بعثت سے قبل نبی پر ایمان لانا واجب نہیں اور نبی کا انکار کرنا کفر نہیں۔

رابعاً: فاضل بریلوی قدس سرہ کو جمہور اشاعرہ اور ائمۂ بخارا کے اس نظریہ سے اتفاق ہرگز نہیں ہے اور اسی فتویٰ میں اس کا متعدد نصوص کے خلاف ہونا بتایا ہے۔

اب اگر عبارت مذکورہ کا وہی مطلب ہے جو فاضل مفتی نے بیان کیا ہے تو جواب طلب سوال یہ ہے کہ فاضل مفتی کا بیان کردہ مطلب متعدد نصوص کے خلاف ہے اور حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کو اس سے اتفاق نہیں ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو پھر فاضل مفتی کا فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے عبارت نقل کرنا محض دھوکا دہی کے لئے ہے کیونکہ صاحبِ فتاویٰ کے نزدیک وہ نظریہ ہی متعدد نصوص کے خلاف ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ فاضل مفتی نے عبارت مذکورہ کا جو مطلب و معنی بیان کیا ہے وہ سراسر دھاندلی اور فریب کاری ہے اور دین میں زبردست خیانت ہے جبکہ حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ سے عبارت منقولہ کا متنازع فیہ امر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فاضل مفتی کو حق بیان کرنے کی توفیق دے۔ وللّٰہ الحمد فی الاولی والآخرۃ۔

نتیجۂ کلام:

فاضل مفتی نے فتاویٰ رضویہ سے عبارت نقل کر کے دھاندلی اور فراڈ کیا ہے وہ اس طرح کہ عبارت مذکورہ، لایجب ایمان ولایحرم کفر قبل البعثۃ، میں اہل فترت کے بارے میں جمہور اشاعرہ اور ائمۂ بخارا کا نظریہ بیان کیا گیا ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی توحید پر

ایمان اور توحید کے انکار کے بارے میں، کہ اہل فترت کے لئے بعثت سے قبل وجوب ایمان اور حرمت کفر نہیں۔ یعنی توحید پر ایمان نہ لانے اور کفر اختیار کرنے پر مواخذہ نہیں کیونکہ ان حضرات کے نزدیک اس وقت نہ ایمان واجب تھا اور نہ ہی کفر حرام تھا۔ نہ یہ کہ کفر، کفر ہی نہ تھا

جبکہ فاضل مفتی نے اس عبارت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ امت مسلمہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانہ میں آپ کے نبی ہونے پر ایمان لانا واجب نہیں اور نہ ہی آپ کے نبی ہونے کا انکار کرنا کفر ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ۔

فاضل مفتی سے جواب طلب سوال یہ ہے کہ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں عبارت مذکورہ میں جمہور اشاعرہ اور ائمۂ بخارا کا اہل فترت کے بارے میں موقف اور نظریہ شرح فقہ اکبر سے نقل کیا ہے یا حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت اجابت یعنی اہل ایمان کے بارے میں ان کا نظریہ بیان کیا ہے؟ کچھ تو سچ بھی بولیں۔

یہ ہیں فاضل محقق صاحبِ ارفع الدرجات کے محبوب محقق و مدقق، مفتی، منصف، حق گو، جن کے موجود ہونے پر انہوں نے رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اگر یہی حق گوئی ہے اور تمہیں قبول حق کی توفیق نہیں ہو رہی اور ضد چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے تو کم از کم بے خبر لوگوں کو گمراہ تو نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہی کے لئے بھی تیار رہو۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

فاضل مفتی کی نوویں عبارت اور اس کا جواب:

فاضل مفتی نے لکھا ہے:

حضرت سیالوی رحمۃ اللہ علیہ حضور سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت چالیس

سال بعد بالفعل تسلیم کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ عالم ارواح میں آپ کی روح مبارک ارواح انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں کی طرف بالفعل نبی تھی اور ارواح انبیاء اور فرشتوں کی بالفعل تربیت کرتی تھی دنیا میں پیدائش کے بعد وہ نبوت سلب نہیں ہوئی (تا) جب دونوں فریقوں کے نزدیک عالم ارواح کی نبوت پیدائشی بالفعل ثابت ہے تو اصل نبوت میں اتحاد و اتفاق پایا گیا پھر جھگڑا اور لڑائی کس بات پر ہو رہی ہے۔

(جلالی سوال جمالی جواب ص 54-55)

الجواب:

یہ بھی فاضل مفتی کی سراسر دھوکا دہی اور دھاندلی ہے۔ پہلے اعتراف کیا ہے کہ حضرت سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت چالیس سال بعد بالفعل تسلیم کرتے ہیں اور عالم ارواح والی نبوت، عالم ارواح میں بالفعل تسلیم کرتے ہیں اور دوسطروں کے بعد لکھ دیا ہے کہ:

جب دونوں فریقوں کے نزدیک عالم ارواح کی نبوت پیدائشی بالفعل ثابت ہے، اس عبارت کا واضح مطلب تو یہی ہے کہ عالم ارواح والی نبوت بوقت پیدائش بالفعل تھی۔ جیسا کہ لکھا ہے ''دنیا میں پیدائش کے بعد وہ نبوت سلب نہیں ہوئی''۔ تو یہ تضاد بیانی بھی ہے اور غلط بیانی بھی۔

جب دونوں فریقوں کے نزدیک عالم ارواح کی نبوت دنیا میں بوقت پیدائش بالفعل تھی تو پھر تحقیقات میں چالیس سال تک نبوت بالفعل کی نفی کی گردان کرنے کا کیا معنی ہے؟

نوٹ: سلب نبوت کے حوالے سے تفصیلی کلام گزر چکا ہے۔

فاضل مفتی نے آخر میں اپنے اساتذہ کی ایک طویل فہرست پیش کی ہے۔

گزارش یہ ہے کہ جب ان تمام حضرات سے کچھ نہ کچھ استفادہ کرنے کی سعادت انہیں نصیب ہوئی ہے تو پھر اس سعادت کو محفوظ رکھنے کی کوشش بھی کرنا چاہیے تھی اور اہل حق کی طرح حق گوئی اپنے اوپر لازم کر لینا چاہیے تھی جبکہ فاضل مفتی نے اپنے مشائخ اور اساتذہ کا راستہ چھوڑ کر مسئلۂ نبوت میں تو سراسر دھاندلی اور دھوکا دہی کو لازم و ضروری سمجھ رکھا ہے اور قطعیات اسلام و ضروریاتِ دین کے خلاف نظریات کی تائید کر چکے ہیں اور فاضل مفتی کی تحقیق و تدقیق اور حق گوئی کی حقیقت بھی واضح ہو چکی ہے۔

ہمدردانہ اپیل:

تحقیقات کے تمام مؤیدین سے بالعموم اور فاضل محقق صاحب ارفع الدرجات و فاضل مفتی سے بالخصوص قبول حق اور انابت الی اللہ تعالیٰ کی پرزور اپیل ہے ورنہ موت سر پر کھڑی ہے اور اتمام حجت کا مرحلہ بھی گزر چکا ہے۔ لہذا کل روز قیامت اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی عذر مسموع نہ ہوگا اس لئے اپنے اوپر رحم کریں اور باقی امت مسلمہ پر بھی اور اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے باطل کی حمایت اور تائید سے رجوع کر کے قبول حق کا اعلان کریں۔

اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔ اللّٰھم ارزقنا حسن الخاتمۃ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

فقیر راقم الحروف اس مسئلہ پر مزید لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اب تک جو کچھ لکھا جا چکا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے قبول فرمائے اور اہل اسلام کے لئے ان کتب کو مفید بنائے۔ فقیر راقم الحروف اور جملہ

اہل اسلام کو حسن خاتمہ کی سعادت عطا فرمائے۔

اور تحقیقات کے مؤیدین اگر تعصب سے بالاتر ہو کر بنظر انصاف ان کتب کا مطالعہ کریں تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انہیں قبول حق کی توفیق نصیب ہو جائے گی ورنہ ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔

ضروری وضاحت:

''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ'' اور'' تصریحات ومحاکمہ عطائیہ کا منصفانہ جائزہ اور دیدار الٰہی کی شرعی حیثیت'' میں کتابت کے مرحلہ میں تصحیح کی کوشش کے باوجود بعض مقامات اصلاح طلب ہیں۔

فقیر راقم الحروف اپنی علالت اور تدریس ودیگر مصروفیات کی وجہ سے اپنی مذکورہ کتب کو طباعت سے پہلے نہیں پڑھ سکا بلکہ ''نبوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ'' کے کافی حصہ کے مسودہ ہی کو لفظ بلفظ نقل کرنے کا کہہ دیا اور مبیضہ خود نہ لکھ سکا۔

اور کتابت پر نظر ثانی کرنے والے مخلص عزیزوں کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے انہوں نے بڑی محنت کی ہے لیکن بعض اوقات کوشش کے باوجود پوری تصحیح نہیں ہو پاتی بالخصوص جبکہ کمپوزر عالم نہ ہو یا جلد بازی سے کام لے۔لہٰذا جو مقامات تصحیح طلب ہوں گے طباعت ثانیہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی تصحیح کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔

واللہ المستعان۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وما علینا الا البلاغ المبین والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

العبد الفقیر الی اللہ الغنی

نذیر احمد السیالوی عفی اللہ عنہ

ورزقہ حسن الخاتمة

29-10-1434

05-09-2013

تصحیحات
0321-6674715